Comp.

82



اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کیلئے موجود ہی جسکی فہرست مطبوعہ ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی باعتبار اور کارخانوں کے ارزاں ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب قصہ جات نثر و نظم اُردو کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب قصہ جات و ناول اُردو			
ترجمہ داستان امیر حمزہ با تصویر ہر چہار دفتر مسلسل ہندسہ مترجمہ مولوی عبداللہ و نظر ثانی مولوی سید تصدق حسین	للعہ؍	طلسم ہوش ربا جلد پنجم حصہ اول	۸ہے؍
ہرمز نامہ	زیر طبع	〃 جلد پنجم حصہ دوم	ہے
ہومان نامہ	۸ہے؍	〃 جلد ششم	للعہ؍
کوچک باختر	زیر طبع	〃 جلد ہفتم	زیر طبع
صندلی نامہ	ہے؍	بقیہ طلسم ہوش ربا جلد اول	؍
تورج نامہ اول	زیر طبع	〃 جلد دوم	ہے
دوم	۸ہے؍	آفتاب شجاعت جلد اول	زیر طبع
لعل نامہ جلد اول	زیر طبع	〃 جلد دوم	ے؍
〃 جلد دوم	للعہ؍	〃 جلد سوم	ے؍
طلسم ہوش ربا جلد اول	زیر طبع	〃 جلد چہارم	للعہ
〃 جلد دوم	ہے؍	〃 جلد پنجم حصہ اول	۸صہ؍
〃 جلد سوم	ہے	〃 حصہ دوم	۸صہ؍
〃 جلد چہارم	زیر طبع	گلستان باختر حصہ اول	۴ہے؍
		〃 حصہ دوم	۴ہے؍
		〃 حصہ سوم	للعہ
		طلسم ہفت پیکر جلد اول	۱۲؍

بتصحیح صناع عملہ مدین و مہتمم فضل حق خلائق زمین و زمان

آرائش محفل باتصویر

در مطبع منشی تیجکمار وارث نولکشور واقع لکھنؤ طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی دے مجھے روشن بیانی — کہ تا دل پر کھلے راز نہانی
زباں کو مخزن تقریر کر دے — دہن کو گوہر معنی سے بھر دے
کمیت خامہ کو میرے لگا پر — یم معنی میں مجھ کو آشنا کر
پلا دے مجھ کو جام ارغوانی — کہ جس سے سطے ہو حاتم کی کہانی
کہیں سن کر اسے ارباب اردو — کہ ہے یہ گوہر نایاب اردو

یہ قصہ عبارت سلیس سے زبان فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا اب اس سے سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری دہلی کے رہنے والے نے امیر الامرا بیرپشت پناہ ہر پیر و جوان دستگیر درماندگان و بیکساں نوشیروان وقت ہمایوں بخت زبدۂ نوآئینان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کی حکومت میں اور خداوند خدائگان والاشان عالی خاندان جان گلکرسٹ صاحب دام اقبالہ کے حکم سے سنہ بارہ سو سولہ ہجری اور اٹھارہ سو ایک عیسوی کے موافق اور سن جلوس تینتالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے مطابق زبان ریختہ میں اپنی طبع کے موافق اس کتاب سے جو ہاتھ لگی تھی ترجمہ نثر میں کیا اور اس کا نام آرائش محفل رکھا مگر اکثر اس میں اپنی طبیعت سے جہاں جہاں موقع اور مناسب پایا وہاں زیادتیاں کیں تاکہ قصہ طولانی ہو جائے اور سننے والوں کو خوش آئے لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں سطے نام یمن کا بادشاہ تھا نہایت صاحب حشم عالی جاہ فوج کی طرف سے فرخندہ حال نذر و جواہر سے

مالامال اس کی رعیّت ہشیر دہ ہزار اور سپاہ بیشمار القصہ اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح میں لا کر ثمرہ جاودانی کا
امیدوار ہوا بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اسی بیگم سے ایک لڑکا مہر لقا پیدا ہوا یہ خبر
فرحت اثر سُن کر اُس نے حکیموں منجموں رمالوں ندیموں پنڈتوں کو بلا کر کہا کہ تم اپنی اپنی عقل کی رسائی
اور پوتھی و قرعہ کی رو سے دریافت کرو اور بچار و دیکھو کہ اس لڑکے کے نصیب کیسے ہیں انھوں نے
خود دریافت کیا تو ہر طرح سے اس شہزادے کو صاحب اقبال پایا عرض کی کہ خداوند ہم کو تو اپنے
علم سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحبزادہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگا اور تمام کام برائے خدا کام
کرے گا اور اس کا نام خورشید کی طرح قیامت تک جلوہ گر رہے گا اس بات کو سُن کر اُسے
نہایت خوشی حاصل ہوئی اور سجدۂ شکر ادا کر کے اُن لوگوں کو زر بے شمار سے مالامال کر دیا اور
اُس لڑکے کا نام حاتم رکھ کر اپنے مصاحبوں سے یہ بات کہی کہ تم جلد اس بات کا اشتہار
دو کہ میرے قلمرو میں آج جس شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے وہ لڑکا آج ہی کی تاریخ سے نوکر
بادشاہی ہو بلکہ اس کے ماں باپ محل مبارک میں پہونچا جائیں وہ پرورش یہیں ہو رہے گا۔
چنانچہ اُس روز اُس کے ملک میں چھ ہزار لڑکے پیدا ہوئے تھے یہ حکم سُنتے ہی ہر ایک کے
ماں باپ اپنا اپنا لڑکا حضور اعلیٰ میں پہونچا گئے اسی وقت چھ ہزار دائیاں نوکر رکھی گئیں اور
ایک ایک لڑکے پر تقسیم ہو گئیں چار دائیاں حاتم کے واسطے مقرر ہوئیں اور کس کس طرح سے تھپکیاں
اور لوریاں دے دے کر چمکارتیاں تھیں کہ یہ کسی طرح دودھ پیئے پر وہ ہرگز آنکھیں نہ کھولتا
تھا اور کسی کی چھاتی منھ میں نہ لیتا تھا چنانچہ یہ خبر بھی بادشاہ تک پہونچی وہ اس بات
کے سُنتے ہی نہایت متفکر ہوا اور اپنے اہلکاروں سے کہنے لگا کہ جلد سیانوں کو بلواؤ غرض وہ
آئے اور عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ یہ حاتم زمانہ ہوگا تنہا دودھ نہ پیئے گا پہلے اُن کو پلوا لے گا
تو پیچھے آپ پیئے گا اور جب تک جیتا رہے گا تنہا نہ کھائے گا نہ پیئے گا حاصل کلام جب وہ لڑکے
پی چکے تب اس نے بھی پیا اور ابتدائے عمر سے نہ روتا نہ اکیلا کھاتا اور نہ غفلت کی نیند سے
سوتا جب دودھ چھڑایا تب انھیں چھ ہزار لڑکوں کے ساتھ کھانا پینا مقرر ہوا حق
تو یہ ہے کہ جس غریب غربا بھوکے پیاسے ننگے کو دیکھتا روپیہ پیسہ دانہ پانی کپڑا بے دیئے دلائے
نہ رہتا اور رات دن دینے دلانے میں مشغول رہتا تھا فضل خدا سے جب وہ دس برس کا ہوا تو جو
زر و جواہر باپ نے جمع کیا تھا اس کو راہ خدا میں خرچ کرنے لگا جب شکارگاہ میں جاتا اور کوئی جانور
نظر آتا تو جیتا ہی پکڑتا اور چھوڑ دیتا اور کبھی کسی کو سخت سُست نہ کہتا فضل الٰہی سے حسن بھی رکھتا تھا

کہ جس زن و مرد نے دیکھا ہزار جان سے عاشق ہوا اور اگر کوئی سر سواری بھی فریاد کرتا تو گھوڑے کی باگ تھام لیتا اور اُسے مراد کو پہنچا دیتا اور جو نہ مانتا تو اس کو میٹھی میٹھی باتوں سے سمجھا دیتا اور کبھی ظلم و ستم کا روادار نہ ہوتا نہ اپنے کی حمایت کرتا اور نہ بیگانے کی رعایت کرتا بارے فضل الٰہی سے تھوڑے ہی دنوں میں جوانی کا سبزہ رخسار نازنین پر لہکا حسن دونا چمکا تو ہر ایک شخص کو یوں نصیحت کرنے لگا کہ بندگان خدا سب ہی مخلوق ہیں قدرت خالق دیکھیے کہ اس نے اپنی منت خداوندی سے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے اس کی سیر کیجیے اور سجدۂ شکر الٰہی بجا لائیے اور اپنی زندگی کو جوانمردی اور نام آوری کے ساتھ بسر لے جائیے چنانچہ اس کے حسن و خلق اور دلیری و سخاوت کا شہرہ ہر شہر اور قصبہ میں بخوبی پہنچا جس جس نے سُنا اس کے منہ سے لفظ مرحبا بے اختیار نکلا اور اکثر اس کے دیکھنے کو آتے تھے اور مسرور ہو کر اپنے اپنے گھر چلے جاتے تھے اتفاقاً ایک دن وہ کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا کہ اتنے میں ایک شیر غراتا ہوا سامنے آیا یہ اندیشہ کر کے اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر خنجر مارتا ہوں تو یہ حیوان بے زبان زخمی ہوتا ہے یا مارا جاتا ہے اور اگر چھوڑ دیتا ہوں تو میں جان سے جاتا ہوں یقین ہے کہ یہ لپکے اور مجھ کھا جاوے ان دونوں شکلوں پر نظر کر کے یہ خیال کیا کہ اگر میرا گوشت یہ کھا کر اپنا دل تازہ کرے تو اس بات سے اور کون سی بات بہتر ہے تجھ کو ثواب ہوگا اور اس کا پیٹ بھرے گا یہ سوچ کر اس کے آگے گیا اور کہنے لگا اے شیر صحرائی میرا گوشت اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے جس کے گوشت کی طرف رغبت ہو اس کے گوشت کو کھا اور پیٹ بھر جہاں چاہ وہاں چلا جا یہ بات سُنتے ہی وہ اپنا سر جھکا کر حاتم کے قدموں پر گر پڑا اور آنکھیں اس کے تلوؤں سے ملنے لگا حاتم نے کہا کہ اے شیر حاتم کی ہمت سے دور ہے کہ تو بھوکا جائے اگر مجھ کو نہیں کھاتا تو میرا گھوڑا موجود ہے اسی کو کھا اور اپنے جنگل کو چلا جا وہ ہرگز نہ بولا اور اپنا سر جھکا کر چلا گیا حاصل کلام یہ کہ اپنے شہر میں ہم سنوں سمیت رہا کرتا تھا اور کار خلق برائے خدا کیا کرتا تھا

پہلا قصہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کے خراسان کے شہر سے نکالے جانے کا اور کسی جنگل سے زر و جواہر بے شمار اس کے ہاتھ آنے کا اور منیر شامی شہزادے کا اس پر عاشق ہونے کا اور حاتم کی مدد کرنے کا

سُنا ہے کہ خراسان کے ملک میں ایک بادشاہ تھا کہ لاکھوں سوار اور پیادے اس کے جلو میں ہمیشہ حاضر رہا

کرتے تھے اور عدل و انصاف میں بھی ایسا تھا کہ شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلاتا تھا بلکہ اپنے
بیٹے کا پاس نہ کرتا تھا اس کے وقت میں برزخ نام ایک سوداگر نہایت مالدار صاحب شکوہ و وقار
تھا اپنے گماشتوں کو ہر ایک ملک میں سوداگری کے واسطے مال و اسباب دے دے کر بھیجا کرتا تھا
اور آپ اُس ملک میں دل جمعی سے رہتا تھا بادشاہ سے بھی اس نے نہایت رسوخیت بہم پہونچائی
تھی اور بادشاہ کی بھی اس پر کمال مہربانی تھی ایک مدّت کے بعد قریب مرگ پہونچا اس کی زندگی
کا پیالہ بھرنے لگا وہ حسن بانو کے سوا کوئی بیٹا بیٹی وارث نہ رکھتا تھا چنانچہ اس کا مال و اسباب اُسی
لڑکی کو پہونچا اور اُس وقت وہ بارہ برس کی تھی آخر اس نے اس کو اپنے گھر کا مالک کیا اور بادشاہ
کے سپرد کر کے آپ ملک عدم کا رستہ لیا بادشاہ نے بھی اُس لڑکی کو اپنی لڑکیوں کی طرح سے رکھا
اور اس کے زر و جواہر کا کچھ لالچ نہ کیا بلکہ وہ اسباب سب کا سب اسی کو بخشا چند روز کے
بعد جب وہ لڑکی شعوردار ہوئی تب اپنے ذہن کی رسائی سے اور نیک بختی کے باعث سے
دائی کو بلا کر کہنے لگی کہ اے مادر مہربان دنیا مثل حباب ہے اس کا مٹنا کچھ بڑی بات نہیں اس
قدر دولت دنیا لے کر میں تن تنہا کیا کروں گی مصلحت نیک یہی ہے کہ اس کو خدا کی راہ میں
لٹا دوں اور آپ کو آلائش دنیوی سے پاک رکھوں اور شادی بیاہ بھی نہ کروں بلکہ
یاد خدا میں شب و روز مشغول رہوں اس واسطے تم سے پوچھتی ہوں کہ اس سے کس صورت
سے چھٹکارا پاؤں جو مناسب جانو سو کہو دائی نے پہلے دونوں ہاتھوں سے بلائیں لیں اور کہا
اے جان مادر تو ان ساتوں سوالوں کا اشتہار نامہ اپنے دروازے پر لگا دے اور یہ
کہہ کہ جو کوئی میرے ساتوں سوال پورے کرے گا میں اُس کو قبول کروں گی وہ ساتوں سوال یہ ہیں۔
پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے دوسرا سوال یہ
ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال تیسرا سوال یہ ہے کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی پاوے گا
چوتھا سوال یہ ہے کہ سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے پانچواں سوال یہ ہے کہ کوہ ندا کی خبر لادے
چھٹا سوال یہ ہے کہ وہ موتی جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے بالفعل موجود ہے اس کی جوڑی پیدا کرے
ساتواں سوال یہ ہے کہ حمام بادگرد کی خبر لاوے حسن بانو نے دائی کی اس بات کو پسند کیا اور خوش
ہو کر اپنے جی میں کہا کہ وہ ایسا کون ہے جو ان ساتوں سوالوں کا جواب بہم پہونچاوے گا اسی گمان پر
وہ آپ کو آٹھوں وقت روزہ نماز میں مشغول رکھتی تھی اتفاقاً ایک دن اپنے کوٹھے پر بیٹھی ہوئی بازار کا
تماشا دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر نہایت بزرگ صورت ظاہر درست چالیس خادموں کو ساتھ لیے ہوئے اسی

کی طرف سے گزرا اور پاؤں بھی زمین پر نہ رکھتا تھا چنانچہ وہی اس کے ساتھی سونے چاندی کی اینٹیں قدم کے نیچے رکھ دیتے تھے وہ اُن پر پاؤں رکھتا ہوا چلا جاتا تھا اس حال سے جو حسن بانو نے اسے آتے دیکھا تو نہایت خوش ہو کر دائی سے کہا اے اماں جان یہ فقیر کوئی بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے جو اس شان و شوکت سے راہ چلتا ہے اُس نے کہا اماں اری یہ فقیر بادشاہ کا پیر ہے ہر مہینے میں دو چار بار بادشاہ اُس کے گھر جاتا ہے اور یہ بھی کبھی اس کے پاس آتا ہے اس کے برابر اب دنیا میں کوئی عمدہ درویش نہ ہوگا کیونکہ یہ نہایت پرہیزگار و متقی ہے حسن بانو نے اس سخن کو سُن کر کہا کہ اگر تم پروانگی دو تو میں اس درویش کی مہمانی کروں اور گھڑی دو گھڑی کے واسطے اپنے گھر بلا کر تکلیف دوں اور اپنی آنکھیں اس کے قدموں پر ملوں دائی نے کہا کہ جانی تجھ کو مبارک ہو یہ کام بے دھڑک کرو مثل مشہور ہے آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک غرض اُس نے کسی شخص کے ہاتھ اس فقیر کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اگر کسی روز بزرگوں کے طور سے میرے سیہ خانے کو اپنے قدم مبارک سے روشن کرو اور تشریف فرما ہو تو یہ کمترین دونوں جہان کی دولت حاصل کرے اور اپنے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھرے وہ گیا اور اس کی آرزو کا حال سنا کر کہنے لگا کہ بزرگوں کو لازم ہے کہ خوردوں پر مہربانی کریں اُن کے دامن تمنا کو گل مراد سے بھریں اس بات کو اس نے قبول کیا اور کہا کہ میں ضرور آؤں گا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے جو کوئی اس سے پھرے وہ قعر جہنم میں گرے مگر آج مجھے کام ہے کل میں صبح آؤں گا یہ خبر حُسن بانو کو پہونچی کہ کل دو چار گھڑی دن چڑھے شاہ صاحب اپنے چالیسوں خادموں کو لیے ہوئے رونق افزا ہونگے اس خبر کے سُنتے ہی اس نے اقسام اقسام کے کھانے پکوائے اور کئی خوان میوے اور مٹھائی کے تیار کیے اور کئی کشتیاں ابریشمی زربافی زر و جواہر اور روپے اور اشرفیوں کی بھی شاہ صاحب کی نذر کے واسطے درست کر رکھیں اس امید پر کہ درویش زمانہ کل آئیں گے تو یہ کشتیاں انکے آگے دھرونگی اور عجز و انکسار سے پاؤں پر گروں گی کہ اتنے میں صبح کو وہ درویش انہیں چالیسوں فقیروں کے ساتھ اپنی عادت قدیم سے سونے چاندی کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا حُسن بانو کے گھر تک آ پہونچا ابیات

کروں وصف اس کے میں اب تم سے کیا	وہ ظاہر میں دلشان تھا ستھرا
جو باطن ہے اس کے کروں میں نظر	تو شیطان سے بھی ہے وہ ابلیس تر
نہ بالے کا خطرہ نہ بوڑھے کا غم	وہ ہے قتل کرنے میں تیغ دو دم

اور حُسن بانو نے دروازے سے نشستگاہ تک فرش زری باف پہلے ہی سے بچھوا رکھا تھا وہ اس کو روندتا ہوا مسند شاہانہ پر آ کر بیٹھا اور خواجہ سرا زر و جواہر کی کشتیاں اس کے سامنے لائے اس نے کسی کشتی کو ہرگز قبول نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ اسباب میرے کس کام کا ہے پھر وہ اندر گئے اور کئی خوان پوشاک کے لے آئے اُس نے

ان کو بھی پسند نہ کیا وہ پھر محل میں گئے اور بہت سے خوان شیرینی اور میوے کے لے آئے اور بڑا
ایک دسترخوان لطیف اور پاکیزہ بچھا کر اس پر چننے لگے وہ خوان سونے چاندی کے بھرے ہوئے تھے
اور ان میں اقسام اقسام کے کھانے دھرے تھے اور فرش شاہانہ بچھے تھے اور زربفت کے پردے
کلابتوں کی ڈوریوں سے دالان کے دروں پر بندھے تھے اور ایک نگیرہ بھی الماس تراش استادوں
پر اس کے آگے جھم جھماتا تھا اور خوجے لباس زرّیں اور جواہر سے سجے سجائے چالاک و چست جڑاؤ سونے چاندی
کی چلمچی آفتابے لے آئے اور ہاتھ دھلوا کر سامنے باادب کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہماری بی بی
اس بات کی امیدوار ہے کہ خداوند کچھ تناول کریں اس بات کو سن کر وہ مکار کھانا کھانے لگا اور
اس سونے چاندی کے اسباب کو بھانپنے لگا اور ہر ہر نوالے پر اپنے جی میں یہی کہتا تھا کہ برزخ سوداگر
کوئی بڑا مالدار اور عمدہ تھا جو اس قدر مال و اسباب بادشاہوں کی طرح اپنے گھر میں چھوڑ گیا چاہیے
اس سب کو آج ہی کسی طرح اپنے گھر لے جائیے اور غنیمت سمجھیے اس میں اس ملعون نے تھوڑا بہت
کھانا زہر مار کر کے ہاتھ کھینچا پھر وہ خواص جڑاؤ عطردان لے آئے اس نے وہ عطر اپنی ڈاڑھی
اور پوشاک میں ملا اور سب ظروف مینا کار آنکا اور ظاہر میں حسن بانو کو دعائیں دے کر رخصت
ہوا اور اس کے لوگ اس کمبخت کی ضیافت کے کاروبار میں دن بھر کے تھکے ہوئے تھے رات کے
ہوتے ہی بے اختیار پاؤں پھیلا پھیلا کر سو رہے نہ انھوں نے کوٹھوں کے دروازے بند کئے نہ
اس اسباب و جواہر کو ٹھکانے سے رکھا پھر رات کے بعد وہ ڈکیت انسان صورت شیطان خصلت
اپنے انھیں چالیسوں چوروں کے ساتھ اس کی حویلی میں در آیا اور تمام زر و جواہر مال و متاع غارت
کرنے لگا اس عرصے میں جو تھوڑے بہت کہ جاگ اٹھے ان ظالموں کے ہاتھوں سے زخمی ہوئے اور کچھ
مارے گئے حسن بانو اپنے کوٹھے کی کھڑکی سے جھانک جھانک کر دیکھتی تھی اور سب کو پہچان پہچان کر ہاتھ
مل مل کر کہتی تھی کہ افسوس یہ ہوا تو وہی خانہ خراب درویش ہے اور اس کے ساتھی ہیں اس کا علاج کوئی
کیا کرے غرض رات اسی چھپاٹے میں کاٹی مگر صبح کو ان مردوں کو اور زخمیوں کو چارپائیوں پر ڈال
کر بادشاہ کے در دولت پر لے گئی اور فریادیوں کے طور سے جا کر کھڑی ہوئی اور بآواز بلند دہائی
دے دے کر کہنے لگی کہ میں لوٹی گئی بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کس کے ظلم سے ایسا بلبلا رہی
ہے خبرداروں نے عرض کی کہ خداوند برزخ سوداگر کی بیٹی دو چار چارپائیوں پر کئی مردے
کئی زخمی لائی ہے اور رو رو کر عرض کرتی ہے کہ اگر جہاں پناہ اپنی مہربانی سے نزدیک بلوائیں تو یہ لونڈی
کچھ حال اپنی واردات کا حضور میں ظاہر کرے اس بات کو سنتے ہی بادشاہ نے اسے بلوایا اور حال پوچھا اس نے

مجرا کر کے کہا کہ عمر و دولت خداوندی کی بڑھے اور مہر انصاف پھر حق پرستی پر تا قیامت جلوہ گر رہے کل دن کو اس لونڈی نے اس فقیر کی مہمانی کی تھی سو اس نے یہ غضب میرے سر پر ڈالا کہ پھر رات گئے اپنے چالیس فقیروں سمیت آ کر مجھ غریب بیکس کے گھر کو لوٹا دس بیس کو زخمی کیا دو چار کو مار ڈالا اور گیا اور بارہ لاکھ روپے کے قریب زر و جواہر نقد و اسباب لے گیا خدا اس کا منھ کالا کرے کہ اس قدر ظلم و ستم اس نے اس عاجزہ پر کیا اس سخن کے سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے نادان بیوقوف تجھے کچھ بھی شعور ہے جو ایسے ولی کو اس طرح کی تہمت لگاتی ہے وہ تمام جہان کی چیزوں سے نفرت رکھتا ہے حسن بانو نے پھر عرض کی کہ اے حضرت ایسے کافر کو ولی نہ کہیے یہ تو شیطان سے بھی زیادہ ہے آپ کیا ارشاد کرتے ہیں شعر

اس کو کس طرح سے کہیں انساں ؛ یہ ملعون زادہ ہے شیطاں ؛

اس بات کے سنتے ہی وہ اور بھی غضبناک ہوا اور تاؤ پیچ کھا کر کہنے لگا ارے کوئی ہے کہ اس بدبخت لڑکی کو میرے سامنے ہی سنگسار کرو کہ یہ اپنی سزا کو پہونچے تا اوروں کو عبرت ہو کہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ ایسے بزرگ کو اس وضع کی بات کہے اتنے میں ایک وزیر نیک جو اپنی جگہ سے اٹھا اور پایہ تخت بادشاہی کو چوم کر عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ یہ وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے کہ جس کے سر پر خداوند ہمیشہ دست شفقت اس کے باپ کے جیتے رکھتے تھے اور پیار کر کے اپنے پاس بٹھلاتے تھے آج اسے سنگسار کرتے ہو اگر اس کو مارو گے تو ان غلاموں کے دل سے خداوندی کی مہربانی اور بندہ پروری کا اعتماد اپنے فرزندوں کے حق میں اٹھ جائے گا بلکہ ہر ایک اس اندیشے سے ہلاک ہوگا کہ جہاں پناہ ہمارے بعد ہمارے فرزندوں سے بھی سلوک کریں گے جو آج اس کی لڑکی کے ساتھ کرتے ہیں اور اس خیال کو اپنے اپنے جی میں جگہ دے دے کر کنارہ کش ہوں گے اور فرصت پا کر بھاگ جائیں گے اغلب ہے کہ غنیموں سے ملیں اور خداوند سے دشمنی کریں حقیقت عرض کرنی واجب تھی عرض کی آگے جو مرضی خداوند کی اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا کہ اے دانشمند میں نے تیری سفارش سے اور برزخ سوداگر کی روح کی خاطر سے اس کی جان بخشی کی اگر یہ اپنا بھلا چاہتی ہے تو آج ہی اس شہر سے نکل جائے بلکہ حضور عالی سے لوگ جائیں اس کو دیس سے نکال کر آئیں اور زر و جواہر سے لے کر جھاڑو کے تنکے تک اس کے گھر کا مال و اسباب توشے خانے میں داخل کریں اس بات کو سنتے ہی فوج بادشاہی گئی اور اس کو اس کے گھر سے بے گھر کر کے مال و اسباب اس فقیر کے ہاتھ سے جو بچا تھا وہ سب کا سب لوٹ لائی اور وہ غریب تن تنہا وہاں سے نکل کر کسی جنگل میں دائی سمیت جا پڑی اور گھبرائی صحرا میں پھرتی تھی اور رو کر اپنی دائی سے یہ بھی کہتی تھی کہ اے مادر مہربان ایسی خطا مجھ سے کیا ہوئی جو میں اس عذاب میں پڑی وہ اس کو گلے لگا کر بلائیں لے کر یوں دلاسے دیتی تھی کہ بابا گردش فلکی

سے کچھ چارہ نہیں صبر کر اگر خدا فضل کرے گا تو پھر سب ہو رہے گا اسی صورت سے گریہ وزاری کرتی ہوئی اپنی دائی سمیت ایک اور جنگل میں جا پہونچی اور ایک درخت سایہ دار کے نیچے مارے دھوپ کے جا بیٹھی دو چار دن کی بھوکی پیاسی تو تھی ہی بے اختیار نیند آگئی تو وہ لڑکی اسی درخت کے نیچے خاک ہی پر سو رہی تو کیا خواب دیکھتی ہے کہ ایک شخص بزرگ صورت نیک خصلت سفید کپڑے پہنے عصائے سبز ہاتھ میں لیے گلے میں تسبیحیں ڈالے کھڑاؤں پہنے سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ بابا غم نہ کھا اور اندیشہ نہ کر وہ کریم کارساز ہے اُس سے کچھ عجب نہیں جو تجھے اسی مرتبہ کو پہونچا دے چنانچہ اس درخت کے نیچے سات بادشاہت کی دولت گڑی ہے سو حق تعالیٰ نے تیرے ہی واسطے یہاں چھپا رکھی ہے اب تو اُٹھ اور اس خزانے کو اپنے تصرف میں لا دل کو یاد خدا میں لگا اس نے کہا کہ میں ایک عورت ناتوان کیونکر اس زمین کو کھودوں اور کیونکر اس دولت بے شمار کو اپنے قبضے میں لاؤں اُس نے کہا تو ایک لکڑی سے قدرے کھود اور قدرت خدا دیکھ کہ وہ اس مشکل کو کیونکر آسان کرتا ہے اس بات کے سنتے ہی حسن بانو چونک اٹھی اور اپنی دائی سے یہ حقیقت کہنے لگی آخر کار اس نے اور اس کی دائی نے جو اُس درخت کی جڑ اپنے اپنے زور کے موافق ہلائی اور قدرے ایک لکڑی سے کھودی تو سات کنویں اشرفیوں سے بھرے اور صندوق ہر طرح کے جواہر سے معمور اُس موتی سمیت جو مرغابی کے انڈے کے برابر تھا دکھائی دیے حسن بانو اس دولت خداداد سے نہایت خوش ہوئی اور سجدہ شکر ادا کرکے اپنی دائی سے کہنے لگی کہ اماں جان تم اس گھڑی شہر کی طرف جاؤ اور ہمارے کنبے کے لوگوں کو اور کچھ تھوڑی بہت چیزیں کھانے پینے کی قسم سے لے آؤ اس نے کہا کہ جانی تجھے تنہا چھوڑ کر کیونکر جاؤں اور اُن کو لاؤں اگر تیرے پاس کوئی اور ہوتا تو مضائقہ نہ تھا مجھ کو یہ ڈر ہے کہ کہیں اور کچھ آفت نہ آئے اسی بات چیت میں دونوں تھیں کہ اتنے میں حسن بانو کا کوکا فقیری بھیس بنائے اُسی جگہ آنکلا اور بے اختیار اس کے پاؤں پر گر کے سر و چشم چومنے لگا اس نے اُس کو گلے سے لگا لیا اور رو رو کر دلاسا دیا اور کہا کہ تو خاطر جمع رکھ حق تعالیٰ نے اس قدر زر و جواہر بے شمار دیا ہے کہ جس کا حساب نہیں ہو سکتا تو اس وقت کچھ تھوڑا بہت خرچ راہ لے اور شہر میں جا کر جتنے میرے اقربا ہیں سب کو اس احوال سے آگاہ کر کے لے آ اور اچھے اچھے مزدور اور معمار بھی بلا لا کہ وہ ایک عمارت عالی شان تیار کریں کیونکہ یہ منظور ہے کہ میں ایک شہر بڑا بساؤں اور اس کا نام شاہ آباد رکھوں مگر یہ حال تو کسی پر ظاہر نہ کرنا وہ یہ بات سن کر کچھ تھوڑے بہت روپے لے کر شہر میں گیا اور اُس کے اقربا کو کہ جا بجا تباہ بھیک مانگتے پھرتے تھے اُن سبھوں کو بخوبی جمع کر کے اُس کے پاس لے آیا حسن بانو کو دیکھ کر وہ سب خوش ہوئے اور ایک خیمہ بہت بڑا کھڑا کر کے آپس میں رہنے لگے اس کاروبار کے بعد

جب اس نے فرصت پائی تب وہ پھر شہر میں آیا اور معماروں کے سرداروں سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ تم تھوڑے
کاریگروں کو اپنے ساتھ لے کر فلانے جنگل میں چلو مجھے کچھ تم سے کام ہے اس نے یہ بات قبول کر کے اپنے عملے
سمیت اس کی ہمراہی اختیار کی وہ ان کو اپنے ساتھ لیے ہوئے حسن بانو کے پاس آیا اس نے بہت تسلی اور
انعام دے کر جس کام کے واسطے بلوایا تھا اس میں لگا دیا چھ مہینے کے بعد جب ایک حویلی ستھری سی بن چکی
تب معماروں سے کہنے لگی کہ اب تم اس کے گرد شہر عالی شان کا ڈول ڈالو اور اسے آباد کرو انھوں نے
عرض کی کہ بادشاہ کی بے مرضی اتنا بڑا شہر یہاں بسانا اچھا نہیں یہ بات سنتے ہی حسن بانو لباس
مردانہ پہن کے ایک عربی گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑے سے پیادوں کو آگے رکھ ایک خوان جواہر اور
ایک مور یاقوت کا اپنے ساتھ لے کر شہر کی طرف روانہ ہوئی یہ خبر بادشاہ کو پہونچی کہ ایک سوداگر بچہ
نہایت عمدہ حضور کی قدمبوسی کی آرزو رکھتا ہے اور در دولت تک آ پہونچا ہے بادشاہ نے سنتے ہی
فرمایا کہ اس کو نہایت عزت و حرمت سے حضور میں حاضر کرو لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ امتیاز کے
ساتھ حضور میں لے آئے وہ مجرا گاہ میں کھڑی ہو کر آداب و قواعد بادشاہی سے تسلیمات و کورنشات
بجا لائی اور نذر کے خوان زیر تخت لگا کر مہربانی کی امیدوار ہوئی بادشاہ اس کو دیکھ کر خوش ہوا شفقت سے
احوال یوں پوچھنے لگا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور کس کام کو یہاں آئے ہو تمھارا نام کیا ہے وہ
ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی کہ میں فلانے سوداگر کا بیٹا ہوں قبلہ گاہی گردش فلکی سے فلانے شہر کے
قریب جہاز پر مر گئے میں اس آستانے پر جبیں سائی کی کمال آرزو رکھتا تھا آج طالع کی مدد سے حاصل
ہوئی جو یہاں تک پہونچا اس بات کا امیدوار ہوں کہ دامن دولت کے سایہ میں باقی عمر بسر کروں کیونکہ
اس در دولت سے مشرف ہونا سعادت دارین ہے اور نعمت کونین اور اس بات کی درخواست رکھتا ہوں کہ
اگر حکم ہو تو فلانے جنگل میں چند روز رہوں اور ایک شہر آباد کر کے اس کا نام شاہ آباد رکھوں بادشاہ اس
سخن سے نہایت خوش ہوا اور خلعت فاخرہ دے کر کہنے لگا کہ اے جوان صالح تیرے ماں باپ نہیں ہیں
تو آج سے ان کی جگہ مجھ کو سمجھ میری فرزندی میں تو داخل ہے جو چاہے سو کر جہاں چاہے وہاں رہ کچھ اندیشہ
خاطر میں نہ لا جو چاہے سو لے جا حسن بانو آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اے خداوند اگر اس غلام کو شہزادوں
میں شمار کیا ہے تو کسی عمدہ خطاب سے سرفراز فرمائیے تا حرمت و عزت زیادہ بڑھے کہ بہرام نام میرے لائق
نہیں جہاں پناہ نے اس سخن کو پسند کیا اور اس کا نام ماہرو شاہ رکھا پھر فرمایا اے فرزند ارجمند وہ جنگل
یہاں سے بہت دور ہے جی چاہتا ہے کہ ایک شہر اپنے نام سے تو شہر کے قریب آباد کرے اس میں
بخوبی رہے اس نے پھر عرض کی کہ جہاں پناہ وہ صحرا نہایت دلچسپ ہے اس کے سوا

نزدیک دارالسلطنت کے دوسرا شہر آباد کرنا ترک ادب ہے امیدوار فضل و کرم کا ہوں کہ معماروں کو حضور
سے ارشاد ہو جو اس جنگل میں شہر بساؤں بادشاہ نے ان کو حکم دیا بلکہ فرمایا کہ ہر کار رکن جائے اور اس
شہر کے آباد کرنے میں مشغول ہو وہ بھی ایک مہینے میں دو تین بار حضور کے حجرے کو آیا جایا کرتی تھی
اور ہر روز راج و مزدوروں کو انعام دے دے کر تقید کرتی تھی کہ جلدی کرو معطل نہ رہو وہ اس کے
بنانے میں رات دن مستعد رہتے تھے دو برس کے بعد ایک شہر عظیم آباد بنا گیا نام اس کا شاہ آباد رکھا کاریگروں کو بہت
سا انعام و خلعت دیکر رخصت کیا پھر تو حسن بانو اکثر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی کہ ایک دن بادشاہ کے
حجرے کو آئی اور وہ حضرت اس وقت درویش بزرگ صورت شیطان سیرت کے گھر جانا چاہتے تھے حسن بانو
کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اے فرزند آج جی چاہتا ہے کہ ہم تم دونوں اس بزرگوار نیک کردار کی خدمت
میں حاضر ہو کر سعادت دارین حاصل کریں کیونکہ ایسے غوث زمانہ کی زیارت نجات کی صورت ہے حسن بانو
نے عرض کی بسم اللہ کیجئے خداوندا ایک تو ایسے بزرگ کی قدمبوسی سے دونوں جہان کی خوبی حاصل ہوتی ہے
دوسرے جہاں پناہ کے ہمرکاب چلنا اس بات کے سوا میرے حق میں کیا بہتر ہے جو نہ کروں اور اس دولت
عظمیٰ سے ہاتھ اٹھاؤں مگر جی میں کہتی تھی کہ ایسے شیطان مجسم کی صورت دیکھنا روا نہیں لیکن کیا کروں
مطیع بادشاہ ہوں اس کے ساتھ چلنا ضرور ہے کہ اس کا گھر میرے واسطے خانۂ گور ہو حاصل مطلب
بادشاہ کے ساتھ اس فقیر کے گھر گئی اور بادشاہ اس کی تعریف اس شیطان کے آگے کرنے لگا جو کہ یہ ماہرو شاہ
کے نام سے مشہور تھی اپنا سر جھکا کر تعریفیں سنتی تھی اور چپکے چپکے کہتی تھی کہ اس قدر جو مجھ پر سرفرازی کی
مہربانی کرتے ہیں یہ سب زر و جواہر کی تعریف ہے نہیں تو میں وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہوں کہ جس کو
اپنے شہر سے بھی نکلوا دیا تھا اور مال و خزانہ لوٹ لیا تھا اتنے میں بادشاہ اٹھا اور اس فقیر سے
رخصت ہونے لگا ماہرو شاہ نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اگر پیر و مرشد اس کمترین کے گھر میں قدم رنجہ
فرمائیں تو عین سرفرازی اور بندہ نوازی ہے اور یہ بات بزرگوں کی خصلت سے بعید نہیں اس انسان صورت
شیطان سیرت نے کہا کہ بابا البتہ میں آؤں گا ماہرو شاہ نے پھر بادشاہ سے عرض کی کہ میری حویلی
شہر سے نہایت دور ہے شاہ صاحب کو تصدیع ہوگی صلاح یہ ہے کہ یہاں ایک حویلی برزخ سوداگر
کی جو قابل بادشاہوں کے ہے بالفعل خالی پڑی ہے اگر خداوند دو چار روز کے واسطے عنایت کریں تو
غلام ایسے ولی کی خدمت قرار واقعی کرے اور دولت بے زوال سے بہرہ مند ہو بادشاہ نے
کہا کہ اے فرزند ارجمند تو نے اس کی خبر کہاں سے پائی اس نے عرض کی کہ اکثر شہر کے رہنے والے اس کی
تعریف کرتے ہیں اور اس کا نام بھی بخوبی جانتے ہیں بادشاہ نے کہا کہ اے ماہرو شاہ وہ حویلی ہم نے

تجھی کو سخشی اس بات کے سنتے ہی وہ آداب بجا لایا اور اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر اس حویلی میں داخل ہوا
پھر اس کو بے مرمت دیکھ کر بے اختیار رونے لگا دیوار سے لپٹ لپٹ کر رو دیا اور لوگوں سے کہا کہ اس حویلی
کو مرمت کر کے جلد درست کر دو یہ کہہ کر اپنے شہر کو چلا گیا ایک مہینے کے بعد ضیافتوں کا سرانجام تیار کر کے
اس میں بھیجا اور کئی خوان سونے چاندی کے جڑاؤ باسنوں سمیت اور بہت سا اسباب زر تار و زر بفت اور
ایک بوم طلا اور ایک طاؤس یاقوتی اور بہت سا جواہر بیش قیمت اپنے ساتھ لایا پھر اپنے نوکر چاکر اس
حویلی میں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس گیا ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا جہاں پناہ یہ ارادہ ہے کہ چند روز
برزخ سوداگر کی حویلی میں رہوں سلام و مجرے کو بھی حاضر ہوا کروں لیکن کل اپنے پیر و مرشد
کی تواضع کر لوں بادشاہ نے فرمایا بہت بہتر یہ تیرا اختیار ہے بلکہ ہماری بھی بادشاہت اپنا ہی
جان وہ اٹھ کر آداب بجا لایا اور عرض کرنے لگا کہ اس قدر بندہ نوازی اور اتنی سرفرازی خداوندی کی
محض پرورش ہے فدوی ہر صورت سے بادشاہ عالم پناہ کا فرمانبردار ہے غرض بادشاہ سے رخصت ہوا اور اپنے باپ کے
گھر آ کر ضیافت کی تیاری کی پھر ایک آدمی سے کہا کہ تو جا کر اس سرکار فقیر کی خدمت میں اس عاجز کی طرف
سے بندگی عرض کر کہ کل اگر تشریف ارزانی فرماؤ تو گویا اس کمترین کو بے دام مول لو غرض وہ گیا
اور اس کے کہنے کے بموجب عرض کی اس نے اس بات کو قبول کیا صبح کو اسی اپنی عادت سے فقیروں
کو ساتھ لے سونے چاندی کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا چلا ماہروشاہ نے فرش مکلف اور مسند شاہانہ
سے پہلے ہی ایک مکان آراستہ کر رکھا تھا اس میں داخل ہوا ماہروشاہ نے اس کو مسند شاہانہ پر بٹھایا
خوان زر و جواہر مع طاؤس مرصع نذر دیے فقیر نے قبول نہ کیے تب اس کے تمام جواہر اپنے طاقوں
پر جڑوا دیے اس لیے کہ ان پر فقیر کی نظر پڑے تو اس کی طمع بڑھے پھر کئی خوان میوے کے منگوائے
اور ایک دسترخوان زربفت کا بچھوایا جڑاؤ سنگ یشب کے باسنوں میں طرح طرح کے اور قسم قسم کے کھانے
نکال کر چنے اور گنگا جمنی چلمچی آفتابے سے ہاتھ دھلا کر عرض کی کہ پیر و مرشد کچھ نوش کریں اور اس
کمترین کو سرفراز فرمائیں اس بات کو سن کر اس کوتہ اندیش نے ہاتھ بڑھایا اور اپنے انھیں چالیسوں فقیروں
کے ساتھ کھانا کھانا شروع کیا دو چار ہی لقمے کھا کر کہا کہ بس زیادہ کرو فقیر کو پیٹ بھر کھانا اچھا نہیں کیونکہ
اگر بہت کھائیں گے تو عبادت الٰہی نہ کر سکیں گے ماہروشاہ نے پھر عرض کی کہ پیر و مرشد اس کمترین
کی تسلی نہیں ہوتی دو چار نوالے آپ اور بھی تناول کریں اس نے کہا کہ بابا اتنا کھانا تیری خاطر
سے کھایا ورنہ تمام رات و دن میں دو چار دانے کھا لیتا ہوں آٹھ پہر یاد خدا میں مشغول رہتا
ہوں کیونکہ جو زیادہ کھاؤں تو عبادت کیا خاک کروں پر دل میں کہتا تھا کہ یہ اسباب سب کا سب اپنا ہے

کہاں جاتا ہے پھر ایک مرصع عطردان اور پاندان آگے لاکے رکھا اس نے عطر ملا گھڑی دو گھڑی کے بعد
رخصت ہو کے اپنے گھر آیا اور اُن چوروں سے کہنے لگا کہ یہ کھانا جب حلال ہوگا کہ ہم تم آج ہی رات
کو چل کر تمام اسباب چرا کے اپنے گھر لے آئیں سب اسی گفتگو میں تھے کہ رات ہو گئی تب اس نے چوروں کے کپڑے
پہنے اور انھیں چالیسوں کو ساتھ لے کر آدھی رات کو اس کی حویلی کی طرف چلا ماہرو شاہ نے اپنے لوگوں
سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ تم کچھ اسباب کہیں سے نہ سمیٹنا جہاں کا تہاں پڑا رہنے دینا مگر مستعد رہنا
اور ایک رقعہ شہر کوتوال کو بھی لکھ بھیجا کہ آج کی رات ڈاکہ پڑنے کی خبر ہے تم تھوڑے سے لوگ لے
کر جلد آؤ اور ایک کونے میں چھپے گھات میں رہو جس وقت اس حویلی سے شور و غل کی آواز بلند
ہو اسی گھڑی تم آپہونچنا اور چوروں کو باندھ لینا کوتوال اس خبر کو سنتے ہی سو دو سو پیادوں
سے اس کی حویلی کے داہنے بائیں آکر بیٹھ رہا کہ اتنے میں وہ اجل گرفتہ ایک دھاڑے کا دھاڑا لے کر
اس کی حویلی میں آ بیٹھا اور اسباب غارت کرنے لگا غرض ہر ایک نے ہر ایک طرح کے اسباب کا گٹھر باندھ کر
اپنے اپنے سر پر رکھا اور وہ درویش بھی اس طاؤس مرصع کو لے کر حویلی سے باہر نکلا پیادے تو اسی
تاک میں لگ رہے تھے اپنی اپنی جگہ سے کودے اور اُن کو باندھنے لگے جھٹ پٹ اُن سبھوں کی مشکیں
باندھ لیں اور گٹھریاں ان کے گلے میں ڈال دیں غرض اس قدر شور و غل ہوا کہ کوتوال خود چلا آیا انھوں
نے عرض کی کہ اب آپ بھی ان سے خبردار رہیں صبح کو حضور معلیٰ میں لے چلیں گے وہاں سے جو حکم ہوگا سو
کیا جائے گا حسن بانو ان دشمنوں کو گرفتار دیکھ کر نہایت خوش ہوئی اور اپنے نوکروں کو انعام دے کر
ٹھنڈے جی سے پاؤں پھیلا کر سو رہی اتنے میں صبح ہوئی بادشاہ نے برآمد ہو کر تخت سلطنت پر جلوس
فرمایا وزیر و امیر خان و نواب مجرا کر کے اپنے اپنے پائے پر کھڑے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا
کہ آج کی رات شہر میں کیا شور و غل تھا اتنے میں کوتوال اُن سبھوں کو باندھے ہوئے آپہونچا اور
آداب بادشاہی بجا لا کر عرض کرنے لگا جہاں پناہ آج آدھی رات گئے برزخ سوداگر کی حویلی
میں ڈاکہ پڑا تھا یہ نمک خوار اس حال کے دریافت کرتے ہی وہاں جا پہنچا اور ڈاکوؤں کو مع زر و جواہر باندھ
کر حضور اعلیٰ میں لے آیا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاید میں نے ان کو کہیں دیکھا ہے ظاہر صورت آشنا سے نظر پڑتے
ہیں وہ عرض کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں ماہرو شاہ آیا اور مجرا تو اعد بادشاہی سے کر کے ایک کرسی
جواہر نگار پر بیٹھ گیا بادشاہ نے پوچھا کہ اے فرزند ارجمند کیا تمھاری حویلی میں شب کو چور
آئے تھے اس نے کہا کہ جہاں پناہ کوتوال بروقت پہونچا نہیں تو گھر لٹتا اور میں مارا جاتا یہ بات
سن کر بادشاہ نے کہا کہ ان چوروں کو ہمارے سامنے لاؤ وہیں اسی طرح سے اُن کو باندھے ہوئے لے آئے

بادشاہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اے فرزند یہ تو ہمارے ازرق شاہ صاحب معلوم ہوتے ہیں اُن کو اور نزدیک
لاؤ غرض آگے آئے اور بخوبی پہچانے گئے تو وہی شاہ صاحب تھے اور وہی ان کے چالیسوں مرید پھر کوتوال
کو حکم کیا کہ تو ان کی گٹھریاں اور کمریں کھول اسباب دکھلا اس نے اُن کا جھاڑا لیا تو ہر ایک کے پاس سے
مال اور کمندیں اور پھانسیاں نکلیں بلکہ ازرق شاہ صاحب کی کمر سے طاؤس مرصع اور کئی پھانسیاں
ہاتھ آئیں بادشاہ اس حال کو دیکھ کر متعجب ہوا اور غضب سے کہنے لگا کہ ان کو ابھی سولی دو
کہ پھر کوئی ایسی دغا بازی نہ کرے وہاں زبان ہلانے کی دیر تھی جلادوں نے ہر ایک کا کام تمام کیا
حسن بانو نے جو دیکھا کہ دشمن اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا کرسی سے اٹھی اور ہاتھ باندھ کر
عرض کرنے لگی کہ جہاں پناہ یہ لونڈی موروثی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے حضرت نے اس فقیر
بے حیا کے واسطے اس لونڈی کو شہر بدر کیا تھا تب بھی اس عاجزہ کی تقصیر نہ تھی چنانچہ میرے
باپ کا تمام مال اس کے گھر میں ہے اگر خداوند اس کو کھدوائیں تو نکلے اور جھوٹ سچ اس لونڈی
کا حضور پر نور میں ظاہر ہووے بادشاہ نے حسرت سے انگلیاں کاٹیں اور فرمایا کہ ازرق کا گھر کھودیں
اور حسن بانو کو بہت سی تحسین و آفریں کی آخر کار جب اس کا مکان کھودا تو تمام مال برزخ سوداگر
کا نکلا حسن بانو نے اس کو بادشاہ کی نذر کیا اور عرض کی کہ خداوند یہ کمترین امیدوار اس بات
کی ہے کہ اگر آپ اس بیکس کے گھر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ لونڈی بہت کچھ رکھتی ہے سب کا
سب حضور عالی میں گزرانے اور اپنی حقیقت بھی ظاہر کرے بادشاہ نے اس کی عرض
قبول کی وہ حضور سے رخصت ہو کر اپنے ملک میں آئی اور تمام شہر کو آئینہ بندی کر و اسکے
محل کو بھی فرش سے آراستہ کیا دو تین دن کے بعد بادشاہ نے اس کے شہر کی طرف کوچ کیا جب
نزدیک جا پہونچا وہ اپنی سپاہ سمیت استقبال کو ایک تکلف کے ساتھ شہر کی طرف آئی اور قدم بوس
ہو کر بخوبی اہتمام کرتی ہوئی محل میں لے گئی ایک مسند شاہانہ پر بٹھا کر دوسرا طاؤس مرصع اور کئی خوان
زر و جواہر کے آگے رکھے بادشاہ ان کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا پھر اس نے ساتوں کنوئیں زر
سرخ سے بھرے ہوئے دکھلا دیئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اہلکاروں کو حکم ہو کہ اس مال و
اسباب کو چھکڑوں پر لدوا کر خزانۂ بادشاہی میں داخل کریں بادشاہ نے وزیروں سے کہا کہ تم
ابھی اس مال کو خزانۂ عامرہ میں یہاں سے اٹھوا کر بھیجو اور وہ متصدیوں سمیت کنوئیں پر گئے
دیکھتے کیا ہیں کہ زر سرخ سے مالا مال ہیں جونہی چاہا کہ اس کو نکال کر لادیں وہیں وہ زر
سانپ بچھو کی صورت ہو گیا وہ اس واردات سے ڈر کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس حال

کو ظاہر کیا بادشاہ حیران ہوا اور حسن بانو کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا تب حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند کچھ اندیشہ نہ کر حق تعالیٰ نے یہ مال اسباب تیری ہی قسمت میں لکھا ہے تو تمہارے دوسرا اس کو نہ لے سکے گا وہ ان تسلی آمیز باتوں سے خوش ہوئی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اگر حکم ہو تو یہ لونڈی اس دولت بے قیاس کو راہ خدا میں صرف کرے بادشاہ نے پروانگی دی اور اس سے رخصت ہو کر اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گیا تھوڑے لوگ سپاہ کے اس کی حفاظت کے واسطے وہاں چھوڑے اُس نے اسی روز سے ایک مسافر خانہ عالی شان بنوایا اور ہر ایک مسافر کو کھانا کپڑا نقد جنس دیتی اور رخصت کرتی چنانچہ جو کوئی کہیں کا ارادہ کر کے اس شہر میں آتا تھا یہ اس کو اس کی قدر کے موافق خرچ دے کر رخصت کر دیتی تھی کتنے دنوں میں مسافروں نے یہ چلن اور وصف اس کا ملک ملک اور گاؤں گاؤں میں مشہور کیا کہ ایک نئے شہر میں ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی ہے اور سخاوت اور مروت اس قدر رکھتی ہے کہ ہر ایک خدا کے بندے کا سر اپنے بار احسان سے جھکا دیتی ہے اور اپنی شیریں سخنی سے ہر ایک بشر کو غلام کر لیتی ہے حق تو یہ ہے کہ نہ ایسی سُنی ہے نہ دیکھی اور نوکر بھی اس کے امانت دار ہیں ہر ایک محتاج اور غریب کو روپے اور اشرفیوں سے نہال کر دیتی ہے اس کا نام اس زمانے میں سخاوت اور رحم کے باعث چاند اور سورج سے بھی زیادہ روشن ہے یہ خبر رفتہ رفتہ شہر خوارزم میں پہونچی وہاں کا بادشاہ بھی لشکر عظیم اور ملک وسیع رکھتا تھا ایک بیٹا اس کا منیر شامی نام چودہ برس کا نہایت حسین و خوبصورت تھا۔ اتفاقاً حُسن بانو کی سخاوت و خوبصورتی کا آوازہ اس لڑکے نے سُنا سنتے ہی عاشق ہو گیا اور ایک مصور کو بلوا کر کہا کہ میں اس قدر روپے تجھے دیتا ہوں نو شاہ آباد میں جا اور حُسن بانو کی تصویر جس طرح بنے اُس طرح کھینچ لا وہ کئی مہینے کا وعدہ کر کے اس سے رخصت ہوا اور شاہ آباد کے قریب جا پہونچا کئی نوکر حُسن بانو کے اسی کام کے واسطے مقرر تھے کہ وہ ہر ایک مسافر کو اپنے اپنے مکان لے جاتے تھے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے جب اس کو رخصت کرنے لگتے تب اُس کے پاس لے آتے تھے وہ اس کا احوال پوچھتی تھی اور اس کے حال کے مطابق خرچ دے کر رخصت کرتی تھی اسی صورت سے وہ لوگ اس کو بھی حُسن بانو کے پاس لے گئے تب اس نے ایک پردہ ڈال کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور کچھ احوال پوچھا اس نے عرض کی کہ میں اس بات کا امیدوار ہوں کہ یہ باقی عمر آپ کے سایۂ دولت میں بسر کروں اس نے کہا کہ تو کیا کام جانتا ہے اور کیا ہنر رکھتا ہے وہ بولا کہ میں مصوری کا کام ایسا جانتا ہوں کہ جس کی

چاہوں تصویر پس پردہ کھینچوں اس بات کو سُن کر اس نے نوکر رکھا تھوڑے دنوں کے بعد اس کو یہ خیال گزرا کہ اپنی تصویر کھنچوائیے اور اس کو دیکھیے اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا ایک دن اس کو بلوایا اور کہا کہ اے مصوّر میری تصویر بے دیکھے کھینچ اس نے کہا کہ آپ کوٹھے پر چڑھ بیٹھیں اور ایک لگن پانی سے بھر کر زیر دیوار رکھوا دیں میں پانی میں سے ذرا سا عکس دیکھ لوں تو تمھاری تصویر ہو بہو کھینچوں اس نے فرمایا ایک طشت پانی سے بھر کر جلد دیوار کے تلے رکھو دو نوکر نے وہی کیا تب وہ چڑھ گئی اور اُس کی پرچھائیں اُس میں پڑی مصوّر نے ایک نظر پانی میں اُس کی شبیہ دیکھ لی اور اپنے گھر آکر دو تصویریں کھینچیں جو تصویر کہ اچھی تھی سو تو اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کے حوالے کی اُس نے اس کو بھی پسند کر کے لے لیا اور انعام دے کر رخصت کیا مصوّر تھوڑے دنوں میں منیر شامی کے پاس جا پہونچا اور وہ تصویر اس کو دکھلا کر انعام کا امیدوار ہوا وہ اس کو دیکھتے ہی غش کر گیا جب ہوش میں آیا تب آہیں سرد دل پر درد سے کھینچنے لگا۔ دفعۃً یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ بہتر یہی ہے کہ اب نکل چلیے گو مرضی ماں باپ کی نہیں آخر کار آدھی رات کو فقیروں کا سا حال بنا کر اپنے گھر سے تن تنہا نکلا اور شاہ آباد کی طرف راہی ہوا ایک مدت کے بعد آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اٹھاتا اس شہر میں جا پہنچا پر کچھ نہ کھایا خبرداروں نے یہ خبر حسن بانو کو پہونچائی کہ ایک مسافر اس شہر میں ایسا آیا ہے کہ وہ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کچھ کسی سے بات کرتا ہے حسن بانو نے اس کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ اے مسافر شہر غریب تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا اور اس قدر زر و نقد کیوں نہ لیا اگر تو لے لیتا تو وہ پیسہ کہیں نہ کہیں تیرے کام ہی آ رہتا بھلا کچھ تو ہم سے لے اُس نے کہا کہ میں زر و جواہر کا محتاج ہو کر نہیں آیا ہوں میں بھی بہت سی دولت و حشمت رکھتا ہوں بلکہ شہر خوارزم کا شہزادہ ہوں اس نے کہا کہ اگر تو شہزادہ ہے تو فقیروں کا سا حال کیوں بنایا ہے بولا کہ میں تیری تصویر دیکھ کر دیوانہ ہو کر اپنی شہزادگی کو خاک میں ملا کر شہر سے نکلا خاک چھانتا یہاں تک آ پہونچا فقط آرزوئے وصال رکھتا ہوں جو بات سچ تھی کہی سو آگے تیری مرضی جو چاہے سو کر اس بات کو سُنتے ہی حسن بانو نے تامّل سے سر نیچے کر لیا ایک دم کے بعد کہا کہ اے جوان اس خیال کو اپنے دل سے دُور کر کیونکہ اگر تو خاک ہو کر ہوا کے ساتھ اڑتا پھرے گا تو بھی میرے ایک رونگٹے تک نہ پہونچے گا۔ مُنھ دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے مگر وہ شخص جو میری یہ ساتوں شرطیں پوری کرے تب شہزادہ بولا میں تیرے دروازے پر اپنی جان دوں گا وہ مسکرائی اور بولی کہ جان دینا آسان ہے پر میرا دیکھنا مشکل تب اُس نے کہا تم کو اپنی جان عزیز کی قسم ہے وہ سوال کون سے ہیں مجھ سے کہو

تب حسن بانو بولی پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے اس کا جواب دے اس نے
کہا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے یہ سخن کہتا ہے یہ بات سُن کر وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ کیا خوب اگر میں جانتی تو
تجھ سے کیوں پوچھتی شہزادہ سُن کر اپنے گریبان میں سر ڈال کر رہ گیا اور جی میں کہنے لگا اب کیا کروں بن دیکھے
ہوئے مکان کی طرف کیونکر جاؤں تب حسن بانو بولی اے عزیز یہی اندیشہ ہے تو میرے دیکھنے کے خیال کو دل
سے اٹھا دے اور جہاں چاہے چلا جا یہ سُن کر اُس نے کہا کہ اے سراپا ناز میرے حق میں تیرے شہر
کا رہنا اچھا ہے اور یہیں تیرے کوچوں کا مرنا مبارک ہے یہ سُن کر اُس نے کہا کہ ہم ایسے یاوہ گویوں
کو اپنے شہر میں نہیں رہنے دیتے اگر آپ سے جاتا ہے تو جا نہیں بے حرمت ہو کے نکلے گا شہزادہ اس گفتگو
سے مایوس ہوا اور ایک برس کا اس سے وعدہ کر کے چلنے کا قصد کیا تب سوداگر بچی نے جانا
کہ یہ اپنا نقد دل یہاں کھو چکا ہے۔ تھوڑے روپے خرچ راہ دیے اور نام پوچھا اُس
نے کہا منیر شامی ایک بارگی روتا پیٹتا سر بہ صحرا چلا کسی جنگل میں جا کر ہنس دیتا کسی پہاڑ
سے سر ٹکرا کر کبھی رو دیتا پر قدم بڑھاتا ہی جاتا تھا اور یہی اُس فتنہ انگیز کے یہاں اسی صورت
سے کتنے ہی شہزادے اور وزیر زادے آئے اور انہیں سوالوں میں گرفتار ہو کر کتنے کافور
ہو گئے اور بہتیرے مر گئے پر اس کے سوال ایک بھی پورے نہ کر سکا۔ القصہ منیر شامی اس کی
تصویر اپنی بغل میں دابے ہوئے جنگل میں بگولے کے مانند پھرتا تھا پر کہیں مطلب کا کھوج نہ پاتا تھا تو
اتفاقاً پھرتے پھراتے ایک دن متصل یمن کے ایک جنگل میں جا نکلا اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر ابر بہار
کے مانند زار و نزار رونے لگا حاتم بھی اُسی روز وہیں شکار کھیلنے گیا تھا اتنے میں ایک آواز
دردناک اُس کے کان میں پڑی اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اس آواز کی خبر لاؤ دیکھو تو اس بیابان
میں ایسا ستم رسیدہ کون ہے جو اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے۔ غرض کئی شخص گئے اور آ کر
عرض کرنے لگے اے خداوند ایک شخص نوجوان خوبصورت فقیروں کی شکل فلانے درخت کے نیچے
بیٹھا روتا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے نہ کسی سے کچھ بولتا ہے حاتم اس بات کو سنتے ہی اس کی طرف آیا
چپکا کھڑا رہا دور سے تماشہ دیکھنے لگا وہ بے خبر رو رو کر آہیں بھرتا تھا اور اپنے جگر کے ٹکڑے کرتا تھا
یہ حالت اس کی دیکھتے ہی بیتاب ہو گیا آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور اپنے جی میں کہنے لگا یا الٰہی اس پر کیا
حادثہ پڑا ہے جو اس کا ایسا حال ہو گیا ہے غرض اپنے گھوڑے سے اُترا اس کے سرہانے جا کر کھڑا ہوا اور رحم
سے پوچھنے لگا کہ اے جوان رعنا تجھ پر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو تیری یہ حالت ہے اس نے سر اٹھا کر
جو دیکھا تو دیکھا کہ ایک شخص نوجوان مہ جبیں سرو قد با زلف مشکیں بادشاہوں کی سی پوشاک

اپنے ہوئے احوال پوچھتا ہے جب اُس نے اُلفت و شفقت کے ساتھ اُسے دیکھا بے اختیار بول اُٹھا اے بھائی کیا کہوں طاقت تقریر کی نہ قدرت تحریر کی ہے اس کے سوا ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو میرا دردِ دل سُنے اور اس کا علاج کرے حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ اور مجھ سے کہہ کیونکہ میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے تیرے بھی کام کرنے میں قصور تا بمقدور نہ کروں گا اگر دولت دنیا درکار ہے تو ابھی لے اور جو کسی دشمن نے ستایا ہے تو اس کو میرے سامنے کر دے یا ماروں گا یا آپ ہی مر جاؤں گا اگر معشوق کے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو وہ بے سعی نہیں مل سکتا ہے اس کی تدبیر کروں گا خدا کے فضل سے اُس کو بھی تجھ سے ملا دوں گا اگر سر کا طالب ہے تو یہ بھی حاضر ہے منیر شامی نے جو اس ڈھب کی باتیں سُنیں آفرین و مرحبا کہہ کر دعائیں دیا اور کہا کہ اے جوان صاحب خدا تو سلامت رہے جو ہم غریبوں کو دلاسے دیتا ہے یہ کہہ کر وہ تصویر اپنی بغل سے نکالی اور اُسے دکھا کر پوچھا کہ اب تو ہی بتلا کہ بن دیکھے اس کے کیونکر جیوں اور اپنا حال تباہ کس طرح نہ کر لوں حاتم نے جو وہ شکل دیکھی جھجک کر رہ گیا پھر کہنے لگا کہ حق بہ طرف تیرے ہے پر اتنا بیتاب نہ ہو ذرا صبر کر خاطر جمع رکھ خدا سے دھیان لگا نا اُمید نہ ہو میں بھی تیرے کام میں قصور نہ کروں گا جب تک تیرا یار تجھ سے نہیں ملاتا تب تک تیرا ساتھ نہیں چھوڑتا

تصویر حاتم کا لے جانا منیر شامی کو اپنے شہر یمن میں اور تسلی دینا



غرض اسی طرح تسلی دے کر ڈھارس بندھا کر اپنے ہمراہ یمن میں لے گیا وہاں حمام کروا کے پوشاک بدلوائی ضیافتیں کھلائیں ناچ دکھلائے دو چار روز اس طور پر بھی مشغول رکھا پھر ایک دن اُسے اُداس دیکھ کر کہا اے عاشق صادق میں تجھے ٹالتا نہیں اب تیرے مطلب کی تلاش کرتا ہوں اور کوشش کی کمر باندھتا ہوں شہزادہ بولا میرے کام کا آغاز انجام نہیں رکھتا میں روادار نہیں کہ تو عیش و عشرت چھوڑ کے اور آپ کو محنت و مشقت میں ڈالے حاتم بولا کہ تو نہیں چاہتا تو نہ چاہ مگر میں اپنے سخن کو تا بمقدور نباہوں گا اور تجھے تیری محبوبہ سے اگر جیتا بچا تو ملاؤں گا غرض اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے فرمایا کہ جس صورت سے مسافروں کو مکان بھوکوں کو کھانا اور ننگوں کو کپڑا مفلسوں کو خرچ میرے سامنے ملتا ہے۔ اسی طرح میرے آنے تک ملے جائے یہ کوئی نہ کہے کہ حاتم اس شہر میں نہیں اب کون کسی کو دے اس امر میں تساہل اور تغافل نہ کرنا بلکہ یہ کاروبار بخوبی جاری رکھنا اس طرح ان کو سمجھا بجھا دیا اور آپ منیر شامی کے ساتھ شاہ آباد کا رستہ لیا کتنے دنوں میں وہاں جا پہونچا حسن بانو کے لوگ جو مہمان داری پر مقرر رہتے پیشوائی کو آ کر اُس کو مہمان سرا میں لے گئے قسم قسم کے کھانے لے جا کر رو برو رکھے اشرفی اور روپے بھی بہت سے حاضر کئے اور بہ منت و سماجت التماس کیا کہ آپ بے تکلف کھانا نوش جان کیجئے اور زر سُرخ و سفید جس قدر درکار ہوں بے تامل لیجئے اُس نے کہا اے بندگان خدا میں محتاج روٹی کا اور طالب زر و جواہر کا ہو کر نہیں آیا ہوں حق تعالیٰ نے بہت سے روپے دیے ہیں اور بہت سے ملکوں کا سردار کیا ہے میری تو آرزو بڑی ہے لوگوں نے اس بات کو سُن کر حُسن بانو سے کہا کہ حاتم نام ایک شخص تازہ وارد تمھارے سوالوں کا جواب دینے پر مستعد ہے لیکن منیر شامی بھی اس کے ساتھ ہی اس نے اس ذکر کو سُن کر اُن دونوں کو بلوا لیا جب وہ آئے تب چلمن کی اوٹ میں ہو بیٹھی اور پوچھنے لگی تمھارا کیا حال ہے حاتم نے کہا کہ شکر ہے جیتے تو ہیں لیکن اے مہ لقا اپنے مبتلا کو ذرا صورت دکھا کہ اس کے دل کو اندک تسکین ہو جائے اور کچھ زندگانی کا پھل پائے وہ بولی اے بندۂ خدا میں نامحرم کے سامنے کیونکر ہوں اور کس طرح سے اپنا دیدار دکھاؤں مگر ہاں جو کوئی یہ ساتوں سوال پورے کرے گا وہی عقد کے بعد میرے گلشن عیش سے گل راحت چنے گا اور شراب وصل پیئے گا تب حاتم نے کہا کہ وہ کون سے سوال ہیں اپنی شیریں زبان سے بیان کرو اُس کے ساتھ یہ قول بھی دو کہ اگر ان سوالوں کو پورا کروں تو تمھ کو جسے چاہے بخش دوں اُس نے اس بات کو مانا اور اقرار بخوبی کیا پھر ایک دستر خوان پاکیزہ بچھا کر

طرح بہ طرح کے کھانے کھلوا کر تھوڑے بہت روپے دیے اور رخصت کے وقت یہ کہا کہ اے حاتم پہلا سوال تو یہ ہی کہ ایک بار دیکھا ہی دوسری دفعہ کی ہوس ہی اس کی خبر لا کہ وہ کون ہی اور کہاں ہے اور اس نے ایسا کیا دیکھا ہی کہ دوبارہ جس کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے پہلے اس کو پورا کر پھر دوسرے کی فکر کیجیو حاتم نے اس بات کے سنتے ہی منیر شامی کو اس کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے جب تک میں یہاں نہ آؤں تب تک اس کو اپنی مہمانی میں رکھنا اور خاطر داری کرنا یہ کہہ کر حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور منیر شامی کو مہمان سرا میں چھوڑ کر کسی طرف کو چلا

پہلا قصہ حاتم کے جانے کا اور پہلی شرط بجا لانے کا

القصہ جب حاتم تھوڑی دور گیا تب اپنے جی میں کہنے لگا اب میں کیا کروں اور کس سے کہوں بے دیکھے بھالے کدھر جاؤں اور اس عقدے کی گرہ کیونکر کھولوں مگر برائے خدا یہ مشکل اپنے اوپر لی ہے اور وہی آسان کرے گا مجھ سے تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر توکل بخدا آگے بڑھا اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا قریب ہے کہ ایک ہرنی کو پکڑے اور پھاڑ چیر کر کھا جائے اس بیکسی میں جو اس نے اس ہرنی کو دیکھا جلد جا کر ایک آواز سہم ناک سے پکار کر کہا اے نابکار خبردار کیا کرتا ہے یہ غریب بچے والی ہی دودھ اس کی چھاتیوں سے بہا جاتا ہی وہ اس بات کو سن کر ڈرا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ شاید تم حاتم ہو جو ایسے وقت میں اس کے آڑے آیا وہ بولا تو نے کیونکر جانا اس نے کہا کہ میں نے تیری ہمت اور شفقت سے پہچانا لیکن تمام ملک میں یہ بات مشہور ہی کہ تو ہر ایک مخلوق کے حق میں احسان کرتا ہی یہ سبب معلوم نہیں ہوتا کہ تو نے میرا شکار آج میرے منہ سے کیوں چھڑایا تب حاتم نے کہا تو کیا چاہتا ہی وہ بولا میری خوراک گوشت ہی جو پاؤں تو کھاؤں حاتم نے کہا بہتر جہاں کا گوشت چاہی وہاں کا میرے بدن سے کاٹ کر کھا اور اپنا پیٹ بھر کر چلا جا اس نے کہا شیرین کا گوشت بے ہڈی ہوتا ہے اگر وہ دو تو خوب سا چکھوں اور دعائیں دوں تب حاتم نے اسی گھڑی خنجر کمر سے کھینچ لیا اور ایک لوتھڑا چوتڑ سے کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا وہ گوشت اس نے کھایا اور سیر ہو کر کہا اے حاتم ایسی کیا مصیبت پڑی جو تو نے یمن سے شہر کو چھوڑا اور اس قدر تکلیفیں اٹھا کر اس جنگل خونخوار میں آ پڑا تب حاتم نے یہ جواب دیا کہ منیر شامی حسن بانو پر عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہی جو کوئی ان کو پورا کرے گا اسے قبول کرے گی میں نے للہ اس کام پر کمر باندھی ہے چنانچہ پہلا سوال اس کا یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے ایک بار دیکھا ہے

دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے نہیں جانتا کہ وہ مکان کہاں ہے اور وہ شخص کون ہے اور ایسا اُس نے
کیا دیکھا ہے کہ جسے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتا ہے پر خدا کی طرف لو لگائے سر بصحرا چلا جاتا ہوں
کہیں تو کھوج اس کا ملے گا اس بات کو سُنکر بھیڑیے نے کہا اے جوان میں اُس مکان کو جانتا ہوں
اکثر بزرگوں کی زبانی اس کا پتہ پایا ہے اس کا نام دشت ہویدا ہے وہاں جو جاتا ہے سو تمام دن پھرتا ہے
اور یہی آواز سُنتا ہے حاتم نے کہا کہ وہ دشت کہاں ہے بھیڑیا بولا کہ یہاں سے تھوڑی دور جا کر
دو رستے ملیں گے تو بائیں ہاتھ کی راہ چھوڑ کر داہنے رستے پر ہو لینا یقین ہے کہ وہیں پہونچے گا اور اپنا
مدعا حاصل کرے گا ہرنی اس کو دعائیں دیتی ہوئی چلی اور وہ بھیڑیا بھی اس سے رخصت ہوا
پر وہ دونوں اس کی جواں مردی اور سخاوت پر عش عش کرتے تھے دو چار ہی قدم بڑھا ہوگا کہ درد کے
باعث سے پاؤں لڑکھڑا گئے ناچار ایک درخت کے نیچے گر کے تڑپنے لگا وہاں ایک گیدڑ کا بھٹ
تھا اور وہ اپنی مادہ سمیت خوراک کے واسطے گیا تھا دو چار گھڑی کے بعد جو چرچگ کر آیا اور حاتم
کو اپنی جگہ تڑپتے پایا تب مادہ نے اس سے کہا کہ یہ آدمی زاد کہاں سے آیا ہے اب اس مکان کو
چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ غیر جنس سے موافقت کس طرح ہو اور صحبت کب نبھے مثل مشہور ہے آدمی سے
حیوان کو کیا نسبت گیدڑ نے کہا کہ اے مادہ شاید یہ جوان حسین حاتم ہے اور دشت ہویدا کی خبر کو
جاتا ہے اب چوتڑ کے درد سے اس درخت کے نیچے گر پڑا ہے اور تڑپ کر جی دیتا ہے وہ بولی کہ تو نے
کیونکر دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سُنا ہے کہ فلانی تاریخ فلانے روز اس
جگہ حاتم کا گزر ہوگا اور اس درخت کے تلے اذیتیں کھینچے گا سو وہ تاریخ یہی اور وہ دن یہی ہے
اس نے کہا کہ اس کا حال سچ کہہ وہ بولا کہ یمن کا شہزادہ ہے اور بڑا سخی فلانے جنگل میں ایک ہرنی بچے
والی چرتی تھی اور ایک بھیڑیا اس پر لپکا اُس نے اپنے چوتڑ کا گوشت دے کر اس بھیڑیے سے وہ ہرنی
چھڑائی اور اپنے اوپر یہ مصیبت لی اُس نے کہا کہ انسانوں میں کب ایسے صاحب مروت ہوتے ہیں
اور کب کسی کی بیکسی پر رحم کھاتے ہیں اس نے جواب دیا کہ برائے خدا یہ کیا کہتی ہے انسان ہر ایک مخلوق
پر بزرگی رکھتا ہے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے خصوصاً حاتم نہایت اہل ہمت و صاحب مروت و قدردان
و خدا پرست ہے سخاوت بھی اس قدر رکھتا ہے کہ اپنا گوشت دے کر جان بچا دی اُس نے جو اتنی خوبیاں اس کی
سنیں تو کہا کہ یہ ایسے زخم سے کیونکر اتنی دور جائے گا گیدڑ نے کہا کہ اگر پریدہ کے سر کا بھیجا اس کے
زخم پر لگے تو یہ بات کہنے میں اچھا ہو جائے پر یہ بہت مشکل ہے اس واسطے کہ وہ ایک جانور ہے
دشت مازندران میں کہ جسم اس کا مور کے مانند اور سر آدمی کا سا جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے

اور شربت پلاتا ہے تو وہ مست ہو کر ناچنے لگتا ہی اور تماشا دکھلاتا ہی بعضے آدمی صحبت اُس سے ایسی رکھتے ہیں جیسی عورتوں سے یہ سُن کر وہ بولی کہ ایسا کون شخص ہی جو اس کا سر کاٹ کر لا دے اور حاتم کو اچھا کرے اس نے کہا اگر تو سات روز دن کو دن نہ سمجھے اور نہ رات کو رات جانے اور نہ کھانہ نہ پیوے اور آٹھوں پہر اس کی خبر گیراں رہے تو میں جاؤں اور اس جانور کا سر کاٹ لاؤں اس نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہی کہ انسان پر حیوان کا احسان ہو غرض وہ دونوں کو چھوڑ کر وہاں گیا جب دشت مازندران میں وارد ہوا اور اس کو کسی درخت کے نیچے سوتا پایا نزدیک جا کر اس کا سر اس زور سے کھینچا کہ بدن سے جدا ہو گیا پھر اس کو لیے ہوئے اپنے وطن پر آ پہونچا مادہ بھی اسی صورت سے اس کی خبرداری میں مستعد رہی چنانچہ اُس کے آنے تک اُس نے چڑیا کے بچے کو بھی اس کے پاس آنے نہ دیا اور رات دن اس کے سرہانے بیٹھی جاگا کی۔ حاتم بھی پڑے پڑے اس کی محنت و مشقت کو دیکھا کرتا تھا کہ اتنے میں گیدڑ نے پرید جانور کا سر لا کر مادہ کے آگے رکھ دیا اُس نے وہ سر توڑا اور اُس کا مغز حاتم کے چوتڑ پر لگا دیا وہ زخم وہیں بھر آیا اور درد جاتا رہا حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور اسکی طرف دوڑ کر کہنے لگا کہ اے حیوان یہ مجھ پر بڑا احسان کیا تو نے مگر خوب نہ کیا کہ میرے واسطے ایک جانور کی جان لی اس کا عذاب مجھ پر ہوگا۔ میں خدا کو کیا منھ دکھاؤں گا اس بات کو سُن کر اس نے کہا کہ یہ گناہ میری گردن پر ہی تو کچھ اندیشہ نہ کر کیونکہ ہم بھی اپنے خالق کو جانتے ہیں وہ اسی گفتگو میں تھے کہ اتنے میں حاتم نے کہا کہ اگر تم نے مجھ پر احسان کیا ہی تو کچھ مجھ سے بھی کہو تا کہ میں بھی اس کو بجا لاؤں اور اس کام کو بخوبی کروں گیدڑ بولا کہ اے جواں مرد اس جنگل کے قریب کفتاریں رہتی ہیں اور ہمارے بچے ہر سال کھا کھا جاتی ہیں ہمارا اُن کا قابو نہیں چلتا جو اُن کو مار کر اپنے بچے بچائیں اگر تو ان کو مارے اور ہمارے سر سے یہ آفت ٹالے تو بڑا احسان کرے بلکہ بے دام مول لے حاتم نے کہا کہ تم مجھ کو ان کا مکان دکھا دو میں تا مقدور قصور نہ کروں گا وہ مکان وہاں سے چھ کوس پر تھا غرض وہ حاتم کو لے کر گیا اور دکھا کر آپ کسی جھاڑی میں چھپ رہا حاتم آگے گیا اور اُس جگہ کو خالی پا کر بیٹھا کہ اتنے میں ایک جوڑا آیا تو دیکھتا کیا ہی کہ ایک آدمی ہمارے مکان پر بیٹھا ہی اس بات کو دریافت کر کے دونوں آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ اے شخص یہ جگہ تیری نہیں جو تو یہاں بھانے امیر ہو کر آ بیٹھا اگر اپنا بھلا چاہتا ہے تو اُلٹے پاؤں پھر جا نہیں تو ابھی تکا بوٹی کر لیتے ہیں اس نے کہا کہ اے نادانو میں مردم آزار نہیں ہوں اور نہ میں شکار ہوں تم مجھ سے اتنا کیوں ڈرتے ہو اگر یہ مکان تمھارا ہی تو تمھیں مبارک رہے شوق سے آرام کرو کفتاروں نے کہا کہ آدمی کو مروت سے کیا کام تو ہم کو فریب دے چلا جا نہیں تو رنج کھینچے گا اور

مارا جائے گا حاتم نے کہا کہ اے حیوانو برائے خدا جیسی اپنی جان جانتے ہو ویسی ہی غیر کی بھی جانو یہ کیا ناانصافی ہے جو گیدڑ کے بچوں کو مارو اور آپ کو پالو وہ بولے کہ اے جوان تو کیا اس گیدڑ کا حمایتی ہو کر ہم سے لڑنے آیا ہے اُس نے کہا خدا کی قسم میں ان کا حمایتی بن کر نہیں آیا ہوں بلکہ منت کرتا ہوں کہ تم اس کے بچوں کے کھانے سے توبہ کرو اور غضب خدا سے ڈرو وہ بولے کہ اے انسان تو ان کا غم کھاتا ہے کوئی دم میں وہی حال تیرا بھی ہوتا ہے اس بات کو سن کر حاتم نے کہا از برائے خدا اُس کے بچوں کے بدلے مجھے کھاؤ مگر اُن بچوں کے کھانے سے ہاتھ اُٹھاؤ وہ بولے کہ اُن کو تو کھائیں گے پر آج تجھ کو بھی نہ چھوڑینگے حاتم نے کہا قسم ہے تم کو خدائے معظم کی کہ جس نے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے تم گیدڑ کے بچوں سے باز آؤ وہ کریم روزی رساں ہے بہر صورت تمھیں رزق پہونچائے گا وہ بولے کہ ان کو کب چھوڑتے ہیں ابھی تجھے کب سلامت جانے دیتے ہیں تو حاتم نے معلوم کیا کہ یہ کمبخت سخت دل ہیں خدا کی بھی قسم نہیں مانتے ان کو مارا چاہیئے یہ سمجھ کر وہ مارے غصے کے لال ہو گیا اور اپنی جگہ سے اچھل کر ان دونوں کی گردن پکڑ کر زمین پر دے پٹکا اور جی میں کہا کہ اب ان کو کیونکر ماروں کیونکہ میں نے آج تک نہ کسی کو مارا ہے اور نہ کسی کو دکھ دیا ہے پر انھوں نے خدا کی قسم سے انکار کیا ہے کچھ سزا دیا چاہیئے اس بات کو جی میں ٹھہرا کر خنجر کمر سے کھینچا منہ سے ان کے دانت توڑے اور پنجوں سے ناخن کاٹ ڈالے پھر سجدۂ شکر ادا کر کے دعا مانگی کہ الٰہی ان حیوانوں کا درد دور کر یہ دعا اسکی جناب الٰہی میں قبول ہوئی اسی گھڑی دونوں کا درد جاتا رہا پھر اُس نے ان کو کھول کر آزاد کیا وہ رو رو کر کہنے لگے کہ اب ہم کو رزق کیونکر ملے گا

تصویر حاتم اور گیدڑ اور اُن دونوں گفتاروں دندان شکستہ کی



اور ہم کیونکر جئیں گے حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہ کرو خدا رازق ہی وہ کسی نہ کسی ڈھب سے پہونچا دیگا اتنے میں وہ گیدڑ سامنے سے آکر کہنے لگا کہ آپ خاطر جمع رکھیں کہ آج کے دن سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمہ ہوا ہم جہان میں جب تک جیتے رہیں گے تب تک جہان سے پائیں گے وہاں سے لاکر ان کو کھلائیں گے یہ بات سُن کر حاتم اُن سے رخصت ہو کر آگے بڑھا اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ اے گیدڑ یہ مروت سے دُور ہی جو حاتم دشت ہویدا کو تنہا جائے اور تو اس کا ساتھ نہ دے اس سخن کے سُنتے ہی وہ دوڑا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے حاتم میں بھی تیرے ساتھ دشت ہویدا کو چلوں گا اُس نے کہا اے حیوان میں تیرے ایک احسان سے گردن اُٹھا ہی نہیں سکتا دوسرا بوجھ کیونکر لوں اور اپنے واسطے تجھے وطن سے آوارہ کس لیے کروں برائے خدا تو ان باتوں سے باز آ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا تو ساتھ ہی دینے پر مرتا ہی تو یہی احسان بہت ہی کہ مجھے راہ راست بتادے اُس نے کہا جو رستہ نزدیک ہی اس میں بہت سی آفتیں ہیں اور دوسری راہ دور دراز ہی مگر اس میں اس قدر خطرہ نہیں اس واسطے میں تیرے ساتھ چلنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو بتا دوں آگے تیری خوشی اس نے کہا کہ خدا راہ نزدیک کی مشکل مجھ پر آسان کر دے گا تب گیدڑ نے کہا کہ جو راہ تیرے آگے آتی ہی وہی نزدیک ہی اگر سلامت رہی گا تو دشت ہویدا کو پہونچے گا حاتم اس کو رخصت کر کے آگے چلا ایک مدت کے بعد ایک چوراہا دکھائی دیا یہ وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں اور اس جنگل میں خرس بادشاہت کرتا تھا تمام ریچھ ہی رہتے تھے اتفاقاً سو دو سو ریچھ اُس جگہ سیر کرنے آئے تھے حاتم کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور پکڑ کے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے وہ دیکھ کر خوش ہوا اور کہنے لگا کہ تم ہمارے پاس بیٹھو اور اپنا حال کہو کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کیا نام رکھتے ہو ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہی کہ شاید یمن کے بادشاہ حاتم ہو اس بات کو سُن کر اُس نے کہا کہ یہ تو تم سچ کہتے ہو میں حاتم بن طے ہوں برائے خدا اس جنگل میں آنکلا ہوں اس نے کہا تمھارے آنے سے میں بہت راضی ہوا جو تم یہاں تشریف لائے اب میں اپنی بیٹی تمھیں بیاہوں گا کیونکہ اس جنگل میں میری دامادی کے لائق کوئی نہ تھا مگر تم آئے ہو اس بات کو سُن کر اُس نے اپنا سر جھکا دیا اور سوچ میں گیا بادشاہ نے کہا تو جواب نہیں دیتا شاید میں تیرے خُسر ہونے کے لائق نہیں ہوں تب اُس نے کہا کہ میں انسان اور تو حیوان میرے تیرے موافقت کیونکر ہو وہ بولا اے حاتم شہوت کی لذت میں انسان اور حیوان ایک ہیں تو کچھ اندیشہ نہ کر اور میری لڑکی تجھی سی ہے اُس نے اپنے دو چار خرسوں سے کہا کہ تم لڑکی کو عروسی گہنے اور کپڑے

سے سنوار اور دلھن بنا کر فلانے حجرے میں بٹھاؤ وہ اس لڑکی کو بنا سنوار کر اُس حجرے میں لیگئے پھر حاتم کو بھی وہاں لے آئے اس نے جو ہیں اُس پری پیکر رشک قمر کو دیکھا متعجب ہو کر مجلس میں پھر آیا اور کہنے لگا کہ اے خرس تو بادشاہ ہی اور میں فقیر اگر اس شہزادی کو اپنی جورو کروں نہایت ترک ادب ہے اس نے کہا کہ اس بات کو قبول کرو اور حیا و حجت چھوڑ دو کہ تم بھی شہر یمن کے شہزادے ہو وہ متفکر ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ ہائے ظالم میں کس بلا میں پڑا اب کیا کروں میں ایک کام کے واسطے شہر سے نکلا ہوں اگر اپنا بیاہ کر کے رنگ رلیاں مناؤں گا تو وہاں منیر شامی میرا انتظار کھینچ کر مر جائیگا میں خدا کو کیا جواب دوں گا بادشاہ خرس نے جو پھر اُسے سر بزانو دیکھا تو پوچھا کہ اے جوان خوش رو اگر اس بات کو قبول نہ کرے گا تو قیامت تک نہ چھوٹے گا اسی قید شدید میں مر جائے گا اس نے اس بات کا بھی جواب نہ دیا اور سر اٹھا کر نہ دیکھا تب شاہ خرس نے غضبناک ہو کر اپنی قوم سے کہا کہ اس کو فلانے غار میں ڈال دو اور اُس کے منھ پر ایک سل سنگ خارا کی رکھوا دو اور خبردار رہو اس کلام کے سنتے ہی کتنے دوڑے اور حاتم کو اس اندھیرے گڑھے میں بند کر کے اس کے منھ پر ایک بھاری پتھر رکھ آئے وہ اس غار میں بھوکا پیاسا حیران تھا کہ سات دن کے بعد خرس کے بادشاہ نے پھر اُسے بلوا کر اپنے پاس بٹھلایا اور سمجھا بجھا کر کہا کہ اے حاتم میری لڑکی کو قبول کر وہ پھر سر بزانو ہوا اور اس سخن کو خاطر میں نہ لایا تب اس نے ایک خوان میوے کا منگوا کر اس کے آگے رکھا وہ بھوکا تو تھا ہی بے اختیار کھانے لگا جب خوب سا اس کا پیٹ بھرا تب اُس نے کہا کہ اے جوان اس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا اور حظ زندگانی کا اٹھا حاتم نے کہا یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ انسان کو حیوان سے کیا نسبت اُس نے پھر اپنے ریچھوں سے کہا کہ اُسی غار میں ڈال دو انھوں نے اُسی طرح کیا وہ کئی دن تک بے آب و دانہ قید میں رہا اتفاقاً ایک شب خواب میں وہ نیم جان کیا دیکھتا ہی کہ ایک پیر مرد سرہانے کھڑا کہتا ہی کہ اے حاتم کیوں اپنی جان خواہ مخواہ اس اندھے کنوئیں میں گنواتا ہی اور نہیں جانتا کہ تو کس کام کے واسطے آیا ہی جبتک اس کی لڑکی کو قبول نہ کرے گا تب تک قید سے نہ چھوٹے گا اس بات کو سن کر اُس نے کہا کہ اے بزرگ اگر میں اُس کی لڑکی سے اپنا بیاہ کروں گا تو وہ مجھے کب فرصت دے گی جو میں آپ کو اُس کام میں لگاؤں گا اس نے کہا کہ اے حاتم تیرا چھٹکارا اسی میں ہی بے خطرے کر گزر اور نہیں تو اسی قید میں مر جائے گا تجھ کو لازم ہی کہ اس کی بیٹی کو راضی اور خوش کرے وہی تجھ کو بخوبی رخصت دلوا دیگی یہ خواب دیکھتے ہی وہ چونک پڑا اتنے میں پھر بادشاہ خرس نے اُس کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ اے حاتم تیرے حق میں یہی بہتر ہی کہ میری لڑکی کو قبول کر اُس نے اس پر یہ بات بہ ناچاری مانی کہ جب

میں اُس کے ساتھ اپنا بیاہ کرلوں تب کوئی دیکھے میرے گھر میں نہ آوے بادشاہ نے کہا کہ بھائی تم کیا کام
ہو کسی خرمن کی جو بالیں کا دھیان بھی کرے آنا تو درکنار حاصل کلام اس نے اپنے ارکان دولت کو جمع کرکے
مجلس شادی کی جمائی مسند شاہانہ بچھائی اور حاتم کو اس پر بٹھا کر اپنے رسوم کے موافق اُس لڑکی کو حاتم
کے ساتھ بیاہ دیا اور اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر آپ اپنے لوگوں سمیت حجرے سے باہر نکل آیا
حاتم نے اس مسند عروسی پر اس کے ساتھ آرام فرمایا اور مزہ بہت اٹھایا اسی صورت سے ہر روز وہ اُس
رشک قمر کے ساتھ چین کرتا اور میوے قسم قسم کے کھاتا تھا غرض یہاں تک میوے کھائے کہ جی بھر گیا آخر
اکتا کر ایک دن اپنے خسر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ حضرت سلامت میں میوے کھاتے کھاتے گھبرا گیا
اگر کچھ اناج کی قسم سے عنایت ہو تو جی بھرے اور طبیعت لگے اُس نے اُسی وقت اپنے ریچھوں کو بلوا کر
کہا کہ تم ہر قسم کا غلہ اور شکر اور گھی وغیرہ اور باسن گاؤں اور شہروں سے لے آؤ وہ اس بات کو سنتے ہی
دوڑے اور ہر ایک شہر سے طرح بہ طرح کے باسن خوش اسلوب اور ہر قسم کی اجناس انسان کے مرغوب
ایک پل میں لے آئے حاتم نے انواع و اقسام کے کھانے پکوائے اور اپنی بی بی کے ساتھ بیٹھ کر کھائے
بلکہ اسی طرح سے ہر روز کھاتا اور عیش و عشرت کرتا جب تین مہینے گزر گئے تب اس نے ایک
دن عین اختلاط میں اپنی اہلیہ سے کہا کہ جانی میں ایک کام کے واسطے اپنے شہر سے نکلا
تھا تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ تیرے ساتھ کر دیا اگر اپنی خوشی سے چند روز کے واسطے
اپنے باپ سے مجھے رخصت دلا دے تو عین احسان و مہربانی ہے جب میں اس کام سے فرصت
پاؤں گا اور جیتا بچوں گا تو پھر تجھ سے ملاقات کروں گا وہ اس بات کے سنتے ہی اپنے باپ کے
پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان وہ اس طرح کی بات کہتے ہیں اس نے کہا بی بی اگر تو اس بات میں راضی ہے
تو نہ تیرا خانہ ہے اور نہ تو اس کی جورو وہ جانے یا تو وہ بولی کہ وہ مرد نہایت راست گو معلوم ہوتا ہے اپنے
وعدہ پر مقرر آئے گا کچھ مضائقہ نہیں پروانگی دو اس نے بلوا کر رخصت کیا اور بہت سے ریچھوں کو
کہہ دیا کہ اس کو تم بخوبی اپنی سرحد سے باہر پہنچا دو تب اس کی بیٹی نے ایک مہرہ حاتم کی پگڑی
میں باندھ دیا کہ یہ اکثر جگہ تیرے کام آئے گا غرض وہ اُن دونوں سے رخصت ہو کر آگے چلا چند
روز کے بعد ایک ایسے ریگستان میں جا پڑا جہاں نہ دانہ نظر آتا تھا نہ پانی مگر شام کے وقت ایک پیر
مرد برقع منہ پر ڈالے دو روٹیاں ایک آبخورہ پانی کا دے جاتا وہ اُسے کھا پی لیتا اور رات دن
منزل بمنزل طے کرتا کہ ایک دن سامنے سے ایک اژدہا پہاڑ کے مانند نظر آیا اس کو دیکھ کر گھبرا گیا
لیکن چلنے سے باز نہ آیا جونہی اُس کے پاس پہنچا وہیں اس نے دم کھینچا حاتم نے ہر چند اپنے تئیں

سنبھالا پر نہ سنبھل سکا صاف اس کے منہ میں چلا گیا جبکہ آپ کو اس کے پیٹ میں دیکھا تب سجدہ شکر بجا لایا اور یہ کہنا شروع کیا خوب ہوا جو یہ میرا تن آلودہ گناہ ایک بندہ خدا کے منہ میں پڑا نہیں تو یہ جامہ خاکی کسی کام کا نہ تھا حق تو یہ ہے کہ جو کوئی آپ کو راہ خدا میں ڈالے اور اپنا گھر برباد کرے اور آپ اسی کی یاد میں مشغول رہے تو برباد نہیں ہوتا اگر وہ اس کے امتحان کے واسطے کچھ نہ کچھ رنج دیتا ہے اگر وہ اس مصیبت سے نکلا اور ثابت قدم رہا تو بحر مشقت سے گوہر رحمت لے نکلا اس طرح سے اپنے دل کو تسلی دیتا تھا اور حضرت ایوب کی مصیبتوں کو دھیان میں لاتا تھا کہ خدا کریم کارساز ہے میری مشکل بھی آسان کرے گا غرض تین روز تک وہ اس کے پیٹ میں پھرا کیا اور ادھر ادھر رستہ ڈھونڈھا کیا راہ تو کہیں نہیں پائی مگر آپ ہی اس کی گندگی سے لتھڑ پتھڑ ہو گیا پر سانپ کے زہر نے جو اس کو اثر نہ کیا اس کا سبب یہ تھا کہ چلتے ہوئے اس کی جورو نے اس کی پگڑی میں ایک مہرہ باندھا تھا اس کے یہ خواص تھے کہ جس کے پاس رہے نہ وہ آگ میں جلے نہ پانی میں ڈوبے نہ زہر اسے اثر کرے اسی سبب سے وہ جیتا رہا اس کے زہر نے کچھ اثر نہ کیا تین روز کے بعد وہ اژدہا گھبرایا اور اپنے جی میں کہنے لگا یہ بلا میں نے کیا کھائی ہے جو ہضم نہیں ہوتی اور پیٹ میں دوڑی دوڑی پھرتی ہے غرض وہ اپنے پیٹ کے دکھنے سے بیقرار تھا اور حاتم اس کے پیٹ میں چین نہ لیتا تھا بلکہ چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا اور اس کی انتڑیوں کو اپنے پاؤں سے روندتا پھرتا تھا آخر کار اس نے معلوم کیا کہ یہ لقمہ تمام عمر کا کھانا پینا نکالے گا اس بات کو جی میں ٹھہرا کے قے کی حاتم نکل پڑا اور اس ریت پہ کھڑا ہو کر کپڑے سکھانے لگا جب وہ خشک ہوئے تب وہاں سے روانہ ہوا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک تالاب نظر آیا بے اختیار دوڑ کر اس کے کنارے پر جا بیٹھا اور اپنے کپڑے دھونے لگا اتنے میں ایک مچھلی پانی سے نکلی اس کا نیچے کا آدھا دھڑ مچھلی کا تھا اور سر سے ناف تک آدمی کا حاتم اس کی شکل عجیب دیکھ کر شکر بجا لایا اور صنعت خداوندی پر عش عش کرنے لگا غرض ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے اس تالاب میں لے گئی اور اپنے مکان پر ایک ستھرے بچھونے پر بٹھایا پھر آپ سر تا پا ایک عورت نازنین بن کر ارادہ ہم بستر ہونے کا کیا اس نے اس بات کو ہرگز نہ مانا اور کہا کہ میں ایک کام کے واسطے اپنے گھر کو تباہ کر کے یہاں تک پہونچا ہوں تو راہ ہی میں راہ زنی کرنے چاہتی ہے کہ مجھ کو ٹھہرا رکھے یہ مجھ سے کب ہو گا کہ تیرے ساتھ اس جگہ عیش کروں مگر اس صورت پر کہ جس جگہ سے تو لائی ہے وہیں پہونچا دے تو خیر میں بھی چند روز تیرے ساتھ اپنی صحبت گرم کروں اور تیرے دل کی بھی آرزو بخوبی بر لاؤں اس نے

اس بات کو قبول کر کے کہا کہ تین روز کے بعد تجھکو جہاں سے لائی ہوں وہاں پہونچادوں گی حاتم خوش ہوا اور برغبت تمام اُس سے ملا تین روز کے بعد اُس سے کہا کہ اے مچھلی اب تو بھی اپنے وعدے کو پورا کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پانی میں غوطہ مارا اور کنارے پر جا پہنچا دیا پھر کہنے لگی کہ اے جوان رعنا تو مجھ سے جدا کیوں ہوتا ہے حاتم نے کہا کہ مجھے ایک ایسا ہی کام ضرور ہے نہیں تو میں تجھ سے کب جدا ہوتا اور ایسی چین کو چھوڑ کر یہ دُکھ کیوں سہتا وہ اس بات کو سُنکر چلی گئی اس نے وہاں اپنے کپڑے دھو کر سُکھلائے اور رستہ پکڑا ایک مدت کے بعد کسی ایسے پہاڑ پر جا پہونچا کہ جس پر ہزاروں درخت سبز طرح بہ طرح کے میووں سے لدے کوسوں تک لہلہاتے تھے اور سیکڑوں مکان عالی شان شُستہ سے چمکتے تھے ہر ایک طرف آبجوئیں جاری تھیں اور ہر سمت پھیلی ہوئی پھلواری نظر آتی تھی الغرض جو مقام تھا سو ہوا دار تھا یہ تھکا ماندہ تو تھا ہی وہاں جاتے ہی سو رہا کہ اتنے میں اس مکان کا مالک آ پہونچا اور دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت غافل سوتا ہے نزدیک اس کے آکر بیٹھ گیا حاتم دیر کے بعد بیدار ہوا اور آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگا تو ایک شخص اس کے پاس بیٹھا نظر آیا وہ بمجرد اُس کے دیکھنے کے گھبرایا اپنی جگہ سے اُٹھا اور جھک کر سلام کیا اس نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جائے گا اور اس جنگل میں کس کام کے واسطے آیا ہے حاتم نے کہا کہ میں دشت ہویدا کو جاؤں گا بہتر ہوا کہ آپ کی بھی زیارت نصیب ہوئی آگے جو مرضی اللہ کی اس نے کہا کہ اے جوان اس خیال خام کو دل سے دُور کر کیوں جان گنواتا ہے مجھ کو یہ افسوس ہے کہ کوئی تیرے آشناؤں میں ایسا دل سوز نہ تھا جو تجھ کو منع کرتا اُس نے کہا کہ کچھ میں اپنی مراد کے واسطے نہیں جاتا ہوں میں نے للہ ایک غیر کے واسطے کمرِ ہمت باندھی ہے اور قدم جستجو راہ سعی میں رکھا ہے آگے جو مرضی حق تعالیٰ کی اے شخص لے سُن منیر شامی خوارزم کا شہزادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے جو کوئی اُس کے ساتوں سوال پورے کرے گا اُس کو وہ قبول کرے گی اور وہ شہزادہ اس کے جوابات سے عہدہ برآ نہ ہو سکا تب اُس نے اپنے شہر میں نہ رہنے دیا ناچار وہاں سے نکلا جنگلوں میں خراب پھرنے اور بآواز بلند رونے لگا اسی صورت سے باحال تباہ میرے مکان میں آیا مجھ سے ملاقات کی میں نے احوال پوچھا اُس نے اپنا ماجرا جو ابتدا سے تا انتہا قرار واقعی تھا مفصل میرے سامنے ظاہر کیا اُس وقت میرے جی میں یہ خیال گزرا کہ اس کا حال پوچھنا اور اسکی مدد نہ کرنا یہ بات جوانمردی سے بعید ہے اس واسطے میں نے کمر سعی کی باندھی اور اس قدر مصیبت اپنے اوپر لی اس بات کو سُنتے ہی اس شخص نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو حاتم بن طے ہے کیونکہ اس کے سوا اس زمانہ میں کون ہے کہ جو ایسا

کام کرے اور غیر کے واسطے آپ آفت میں پڑے خیر کچھ اندیشہ نہ کر خدا کریم و رحیم ہے یہ مشکل آسان ہوگی لیکن میرے جی میں یہ خطرہ ہے کہ آج تک دشت ہویدا سے کوئی پھر کر نہیں آیا اور جو کوئی پھرا ابھی ہے تو وہ آپ میں نہیں رہا یہ نصیحت میری بدل یاد رکھ کہ جس وقت تو اس دشت کے قریب پہونچے گا تو تجھے ظلمات میں لے جائیں گے تو چپکا چلا جانا کسی جگہ دم کرکے اڑ نہ رہنا اور جو پری پیکر تیری خواہش کرے تو اس کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا ان کے پیچھے ایک ایسی نازنین مہ جبین آوے گی کہ جس کے دیکھتے ہی تیرا دل ہاتھ سے جاتا رہے گا اور بے اختیار ہو جائے گا پر خدا کے واسطے کہیں استقلال نہ چھوڑنا اور اضطراب نہ کرنا سچ تو یہ ہے کہ وہ جوہیں تیرا ہاتھ پکڑے گی وہیں دشت ہویدا میں جا پہونچے گا اگر ایک ہفتہ تک کچھ کام کو اس سے کہے گا تو دم مرگ تک پریشان رہے گا وہ دونوں اسی گفتگو میں تھے کہ ایک شخص نوجوان دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے اپنے ہاتھوں پر دھرے غیب سے پیدا ہوا اور ان کے آگے رکھ دیے ان دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور سجدۂ شکر ادا کرکے وہ رات کاٹی صبح کو حاتم اس سے رخصت ہو کر کسی جنگل کی طرف راہی ہوا تھوڑے دنوں کے بعد ایک تالاب خوش قطع پر جا پہونچا اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگا اتنے میں ایک عورت حسین مہ جبین سر سے پاؤں تک ننگی پانی سے نکلی اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر پھر اسی تالاب میں غوطہ مار کر چلی گئی جوہیں حاتم کا پاؤں زمین کی تہ پر پہونچا آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو آپ کو اور اس نازنین کو ایک پھولے پھلے باغ عالی شان میں پایا جھجک کر رہ گیا اور وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف چلی گئی وہ سیر کرتا ہوا ادھر ادھر کا تماشا دیکھتا پھرتا تھا کہ ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر غول باندھے گلے میں باہیں ڈالے سر سے پاؤں تک گہنے میں لدی ہوئیں کسی طرف سے نکل آئیں اور حاتم کو زبردستی اپنی طرف کھینچنے لگیں اس نے ہرگز کسی کی طرف رغبت نہ کی اور نہ کسی کو سر اٹھا کر دیکھا کہ یہ کون ہیں اور کیا کرتی ہیں کیونکہ اس مرد کا کہنا اس کو یاد تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا ایسا نہ ہو کہ تیرے استقلال کا پاؤں ڈگے اور تو خواہ مخواہ مکر و فریب کے غار میں گرے خبردار رہ کہ ظلمات یہی ہے۔ آخر کار وہ بہر صورت اس کو ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو تمام جواہر لعل و یاقوت سے بنا تھا لاکھوں تصویریں ہر ایک طرف اس میں لگی تھیں اور تخت مرصع بھی ایک دالان خوش قطع میں نہایت تکلف سے بچھا تھا جب وہ اس تخت کے پاس پہونچا تب وہ سب کی سب بطور تصویر کے نقش بدیوار ہو گئیں اور ہزاروں پریاں اس محل کی دیوار سے نکلیں وہ ہر ایک طرف حیرت سے دیکھتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا

حکمت ہے یہ کہاں سے آئیں اور کیوں نقش بدیوار ہو گئیں غرض اسی تخت کے پاس تو کھڑا ہی تھا اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم اگر تو یہاں تک پہونچا ہی تو اس تخت پر بیٹھ یہ سوچ کر جوں ہی اس نے اس پر پاؤں رکھا وہیں اس میں سے ایک آواز تڑاقے کی آئی اُس نے معلوم کیا کہ شاید اُس کا پایہ ٹوٹ گیا نیچے جھانکنے لگا تو اُس تخت کو جیسا تھا ویسا ہی پایا پھر اُس پر بیٹھ گیا وہیں پھر اس میں سے ویسی ہی آواز آئی ساتھ ہی اس آواز کے وہ نازنین جو کہ سب سے خوبصورت اور قد و قامت میں بڑی تھی سو نقش دیوار کی ہئیت کو چھوڑ حاتم کے پاس ناز و ادا سے چلی آئی حاتم اس صورت سے اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ تو ابھی تصویروں کے طور پر تھی پھر کیونکر اس ناز و کرشمہ سے منھ پر نقاب ڈالے اس تخت کے آگے آکر کھڑی ہوئی اُسے دیکھتے ہی بیقرار ہو کر چاہتا تھا کہ اُس کا گھونگھٹ کھول کر رخسار نازنین کی دید کرے کہ اُس مرد کی نصیحت یاد آئی وہ وہیں سنبھل گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اگر میں اس کا ہاتھ پکڑوں گا تو پھر قیامت تک اس ظلمات سے باہر نہ جاؤں گا بارے تماشا دیکھا چاہیئے کہ یہ میرا ہاتھ آپ سے پکڑتی ہے اور میں ظلمات سے باہر جاتا ہوں یا نہیں غرض وہ اسی آرزو میں تین رات دن تک اُس تخت مرصع پر بیٹھا رہا جب رات ہوتی تھی تب ہر مکان میں کافوری شمعیں خود بخود روشن ہو جاتی تھیں اور ہر ایک سمت سے گانے بجانے کی آواز چلی آتی تھی اور وہ صورتیں جو نقش بدیوار تھیں سو مجسم ہو کر ناچتی تھیں اور وہ نازنین تخت کے آگے کھڑی ہوئی حاتم کو دیکھتی تھی اور مسکراتی تھی اور طرح بہ طرح کے میوے بھی حاتم کے حضور میں دھرے تھے ہر چند کہ وہ کھاتا تھا پیٹ نہ بھرتا تھا تب وہ حیران ہو کر کہتا تھا کہ الٰہی میں اتنا کچھ کھاتا ہوں پر سیر نہیں ہوتا کیا سبب ہے القصہ اسی صورت سے تین روز گزر گئے چوتھے روز اس کے جی میں آیا کہ اگر میں اپنی تمام عمر یہاں رہوں گا تو نہ اس میوے سے سیر ہوں گا نہ اس مجلس سے نکلوں گا اور منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ کر آیا ہوں اگر اس کو کچھ ہو جائے گا تو خدا کو کیا جواب دوں گا جلد اس نازنین کا ہاتھ پکڑا وہیں ایک اور نازنین مہ جبین اس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اُس نے ایسی ماری کہ یہ کہیں کا کہیں جا پڑا اور وہاں سر اٹھا کر جو دیکھا تو نہ وہ نازنین نظر پڑی نہ وہ تخت نہ وہ باغ ہی دکھائی دیا مگر ایک جنگل الیالق ودق سنسان نظر پڑا کہ جس کا اور نہ چھور تب اُس نے معلوم کیا کہ دشت ہویدا یہی ہے اور وہ شخص بھی یہیں ہو گا جو کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے بس اب اُسے ڈھونڈیئے اب اسی خیال میں وہ ادھر اُدھر پھرتا تھا کہ

اتنے میں یہ آواز اس کے کان میں کسی طرف سے آئی کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی
ہوس ہے اور اسی صورت سے دن میں تین مرتبہ وہ آواز سات روز تک متواتر اس کے کان
میں آئی مگر آٹھویں روز شام کے وقت وہ صدا جب اس کے کان میں آئی تب اسی طرف دوڑا
گیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص فقیر باریش سفید بیٹھا ہے یہ اس کے آگے گیا اور سلام کیا اس نے بھی
علیک السلام کہہ کر کہا کہ اے جوان خوش رو کہاں سے آیا ہے اور تو اس جنگل میں کیا کام رکھتا ہے

تصویر پہونچنا حاتم کا پاس اس فقیر کے جو دشت ہویدا میں آواز دیتا تھا اور پوچھنا سبب آواز دینے کا اور اس کو اسکے مطلب تک پہونچا کے شاہ آباد کو پھرنا



اس نے کہا کہ میں اس بات کا متجسس ہوں اپنے شہر سے نکلا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جس کے
دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو بہر خدا کہو اس نے کہا کہ تم بیٹھو میں کہوں گا اس بات کے سنتے ہی حاتم
بیٹھ گیا جب رات ہوئی دو روٹیاں اور دو آبخورے پانی کے ان کے آگے خود بخود آ رہے ایک روٹی
ایک آبخورہ پانی کا اس نے حاتم کو دیا اور دوسرا حصہ آپ لیا غرض دونوں نے روٹیاں کھائیں
پانی پیا جب کھا پی چکے تب حاتم نے کہا اے بندۂ خدا اب کہو اس نے کہا کہ اے مسافر شہر غریب میں
کسی روز سیر کرتا ہوا ایک تالاب خوش قطع پر جا نکلا اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا اتنے میں
ایک عورت نازنین ستکیا سر سے پاؤں تک ننگی اسی تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کے اس میں لے
گئی میں نے تہ پر جا کر جو آنکھیں کھول کر دیکھا ایک باغ نہایت دلچسپ و عجیب و غریب نظر
پڑا اور بہت سی عورتیں خوبصورت ہر ایک طرف سے نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک

تخت مرصّع کے پاس لے گئیں میں اُس پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا کہ ایک نازنین مہ جبین منھ پر نقاب ڈالے
ہوئے اُس تخت کے پاس آ کھڑی ہوئی دیکھتے ہی اس کو میں غش کر گیا اور میرا دل میرے ہاتھ سے جاتا رہا آخر
بیقرار ہو کر جو برقع اٹھا کر میں نے دیکھا تو عجیب حسن خداداد دکھائی دیا میں نے جو ہیں ہاتھ
پکڑ کے اُس کو اپنی طرف کھینچا وہیں ایک عورت حسین اُس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک
لات اُس نے ایسی ماری کہ میں اس مکان مطبوع سے اس جنگل ویران میں آ پڑا اور وہ عشرتکدہ
میری نظر سے غائب ہو گیا اُسی دن سے اب میں آٹھوں پہر گریہ و زاری کے سوا کچھ کام نہیں رکھتا
اور چاہتا ہوں کہ اُسے اپنے دل سے بھلا دوں پر وہ ہرگز فراموش نہیں ہوتی یہ کہہ کر اُس نے
ایک نعرہ مارا اور آہ سرد بھر کر بگولے کی طرح خاک بسر اس جنگل ویران میں دوڑنے لگا اور یہی
کہتا کہ ایک بار دیکھا ہے اور دوسری دفعہ کی ہوس ہے حاتم نے معلوم کیا کہ یہ عاشق ہے کہا کہ اے پیر
مرد اگر تو اس تماشے کو دیکھے تو خوش ہو اس نے کہا کہ اے مسافر یہ بات محال ہے اگرچہ فرد

یہ دعا کرتا ہوں شب کو خاک پر رکھ کر جبیں
دے ملا دلبر کو مجھ سے جامع المتفرقین

پر کچھ اثر نہیں دیکھتا تب حاتم نے کہا کہ اے پیر مرد تو میرے ساتھ آ وہ جلسہ میں تجھے دکھاؤں گا
اس سخن کو سنکر وہ حاتم کے ہمراہ ہوا چند روز کے بعد وہ دونوں ایک درخت کے نیچے جو متصل
اُس تالاب کے تھا جا پہونچے حاتم نے کہا کہ اے بزرگوار اگر اُس نازنین کو ہمیشہ دیکھا چاہتا ہے تو تو کبھی
اُس کا ہاتھ نہ پکڑنا اور برقع اُس کے منھ کا ہرگز نہ اُلٹنا وہ تمام عمر تیرے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی
اور اگر اس کا ہاتھ پکڑے گا تو پھر آپ کو اُسی جنگل میں دیکھے گا پھر اس مکان میں قیامت تک نہ جا سکے
گا اور میں جو اس جگہ آیا ہوں تو ایک بزرگ کی دستگیری ہے ورنہ میں اس جگہ آتا یہ میرا کیا مقدور
تھا پس اب تو جا آگے وہی تالاب ہے اس بات کو سنتے ہی وہ عاشق زار اُس تالاب پر پہونچا
کہ اتنے میں ایک عورت ننگی اس پانی سے نکلی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اس میں لے گئی اور حاتم شاہ آباد
کی طرف روانہ ہوا ایک مدت کے بعد آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اُٹھاتا اُس فقیر کے پاس آیا اور اُس سے
مل کر وہاں سے بھی روانہ ہوا پھر تھوڑے دنوں میں اُس مچھلی کے گھر پہونچا اور ایک مہینے
تک وہیں رہا وہاں سے رخصت ہو کر خرسوں کے جنگل میں گیا اور خرس کی لڑکی سے
ملاقات کی دو مہینے اُس کے پاس بھی رہا پھر اس سے جدا ہو کر ان دونوں گیدڑوں
کے پاس آیا وہاں اُن کو دیکھ بھال کر چند روز میں شاہ آباد میں جا پہونچا حسن بانو کے لوگ
اس کو ہاتھوں ہاتھ اُس کی حویلی تک لے گئے اور حسن بانو سے عرض کی کہ حاتم صحیح و سلامت

آیا ہو اُس نے سُنتے ہی اُسے بلوا کر پردے کے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کیا خبر لایا ہے کہہ اُس نے کہا کہ ایک پیرمرد ظلمات میں ایک عورت نازنین پر عاشق ہو کر جنگل میں آپڑا تھا اور پکارتا پھرتا تھا کہ ایک بار میں نے دیکھا ہے دوسری مرتبہ کی ہوس ہے پھر میں نے اس کو اُس کی معشوقہ تک پہونچا دیا اب وہ آواز اس جنگل سے نہیں آتی اس حال کو سُن کر حُسن بانو اور اُس کی دائی نے حاتم کی ہمت اور محنت پر آفریں کی پھر اس نے کہا اے حُسن بانو اب دوسری شرط بیان کرو کہ میں اس کی بھی سعی کر دل اور ڈھونڈھ نکالوں اس نے نہایت رحم دلی اور مہربانی سے کہا کہ اے حاتم تو بہت سے دکھ سہ کر آیا ہے قدرے دم لے اور چند روز آرام کر حاتم نے کہا آرام تو مجھے اسی روز ہوگا جس روز خدا کے فضل سے تیرے ساتوں سوال پورے کروں گا یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کاروانسرا میں جا کر آٹھ روز منیر شامی شہزادے کے پاس رہا تمام ماجرا اپنا اس کے آگے ظاہر کیا پھر نویں دن حُسن بانو سے جا کر کہا کہ تیرا سوال کیا ہے خدا کے واسطے جلد کہہ

دوسرا سوال حاتم کے جانے کا اور اس شخص کے دروازے کے نوشتے کی خبر لانے کا

حُسن بانو نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال آیا یہ کیا بھید ہے اور اس نے ایسی کیا نیکی کی ہے اس کی خبر لا اس سخن کے سُنتے ہی حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور حُسن بانو سے پوچھنے لگا کہ وہ شخص کون ہے اور کس طرف کو رہتا ہے حُسن بانو نے کہا کہ میں نے اپنی دائی سے سُنا ہے کہ اُس کی جگہ اُتّر کی طرف ہے بس اتنی بات دریافت کر کے وہاں سے توکل بخدا چل نکلا ایک مدّت کے بعد کسی جنگل ہیبت ناک میں جا پہونچا اور شام کے وقت ایک درخت کے نیچے چپکا ہو کر بیٹھ رہا کہ اتنے میں ایک آواز سوزناک اور درد آلودہ آہ و زاری کے ساتھ کسی طرف سے اس کے کان میں ایسی آئی کہ جس کے سُنتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کلیجہ جلنے لگا بے اختیار اپنے جی میں کہہ اُٹھا کہ اے حاتم یہ بات جوانمردی سے دُور ہے کہ ایک شخص بندۂ خدا کسی آفت میں گرفتار ہو کر روئے اور تو اُس کی آواز سُن کر مدد نہ کرے اور اس کا احوال نہ پوچھے اس کلام کو دل میں ٹھہرا کر اُسی طرف کا راستہ پکڑا تھوڑی دُور گیا ہوگا کہ اُس جگہ جا پہونچا کہ جہاں سے رونے کی آواز آتی تھی کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت جوان سطح خاک پہ بیٹھا گوہر اشک چشمۂ چشم سے اپنے گل رخسار نازنین پر بہا رہا ہے اور آہیں پر شور بھر کر یہ قطعہ پڑھتا ہے

قطعہ

جاؤں میں کہاں اور کہوں کس سے عزیزو — تنگ سو جوتیں میرے دل زار کا احوال
جو مجھ پہ گزرتی ہے رستم کہہ نہیں سکتا — اور کہہ بھی نہیں سکتا کہ میری ہے زباں لال

حاتم نے کہا اے جوان دردمند ایسی کیا مشکل تجھ پر پڑی ہے جو اتنا حیران و پریشان ہے اس نے کہا کہ اے مسافر میں سوداگر ہوں اور یہاں سے بارہ کوس پر ایک شہر عالی شان ہے وہاں حارث نام ایک سوداگر نہایت مالدار رہتا ہے اور ایک لڑکی بھی پری پیکر رشک قمر رکھتا ہے اتفاقاً ایک دن کسی طرف سے پھرتا پھرتا کچھ مال سوداگری کا لے کر اس شہر میں جا نکلا حارث کی حویلی کے نیچے مارے دھوپ کے بیٹھ گیا یکایک میری نظر کوٹھے کی طرف جو گئی تو ایک عورت نازنین مہ جبین نظر آئی میری حالت تباہ ہو گئی تب اس شہر کے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے اور یہ حویلی کس کی ہے انھوں نے کہا کہ یہ محل حارث کی بیٹی کا ہے اور وہ بڑا مالدار ہے میں نے پھر ان سے کہا کہ یہ لڑکی شوہردار ہے یا نہیں انھوں نے کہا اس کا باپ بیاہ نہیں کر سکتا اور اس کا اس میں کچھ بس نہیں چلتا لڑکی اپنی شادی کرنے میں آپ مختار ہے اور یہ تین سوال رکھتی ہے جو کوئی اس کے سوال پورے کرے گا اسی سے بیاہ کرے گی اس بات کے سنتے ہی میں اس کی ڈیوڑھی پر گیا دربان نے خبر کی اس نے مجھے اندر بلوایا اور ایک فرش پاکیزہ پر بٹھلا کر کہلا بھیجا کہ اگر تو عہد و پیمان پر قائم رہے تو میں اپنے سوالوں سے تجھے آگاہ کروں میں نے کہا دل و جان سے قبول کیا اس نے کہا کہ اگر تو میرا کہنا کرے گا تو میں تیری ہی ہو کر رہوں گی اور جو یہ بھید تو کھولے گا تو تجھے اپنا ہی جانوں گی میں نے اس بات کو قبول کیا اور قول دیا اس نے کہا پہلا سوال میرا یہ ہے کہ اس شہر کے قریب ایک غار ہے وہاں آج تک کوئی نہیں گیا اور معلوم نہیں کہ اس کی انتہا کہاں تک ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ شب جمعہ کو ایک آواز جنگل سے آتی ہے کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی شب میرے کام آتا تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ مہرہ جو سانپ کے پیٹ میں ہے مجھے لا دے۔ اس بات کے سنتے ہی اور بھی رہے سہے میرے ہوش و حواس گم ہو گئے میں نے تورا پاؤں کھینچا اس نے دست ظلم سے میرا مال و اسباب زر و جواہر لوٹ لیا اور مجھ کو بھی اپنے شہر سے نکلوا دیا میں ناچار ہو کر اس جنگل میں آ پڑا ایک تو مال گیا دوسرے رسوا ہوا تیسرے عشق کے تیر نے کلیجہ چھلنی کر ڈالا ہمراہیوں نے ساتھ چھوڑ دیا میں فقیر ہو گیا حاتم نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ اور مجھے اس شہر میں لے چل کہ میں تیرا اسباب بھی تجھے دلوا دوں اور معشوقہ سے ملا دوں اس نے کہا کہ اے عزیز میں زر و جواہر کا خیال نہیں کرتا اگر وہ ہاتھ نہ لگے نہ لگے اس واسطے

کہتے ہیں دیکھنا یار کے دیدار کا دولت بے شمار ہے حاتم اس گرفتار عشق کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کاروان سرا میں اُترا سوداگر کو وہاں چھوڑ کر آپ اُس کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا میں بیاہ کرنے کو آیا ہوں خبر داروں نے جا کر کہا کہ ایک شخص تجھ سے بیاہ کرنے کو آیا ہے اس نے اس بات کے سنتے ہی پردہ ڈال کر حاتم کو گھر میں بلوایا اور جو عہد و پیمان اس سے لیے تھے سو لیئے اس کے بعد حاتم نے کہا کہ تو حارث سوداگر کی بیٹی ہے اگر وہ اس بات پر ہاتھ مارے اور اقرار کرے تو میں اس کی سعی میں کمر باندھوں کہ جس روز فضل خدا سے یہ کام کر چکوں اس روز میں تیرا اختیار ہوں جس کو چاہوں اس کو دے ڈالوں اُس نے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا کہ اب تم اپنے باپ کو بلواؤ اس نے حارث کو بلوایا حاتم نے یہ احوال اُس سے کہا اُس نے بھی اس بات کو مانا پھر حاتم نے اُس لڑکی سے کہا کہ اپنا سوال ظاہر کر اس نے کہا کہ اس شہر کے نزدیک ایک غار ہے تمام مرد و زن اس شہر کے جانتے ہیں تو اُس کی خبر لا کہ وہ کتنا گہرا ہے اور کتنا لمبا کہاں تک ہے اور اس میں کیا ہے۔ اس سخن کے سنتے ہی حاتم وہاں سے رخصت ہوا کتنے لوگ بھی شہر کے اس کے ساتھ آئے اور اُس غار کو دکھلا کر چلے گئے حاتم اُس میں کود پڑا ایک رات دن غلطاں و پیچاں چلا گیا ایک مدت کے بعد روشنی نمودار ہوئی تب حاتم نے معلوم کیا کہ اب یہ غار تمام ہوا لیکن اب یہاں سے پھر جیئے اتنے میں اس کو خیال گزرا کہ اگر کوئی اس کی حقیقت پوچھے تو کیا جواب دوں گا یہ سمجھ کر آگے بڑھا تھوڑی ہی دور جا کر ایک میدان وسیع پاکیزہ اس کو نظر پڑا اور ایک تالاب اس میں اچھا خاصہ صاف ستھرا پانی سے بھرا اُسے دکھائی دیا حاتم اپنے ساتھ ایک صراحی پانی کی اور تھوڑے سے بادام بھی رکھتا تھا کبھی کبھی دو تین بادام کھا لیتا تھا اور ایک آدھ گھونٹ پانی پی لیتا اور رات دن چلا ہی جاتا تھا یکایک پانی نبڑ گیا تب اس نے تالاب کا پانی پیا اور صراحی کو بھر کر آگے کا رستہ لیا سامنے سے ایک دیوار ایسی نظر پڑی کہ جس کو یک نگاہ اپنی پگڑی تھام کے دیکھے تو بھی اس کے پشتے تک نہ پہونچے اور طول خیال بھی اس کی طولانی قیامت تک طے نہ کر سکے پھر آگے بڑھا اور اس دیوار کے پاس جا کر جو دیکھا تو ایک دروازہ نظر آیا یہ اندر گھس گیا وہاں ایک بستی نظر پڑی جب نزدیک پہونچا تب ہزاروں دیو دوڑے اور چاہا کہ اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جائیں اتنے میں ایک نے انھیں میں سے کہا کہ اے یارو یہ آدمی ہے اس کو تم نہ مارو کیونکہ گوشت اس کا نہایت لذیذ ہوتا ہے اگر تم اس کو کھاؤ گے اور یہ خبر کوئی بادشاہ تک پہونچائے گا وہ سبھوں کو مروا ڈالے گا چاہیے کہ اسے یہاں نہ چھیڑو بلکہ بادشاہ کے پاس لے چلو انھوں نے کہا کہ وہ ایسا ہمارا دشمن کون ہے جو بادشاہ سے کہے گا اس نے کہا کہ یہ کیا

کہتے ہو اپنی صورتوں میں بہت سے مدعی ہیں یہ بات میری یاد رہے بہتر یہی ہے کہ تم سب کے سب اس سے دست بردار ہو اس بات کو وہ سنکر ڈرے اور اس کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے حاتم نے اس جگہ سے پاؤں بڑھایا اور ایک طرف کا راستہ پکڑا اتنے میں اسے ایک گاؤں نظر آیا اس نے معلوم کیا کہ شاید یہ بستی آدمیوں سے آباد ہوگی اس گمان پر آگے گیا تو بہت سے دیووں نے آکر ہر طرف سے گھیر لیا اور اس کے کھانے کا قصد کیا ان میں سے بھی ایک دیو نے کہا کہ اس کو تم نہ کھاؤ بلکہ جیتا ہی بادشاہ کے پاس پہونچاؤ کیونکہ اس کی بیٹی نہایت بیمار ہے شاید اسی آدمی کے ہاتھ سے اچھی ہو انھوں نے کہا کہ تو یہ کیا کہتا ہے ہم تو سیکڑوں آدمیوں کو لے گئے اور شرمندہ ہوئے اب ہمیں ایسی کیا ضرورت ہے جو لے جائیں یہ تو ملک بادشاہی میں آہی پہونچا اب کہاں جا سکتا ہے یقین یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کو بادشاہ تک پہونچا دے گا حاتم وہاں سے بھی آگے بڑھا اور ایک موضع دوسرا اس کو نظر پڑا وہاں کے دیو اس کو پکڑ کے اپنے سردار کے پاس لے گئے اس سردار کی زوجہ کی آنکھیں دکھتی تھیں اور پانی آٹھوں پہر جاری تھا اس کے غم سے سردار سر جھکائے بیٹھا تھا اس نے حاتم کو دیکھتے ہی سر اٹھا کر ان سے کہا کہ تم اپنے باپ کو کیوں لائے ہو چلو دور ہو میرے سامنے سے اور اسے چھوڑ دو یہ مختار ہے جہاں چاہے وہاں چلا جائے حاتم نے جو اسے غم میں گرفتار دیکھا تو پوچھا کہ اے دیو تجھے کس بات کا غم ہے اس نے کہا کہ بھائی میری بی بی کی آنکھیں دکھتی ہیں اسی فکر میں میں نے رات دن کا چین اور آرام چھوڑ دیا ہے اس نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ میں تیری جورو کی آنکھیں اچھی کروں گا اس بات کو سنتے ہی وہ دیو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے گھر لے گیا اور اپنی جورو کو اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگا کہ اے شخص اگر تیری دوا سے یہ اچھی ہوگئی تو جب تک جیتی رہے گی تب تک تیری ممنون احسان رہے گی اور میں بھی اپنی بساط کے موافق کچھ نہ کچھ خدمت کروں گا اس بات کو سنکر حاتم نے اس سے کہا بشرطیکہ تو میرے اس سخن کو قبول کرے کہ جب تیری بی بی کو میں اچھا کروں تب تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے جا اور میری حکمت کی تعریف اس کے سامنے کر تو میں دوا اس کو دوں اور اچھا کروں اس دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر کہا کہ بہت اچھا اگر یہ تیری تدبیر سے اچھی ہوگئی تو میں تجھے دربار شاہی میں لے جاؤں گا اور بادشاہ کی ملازمت کرا دوں گا حاتم نے ایک مہرہ اپنی پگڑی سے کھولا اور پانی میں رگڑ کے اس کی آنکھوں میں لگا دیا اس نے وہیں شفا پائی اور اسی گھڑی درد جاتا رہا اسی صورت سے اس نے دو تین بار لگایا وہ کٹورا اسی

کھل گئیں اور پانی بند ہو گیا دیوؤں کا سردار بہت خوش ہوا اور اُس کی خدمت بہت سی کی
چند روز کے بعد اس کو اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لے گیا اور اس کی تعریف کے بعد عرض کرنے
لگا کہ خداوندا یہ شخص بہت دانائے دہر حکمت میں یکتائے عصر ہے چنانچہ میری زوجہ کی آنکھیں کئی برس
سے دُکھتی تھیں اس نے ایک پل میں اچھی کیں یہ حال سُن کر فرد قاش بادشاہ نے اس پر
بہت سی مہربانی کر کے کہا کہ اے شخص مسافر میں آزار شکم رکھتا ہوں اور میری قوم سے
کوئی میری دوا نہ کر سکا اگر تیرے ہاتھ سے شفا پاؤں تو میں بھی مرہون احسان رہوں حاتم نے
کہا کہ جس وقت تم کھانا کھاتے ہو اس وقت تمہارے پاس کس قدر امیر و امرا جمع ہوتے ہیں
اُس نے کہا کہ جتنے چھوٹے بڑے ہیں سب کے سب حاضر رہتے ہیں حاتم نے کہا کہ آج اس وقت
میں بھی حاضر رہوں وہ بولا کہ بہت اچھا اتنے میں ایک دسترخوان وسیع بچھا اور طرح بہ طرح
کے کھانے اُس پر چُنے گئے بادشاہ چاہتا تھا کہ اُس پر ہاتھ ڈالے اور کچھ تناول کرے کہ اتنے میں
حاتم نے کہا کہ اے بادشاہ ذرا ٹھہر جاؤ وہ رُک گیا تب اُس نے ایک قاب سے سرپوش
اُٹھایا اور اُس کو سب اہالی و موالی کو دکھا کر پھر اسی طرح سے ڈھانپ دیا ایک دم کے بعد کہا
کہ اس کو کھول کر دیکھو کھولا تو تمام قاب کیڑوں سے بھری ہوئی تھی بادشاہ اس ماجرے کو دیکھ کر
حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا باعث ہے حاتم نے کہا یہ سب ان دیوؤں کی نظر کا سبب ہے آپ کو
لازم ہے کہ نعمت خانے میں اکیلے کھانا نوش جان فرمایا کریں تا یہ اُس کو نہ دیکھیں اس نے اسی
ڈھب سے جو اس روز کھایا آرام رہا پیٹ میں درد نہ ہوا دو تین روز کے بعد بالکل اچھا ہو گیا
تب حاتم کو گلے لگا کر کہنے لگا کہ اے شخص مجھ سے کیا چاہتا ہے مانگ اس نے کہا کہ میں انسان ہوں
اور بہت سے میرے بھائی تیرے یہاں قید ہیں اُن کو چھوڑ دے تو عین بندہ پروری اور احسان
ہے اس بات کے سُنتے ہی فرد قاش بادشاہ نے اُن سبھوں کو بلوایا اور خلعت فاخرہ سے
سرفراز کر کے کچھ کچھ خرچ راہ دے دے کر رخصت کیا پھر آپ حاتم سے کہنے لگا کہ اب میں ایک
غرض رکھتا ہوں اگر تو اس کو قبول کرے حاتم نے کہا فرماؤ میں جان سے حاضر ہوں فرد قاش
بادشاہ نے کہا کہ میری لڑکی ایک مدت سے بیمار ہے اگر اُس کو دیکھو اور کچھ تدبیر کرو
تو میں نہایت ممنون احسان ہوں گا اس بات کے سُنتے ہی حاتم فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور
کہا بسم اللہ چلیے میں اسے بھی دیکھ لوں بادشاہ فرد قاش نہایت محبت سے اُس کو اپنے
ساتھ محل میں لے گیا حاتم نے اُس لڑکی کو دیکھا کہ نہایت دُبلی ہو رہی ہے اور رنگ زرد

تصویر حاتم اور فروقاش بادشاہ دیوان کی اور غش آنا اس کی بیمار بیٹی کو



ہو گیا ہے کہا کہ تھوڑا شربت بنا لاؤ جو ہیں وہ لائے وہ ہیں اُس مہرے کو اس میں گھس کر اُسے پلا دیا
ایک ساعت کے بعد دست آنے لگے تمام دن لہو ہی گزرا شام کے وقت کئی مرتبہ قے کی اور
غش ہی ہو گئی فروقاش ڈرا اور کہنے لگا کہ اے عزیز یہ کیا حالت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مر جائے
حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہ کر خدا اچھا کر دے گا تمام رات اسی طرح سے گزری صبح ہوتے ہی اس کو
بھوک لگی خاصہ یاد کر کے کچھ نوش جان فرمایا غرض پندرہ روز کے عرصہ میں آزار بالکل جاتا رہا
چہرہ چمکنے لگا حاتم نے بادشاہ سے کہا اب تمھاری بیٹی نے شفا پائی مجھ کو رخصت کرو کہ میں اپنے
کام کے واسطے جاؤں بادشاہ نے بہت سے روپے اور اشرفیاں اور بہت سے جواہر کے خوان
منگوا کر اُس کے آگے رکھے اور کہا اگرچہ یہ تیرے لائق نہیں ہیں ہماری خوشی یہی ہے کہ کچھ لے
حاتم نے کہا میں تن تنہا ان کو کیونکر اُٹھاؤں اور کہاں لے جاؤں اُس نے اپنے دیووں کو بلا کر
کہا کہ یہ سب زر و جواہر تم اپنے سروں پر رکھ کر اس کے ساتھ لے جاؤ حاتم اس سے رخصت
ہوا ایک مہینے کے بعد دیووں نے تمام اسباب سمیت اُس کو غار پہ پہنچا دیا اور آپ چلے
گئے یہ دیکھ کر کئی جاسوس کہ حارث کی بیٹی نے غار کے دروازے پر تعین کیے تھے ڈر
کر بھاگے جب حاتم نے پکار کر کہا کہ نہ بھاگو میں وہی ہوں جو غار کی خبر لینے کو گیا تھا

خدا کے فضل سے جیتا پھر آیا ہوں بارے وہ اسکی آواز پہچان کر پھرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حاتم ہے
جھٹ پٹ حاتم اس مال و اسباب کو اٹھوا کر کارواں سرا میں لے آیا اور اسی سوداگر کو بخش دیا وہ اُس
کے پاؤں پر گر پڑا اس نے اس کو گلے سے لگایا پھر یہ حال خبرداروں نے جا کر اس لڑکی سے کہا اس نے
حاتم کو بلوا بھیجا اور غار کا ماجرا پوچھا حاتم نے موبمو اس کی حقیقت سے اُس کو آگاہ کیا اور کہا کہ ایک
شرط تیری میں بجا لایا اب دوسری کہہ اس نے کہا کہ جمعہ کی رات کو ایک آواز آتی ہے کہ وہ کام نہ کیا
میں نے جو آج کی رات میرے کام آتا اُس کو سُن کر حاتم وہاں سے روانہ ہوا اور سر بصحرا چلا چند روز
کے بعد وہ آواز اُس کے کان میں آئی یہ اُس کی کھوج میں رات دن پھرنے لگا کہ ناگاہ ایک گاؤں
نظر پڑا وہاں کے لوگ گریہ وزاری کر رہے تھے یہ آگے بڑھا اور اس خلقت سے پوچھنے لگا کہ
تم سب کے سب کس واسطے روتے ہو اور کیوں جانیں کھوتے ہو کسی نے کہا کہ ساتویں تاریخ
پنجشنبہ کے دن ایک بلائے عظیم آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے اگر اُس وقت کسی
کو نہ پائے تو پھر تمام شہر کو اجاڑ دے چنانچہ اس مرتبہ رئیس کے لڑکے کی باری ہے اس واسطے
یہ سب آہ وزاری کرتے ہیں اس سخن کو سُنکر حاتم رئیس کے پاس گیا اور اُسے دلاسا دیا کہ تو خاطر جمع
رکھ تیرے بیٹے کے بدلے میں جاؤں گا وہ اس جرأت پر حاتم کی آفریں کر کے بولا کہ اے جوان مرد چار
روز اُس بلا کے آنے میں باقی ہیں حاتم نے کہا کہ اس کی صورت کیسی ہے اگر کسی نے دیکھی ہے تو مجھے
بتا دے رئیس نے اس کی صورت زمین پر کھینچ کر دکھلا دی حاتم نے کہا کہ اس کا نام حلوقہ ہے کسی کی
ضرب سے نہ ماری جائے گی اور نہ کسی کی چوٹ کھائے گی ہاں میرا کہنا قبول کرو تو میں تمھارے
سر سے یہ بلا ٹالوں اور حسب صورت سے بے ماروں اس بات کو سُنکر وہ خوش ہوا اور کہنے لگا
کہ پھر کیوں نہیں ارشاد کرتے ہو جلد ارشاد کرو حاتم نے کہا کہ تیرے شہر میں کوئی شیشہ گر بھی
ہے اُس نے کہا کہ جتنے چاہیے ہوں اُتنے موجود ہیں پھر حاتم اور رئیس شیشہ گروں کی دوکان پر
گئے اور کہنے لگے کہ آج کے دن سمیت چار روز کے عرصہ میں ایک آئینہ دو سو گز کا لمبا اور ایک سو
گز کا چوڑا تیار کر دو کہ یہ بلا ٹلے نہیں تو تمام گاؤں کو کھا جائیگی انھوں نے کہا اچھا اتنے بڑے
آئینے بنانے کا اسباب تم ابھی دوقت منگا دو غرض رئیس نے اُسی گھڑی اتنے بڑے آئینے بنانے
کا اسباب منگوا دیا اور انھوں نے تین روز کے عرصہ میں ویسا ہی آئینہ بنا دیا پھر حاتم کو خبر کی
اس نے کہا کہ تم سب چھوٹے بڑے اس بستی کے جمع ہو کر ہاتھوں ہاتھ اس آئینہ کو وہاں لے جا کر
کھڑا کر دو کہ جہاں وہ بلا آتی ہے اُنھوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا حاتم نے پھر اُن سے کہا کہ

اب ایک چادر سفید کوئی لادے کہ جس سے اس کی کوشش ہو وہ اُسی گھڑی چادر بھی لے آئے اور اُس آئینہ کو ڈھانپ دیا حاتم نے پھر اُن کو کہا کہ اے یارو اب تم اپنے گھر کا رستہ لو اور خاطر جمع سے بیٹھ رہو اگر کسی کا جی تماشا دیکھنے کو چاہتا ہو وہ میرے ساتھ رہے کسی نے جواب نہ دیا مگر اُس رئیس کے لڑکے نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ رہوں گا اس کے باپ نے کہا کہ اے جان پدر ایسا قہر نہ کر کیونکہ میں نے تیرے واسطے اتنے روپے خرچ کئے اور تو ہی اس کے ساتھ جاتا ہے وہ بولا کہ بابا جان تم نے تو مجھ کو اُس کا نوالہ آگے ہی مقرر کیا تھا اب کیا ہے جو ارشاد کرتے ہو میری رضامندی اسی میں ہے کہ میں اُس جوان کے ساتھ جاؤں گا یہ بیچارہ مجھے اس موذی کے چنگل سے چھڑاتا ہی یہ عجب مسلمانی ہے کہ یہ غریب تم سبھوں کے واسطے جان بوجھ کر آپ کو اژدہے کے مُنہ میں ڈالتا ہے اور تم اس کو تنہا چھوڑے جاتے ہو غرض اُس نے ہرگز باپ کی بات نہ مانی اور بصد خوشی اس کی ہمراہی قبول کی جب دن آخر ہوا اور رات ہوئی تب وہ آواز بدستور سابق اُن کے کان میں آئی سب کے سب ڈر گئے تھوڑی دیر کے بعد حلوقہ گنبد کے مانند نمودار ہوا اس صورت سے کہ نو ہاتھ نو پاؤں نو مُنہ بدن میں ہیں اور لوٹتا چلا آتا ہے دھواں اور شعلہ ہر منہ سے نکلتا ہے رہنے والے اُس گاؤں کے کوس دو کوس کے تفاوت سے کھڑے جو دیکھتے تھے ڈرے اور بھاگ گئے حاتم نے جو دیکھا کہ وہ آ ہی پہونچا فوراً اُس چادر کو آئینے کے اوپر سے اٹھا دیا اس نے اپنی صورت اُس میں جو دیکھی تو دم بخود ہوا ایسا نعرہ مارا کہ تمام زمین اس گاؤں کی اور جنگل کی ہل گئی اور خلقت غش ہو گئی آخر اُس نے یہاں تک دم کھینچا کہ پیٹ پھٹ گیا تب ایک ایسی آواز ہولناک بیابان میں پھر پیدا ہوئی کہ رہے سہے بھی بیہوش ہو گئے دیر کے بعد جو ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مرا پڑا ہے اور جس کے شکم کی آلائش سے تمام جنگل بھر گیا ہے بلکہ ایک دریا نیلے پانی کا بہتا ہے تب رئیس اور اس کا بیٹا دونوں رعیت سمیت حاتم کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے جوانمرد تو کیونکر اُس کے ہاتھ سے بچا اور وہ کس صورت سے مارا گیا اُس نے کہا کہ اُس کا نام حلوقہ تھا وہ کسی سے نہ مارا جاتا مگر یہی ڈھب تھا کہ اپنی ہی صورت دیکھے کسی دوسرے کو نہ دیکھے تب غصہ سے یہاں تک اپنا دم بند کرے کہ پیٹ پھول کر پھٹ جائے اس کے سُنتے ہی انھوں نے اپنے اپنے مقدور کے موافق ہر طرح کا زر و جواہر اُس کے آگے لا کر رکھا اور ہاتھ باندھ کر بہ منت و زاری کہا کہ اس کو قبول کرو تو ہماری تسکین ہو تب اُس نے کہا صاحبو میں نے کچھ اس زر و جواہر کا لالچ کر کے یہ کام نہیں کیا میں برائے خدا اسی صورت سے کام کرتا ہوں اور ایک مدت سے اسی کام پر

کمر باندھے مستعد رہتا ہوں پھر انھوں نے پوچھا کہ حضرت سلامت آپ کا آنا اس طرف کیونکر ہوا وہ کہنے لگا آج روز جمعہ ہے اور میں نے یوں سُنا ہے کہ ایک آواز اس جنگل کی طرف سے اس ڈھب کی آتی ہے کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا اس بات کی تحقیق کرنے کو اپنے شہر سے نکلا اور یہاں تک آ پہونچا ہوں اب اس حقیقت کو دریافت کر آؤں تو پھر جاؤں گا رشی نے کہا صاحب میں ایک مدت سے اس آواز کو یوں ہی سُنتا ہوں پر یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کس کی آواز ہے اور کہاں سے آتی ہے حاتم اُس روز تمام دن وہیں رہا جب رات ہوئی تب ہی آواز پھر آئی وہ اُسے سُنتے ہی اُس طرف کو روانہ ہوا اور کئی دن چلا گیا کہ ایک دن سامنے سے ایک ٹیلہ نظر آیا اور اس کے نیچے چھ سو سوار اور پیادے کے قریب دکھلائی دیے کہ چلے آتے ہیں پھر اس نے جو خوب سا غور کر کے دیکھا تو نہ وہ سوار ہیں نہ پیادے ایک قبرستان ہے تب حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ مزار صاحب کمال کے ہیں یہ آواز بھی شاید یہیں سے آتی ہے یہیں بیٹھنا چاہیے اتنے میں رات ہوئی وہ آواز پھر آئی حاتم یاد خدا میں مشغول تھا جب پہر رات گئی تب ہر ایک قبر سے ہر ایک شخص بزرگ صورت نکلا فرش ستھرا اور پاکیزہ بچھا کر نورانی حلے پہن پہن کر اپنی اپنی مسند پر بیٹھا اتنے میں ایک شخص بحال تباہ گندے کپڑے خاک میں آلودہ پہنے برہنہ پا کسی ٹوٹی گور سے نکلا اور خاک پر بیٹھ گیا وہ مسند نشین تھوڑے پیا گئے نہ اُس کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ کسی نے ایک پیالہ تھوڑے کا دیا تب اُس نے ایک آہ سرد کھینچ کر باواز بلند کہا کہ آہ وہ کام نہ کیا میں نے جو آج کی رات میرے کام آتا حاتم نے اس آواز کے سُنتے ہی کہا کہ احسان خدا کا کہ میں اپنی منزل مقصود کو پہونچا اتنے میں بہت سے خوان غیب سے اُن بزرگوں کے آگے آئے اور اس پر ایک خوان میں ایک ایک پیالہ کھیر کا اور ایک ایک کوزہ پانی کا تھا اور ایک خوان اُن خوانوں میں سے جدا تھا انھوں نے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں کہا کہ اے عزیزو آج رات ایک مسافر ہمارے یہاں مہمان آیا ہے اُس کو لے آؤ کہ یہ خوان علیحدہ اسی شخص کا ہے جلد ایک شخص اُٹھا اور حاتم کو لا کر ایک مسند پر بٹھایا اور وہ خوان اُس کے آگے رکھ دیا حاتم نے اس شخص کی طرف دیکھا جو اُن لوگوں سے دور میلا کچیلا زمین پر بیٹھا نعرے مار رہا تھا اور ایک خوان اُس کے آگے بھی دھرا تھا مگر اس میں ایک پیالہ تھوہڑ کے دودھ اور سنگریزوں سے بھرا ہوا اور کوزے میں پانی کی جگہ پیپ اور لہو اس حالت کو دیکھ کر حاتم سر جھکا کر کھانے لگا اور اس کی طرف دیکھنے لگا اتنے میں سب کے سب کھانا کھا چکے خوان اُٹھا لیے تب حاتم نے متفکر

ہو کر ان سے کہا کہ میں آپ سے کچھ عرض رکھتا ہوں اگر حکم ہو تو عرض کروں انھوں نے کہا کہو وہ بولا
کہ یہ کیا کہ تم سب مسندوں پر عز و وقار سے بیٹھے ہوئے ایسے کھانے لذیذ کھاؤ اور یہ غریب روتا
ہوا خاک پر تنہا تھوہڑ کا دودھ زہر مار کرے انھوں نے کہا ہم اس راز سے آگاہ نہیں تو اسی
سے پوچھ حاتم وہاں سے اُٹھکر اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے عزیز تونے ایسا کیا گناہ کیا
ہے جو اس عذاب میں گرفتار ہوا ہے براہ خدا کچھ تو کہہ وہ اس بات کے سُنتے ہی آنکھوں میں
آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ جوانمرد خوشرو میں ان لوگوں کا سردار ہوں اور میرا نام یوسف
سوداگر ہے سوداگری کے واسطے شہر خوارزم کو جاتا تھا اور بخیل بھی ایسا تھا کہ کبھی خدا کی
راہ میں کوڑی پیسہ دانا پانی کپڑا لتّا نہ آپ دیتا نہ کسی کو دینے دیتا اور اگر کوئی نوکر چاکر
میری چوری سے کسی کو دیتا اور مجھ کو معلوم ہوتا تو اُسے منع کرتا کہ اپنا مال کیوں کھوتا ہے
بلکہ اکثر غلاموں کو خیرات کرنے پر مارتا وہ کہتے کہ ہم خدا کے واسطے دیتے ہیں کہ یہ ہماری
عاقبت میں کام آئے گا میں ان پر ہنستا غرض جب وہ اس ڈھب کی نصیحت کرتے تو میں کان
نہ دھرتا اور مطلق نہ مانتا کہ ایک دن چور آپڑے ہم سبھوں کو لوٹا مارا ہمیں گاڑ دیا انھوں نے اپنی
سخاوت کے سبب ایسا مرتبہ پایا اور میں اپنی بخیلی کے باعث اس بلا میں مبتلا ہوں وطن میرا چین
ہے اور اولاد میری خراب حال ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج بھیک مانگتی پھرتی ہے اور ایک درخت
کے نیچے میرے حجرے میں بہت سا مال اور جواہر گڑا ہے یہ میرے طالعوں کی شومی ہے کہ نوکر
میرے مسندوں پر بیٹھے ہوئے شیر برنج اور ٹھنڈا پانی نوش کرتے ہیں اور بہشت کے حلے
پہنے ہوئے ہیں اور میں اس خستہ حالی میں گرفتار ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اپنے کیے کی سزا
پاتا ہوں حاتم نے کہا کوئی طریقہ تیری نجات کا ہے اُس نے کہا کہ میں تو ایک مُدت سے
آہ و زاری کرتا ہوں مگر کوئی میری داد کو نہیں پہونچا مگر آج کی رات تو آیا ہے اگر تجھ
کو خدا توفیق دے تو تو شہر چین میں جا میری حویلی سوداگروں کے محلّے میں ہے اور یوسف
سوداگر کا نام مشہور ہے وہاں جاکر محلّے والوں سے میرا حال کہہ اغلب ہے کہ میرے لڑکے تیرے
پاس آئیں چاہیئے کہ یہ ماجرا اُن سے بالمشافہ تو بیان کر اور اس کے بعد فلانی جگہ میرا مال و جواہر
بے حد اور بے قیاس جو گڑا ہے اس کو چار حصّے کرکے ایک حصّہ اُن میں سے میرے فرزندوں کو دے
اور تین حصّے خدا کی راہ میں خرچ کر بھوکوں کو کھانا کھلا ننگوں کو کپڑا پہنا مُسافروں کو خرچ راہ دے
امید ہے کہ تیری توجہ سے میں بھی نجات پاؤں اور اُن کا ہمنشین ہوں حاتم نے قسم کھاکر کہا

کہ اے عزیز اگر میں تیرا کام بخوبی نہ کروں اور اس فریاد کو نہ پہونچوں تو طے کے نطفے سے نہ پیدا ہوا
ہوں غرض آج کی رات حاتم وہیں رہا اور دیکھا کہ وہ سب عیش و عشرت میں ہیں اور یہ فریاد و زاری
میں جب صبح ہوئی شہید اپنے اپنے مکانوں میں گئے اور حاتم چین کی طرف روانہ ہوا ایک مدت کے
بعد منزلیں طے کرتا اور آفتیں سہتا ایک مقام پر جا پہونچا کیا دیکھتا ہی کہ ایک شخص کنوئیں پر
کھڑا پانی بھرتا ہی اُس نے آپ کو اُس کے پاس پہونچایا اور چاہا کہ اس کے ہاتھ سے ڈول لے کر پانی
پئے کہ اتنے میں ایک سانپ نے ہاتھی کی سونڈ کے مانند منھ نکالا اور اس شخص کی کمر پکڑ کے کنوئیں
میں کھینچ لیا اس واردات کو دیکھ کر حاتم ہاتھ مل مل کر کہنے لگا کہ اے موذی یہ کیا کیا تو نے
جو اس غریب پردیسی کو لے گیا وہاں اس کے بال بچے یہ امید رکھتے ہوں گے کہ بابا جان کچھ خرچ
بھیجیں گے یا آپ ہی لیے آتے ہوں گے تو نے یہاں اس کو جان ہی سے کھو دیا یہ سمجھ کر پھر اپنے جی
میں کہنے لگا کہ اے حاتم افسوس ہی کہ تو اس حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کی داد کو نہ
پہونچے پس خدا کو کیا جواب دے گا اور تیرا نام دنیا میں کیا خاک رہے گا یہ کہا اور کنوئیں میں کود پڑا
تھوڑی دور چلا گیا جب زمین پر اُس کا پاؤں لگا تب آنکھیں کھول کر دیکھا نہ وہ چاہ ہی نہ وہ پانی ایک
میدان وسیع نہایت خوش قطع درختوں سے ہرا بھرا لہلہاتا نظر آیا اور ان درختوں سے ایک
محل ستھرا سا دکھائی دیا یہ اُس کی طرف چلا اور دل میں کہتا تھا کہ مسافر کو وہ کہاں لے گیا اور یہ
محل کہاں سے پیدا ہوا اسی سوچ میں اُس حویلی کے پاس جا پہونچا تو کیا دیکھتا ہی کہ ایوان پاکیزہ
اور بیٹھکیں آراستہ جا بجا تیار ہیں ایک مکان میں بلور کا تخت بچھا ہی اور اُس کے نیچے ایک مرد
دراز قد درخت کے مانند سوتا ہے اس کو دیکھ کر وہاں گیا اور دل میں سوچا کہ ذرا آگے جا کر
دیکھیے کہ یہ کون ہی جب نزدیک پہونچا تب اُس کے سرہانے کھڑا ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ
جب یہ اُٹھے گا تب اس سے حال پوچھوں گا اتنے میں وہی سانپ مسافر کو باغ میں کہیں جگہ
چھوڑ کر حاتم کی طرف لپکا حاتم مسافر کے باعث غصّہ میں بھرا ہوا تھا دونوں ہاتھ سے اس
کو پکڑ کے ایسا دبایا کہ وہ چلّانے لگا کہ اُس کے شور سے وہ چونک پڑا اور پکارا کہ اے عزیز
کیا کرتا ہے یہ میرا پیک ہے چھوڑ دے حاتم نے جواب دیا کہ جب تک یہ مسافر کو نہ چھوڑے گا
تب تک میں اسے نہ چھوڑوں گا یہ بات سُنکر دیو نے سانپ سے کہا کہ خبردار یہ کوئی بڑا ہی زبردست
معلوم ہوتا ہے غالب ہی کہ ہمارے طلسم کو توڑ دے اور تیرے منھ میں بیٹھے حاتم یہ بات سُنتے ہی سانپ
کے پیٹ میں گھس گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک اندھیرا گھر ہے اور سانپ کا کچھ نشان

نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہاں ہے یہ حیران ادھر ادھر پھر رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز اس کے کان میں اس ڈھب کی آئی کہ اے حاتم اس اندھیرے گھر میں جو چیز تیرے ہاتھ لگے تو اس کو بے کھٹکے خنجر سے ٹکڑے کر ڈال تو اس طلسمات سے نکلے گا نہیں تو تا بہ قیامت یہی تیرا گھر ہے اس بات کے سنتے ہی وہ ایک طرف ہاتھ بڑھا کر ٹٹولنے لگا کہ اتنے میں ایک چیز گائے کی صورت اس کے ہاتھ لگی وہیں اس نے خنجر تیز سے اس کو چیر پھاڑ ڈالا فی الفور ایک چشمہ دریا سے زیادہ لہریں لیتا ہوا پیدا ہوا اور حاتم غوطے کھانے لگا دو تین غوطے کھانے کے بعد اس کا پاؤں زمین کی تہ پر جا پہنچا اور اس نے آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو نہ وہ سانپ ہے نہ وہ باغ ہے مگر ایک صحرا وسیع نظر آتا ہے اور اس میں آدمی ہیں بعضے قریب مرگ پہونچے ہیں اور بعضے سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں اور وہ مسافر بھی انہی میں کھڑا ہے حاتم اس کے پاس جا کر پوچھنے لگا کہ اے بھائی تجھے یہاں

تصویر حاتم اور اُن قیدیوں کی جو دام طلسم میں پھنس کر بعض مر گئے تھے اور بعض قریب ہلاکت پہونچے تھے



کون لایا ہے اس نے کہا کہ مجھے ایک سانپ لا کر یہاں چھوڑ گیا ہے اور اب معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور کہاں گیا اور لوگوں نے بھی کہا کہ ہم کو بھی وہی لایا ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کیونکر تشریف لائے ہیں تب حاتم نے اس طلسم کا تمام ماجرا بخوبی اُن کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ تم اپنے اپنے گھر جاؤ میں نے تمھارے دشمن کو مار ڈالا وہ کہنے لگے کہ بندہ پرور ہم قیدیوں میں کتنے

ہی مارے بھوک اور پیاس کے مر گئے اور کتنے ہی ہلاکت کے قریب پہونچے ہیں حق تعالیٰ تم کو اس کی جزائے خیر دے کہ ہم تمھاری دستگیری سے اس موذی کے چنگل سے نکلے یہ کہہ کر سب اپنے اپنے گھروں کو سدھارے اور حاتم اُن سے رخصت ہو کر چین کی طرف روانہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر عالی شان کے دروازے پر جا پہونچا اور اندر جانے کا قصد کیا دربانوں نے روکا کہ کہاں جاتا ہے پہلے بادشاہ کے پاس چل اور اس سے سوال و جواب کر پھر جہاں چاہنا وہاں جانا حاتم نے اُن سے کہا بھائیوں تمھارے شہر کا یہ کیا چلن ہے مسافروں کو تو ہر شخص آرام دیتا ہے اور تم لوگ کیسے ہو جو ایذا دیتے ہو دربانوں نے کہا کہ اے مسافر اس شہر کی راہ چلنے سے رک گئی ہے اس لیے کہ یہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی ہے اُس کے روبرو مسافر کو لے جاتے ہیں اور وہ اس سے تین سوال کرتی ہے وہ جواب نہیں دے سکتا آخر صبح کے وقت اُسے سولی دیتے ہیں اس واسطے اس شہر کا نام بیداد نگر رکھا ہے کیونکہ یہاں کوئی مسافر جیتا نہیں بچتا آخر حاتم اُن لوگوں کے ساتھ ہو کر بناچاری بادشاہ کے پاس گیا اور جی میں کہتا تھا کہ دیکھئے وہ کیا پوچھتا ہے جب یہ اس کے سامنے گیا تب اس نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیا نام رکھتا ہے حاتم نے کہا کہ میں بنی آدم ہوں اور چین کے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں میرے نام سے تمھیں کیا کام اور کہا کہ اے بادشاہ تیرے سوا کوئی مسافروں کو ایذا نہیں دیتا بلکہ ہر ایک اپنے حوصلے کے موافق اس کی مہمانی کرتا ہے اس واسطے کہ بھلا کہلائے اور نیکی کے ساتھ اُس کا نام تمام عالم میں آفتاب کے مانند روشن رہے اس کلام کو سُن کر بادشاہ رو دیا اور کہا کہ اے مسافر کیا کروں یہاں ایک بلا نازل ہوئی ہے پہلے نام اس شہر کا عدل آباد تھا اب اس کمبخت لڑکی کے ظلم سے بیداد نگر مشہور ہے ایک مدت سے یہاں مسافر مارے جاتے ہیں اور اُن کا خون میری گردن پر ہوتا ہے حاتم نے کہا کہ پھر تو اس کو مار کیوں نہیں ڈالتا وہ بولا کہ آج تک کسی نے بھی اپنے لڑکے بالے مارے ہیں جو میں اپنی لڑکی کو مار ڈالوں اس سخن کو سُن کر حاتم آبدیدہ ہوا اور کہنے لگا تو ناچار ہے تیرا کچھ بس نہیں۔ خدائے کریم کارساز ہے اس بوجھ کو تیری گردن سے دور کرے گا پھر وہیں حاتم کو محفل میں لے گئے اور لڑکی کو آراستہ کر کے اُس کے پاس بٹھا دیا حاتم نے اُسے دیکھتے ہی اپنے دل میں کہا کہ اس پریزاد کے برابر اس جہان میں کوئی خوبصورت اور حسین نہیں اور اُس کا پردۂ حجاب اُٹھ گیا اور حاتم کی تعظیم کی بلکہ اس کے حسن خداداد پر عاشق ہو گئی اور ایک تخت

کرسیٔ مرصّع پر بٹھا کر آپ کرسی زرّیں پر بیٹھی اور دائی کو بلوا کر کہنے لگی کہ اے مادرِ مہربان آج میں اس مسافر پر عاشق اور مبتلا ہوئی ہوں اور یہ بھی بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح کو یہ بھی سولی دیا جائے گا دائی نے کہا کہ اے جانِ مادر تیرے نصیب نہایت بد معلوم ہوتے ہیں ہم کیا کریں اور بہت غریب غربا امیر و امرا تیرے ہاتھ سے مارے گئے ان کا خون تیری گردن پر رہے گا اور تیری قسمت ہرچند ایسی نیک نہیں لیکن اغلب ہے کہ تیرا کام اس کے ہاتھ سے نکلے اتنے میں حاتم نے کہا کہ بھلا میں بھی سنوں کہ وہ کون سا کام ہے کہ جس کے واسطے اتنے مسافر مارے گئے دائی نے کہا کہ اے جوان خوش رو جب رات ہوتی ہے تب یہ لڑکی جنم جلی دیوانی ہو جاتی ہے اور باتیں لایعنی بکتی ہے اور سوال کرتی ہے جو مسافر اس کا جواب نہیں دے سکتا اس کو یہ آپ مار ڈالتی ہے یا سولی دلواتی ہے اس وقت میں اس کے پاس نہیں ہوتی ہوں غرض اس کی یہی اوقات اور عادت ہے حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھئے اب مجھے یہاں موت لائی ہے یا حیات اتنے میں دائی باورچی خانہ میں گئی اور کھانا لا کر کہنے لگی کہ اے مسافر اجل گرفتہ کچھ اس میں سے کھا اس نے کہا کہ کھانا میں جب ہی کھاؤں گا کہ اس کا کام انجام کو پہنچاؤں گا اب یہ کھانا مجھ پر حرام ہے بلکہ یہ جی کا دینا ہے کھانا کھانا نہیں اور یہ بات عقل مندوں اور جواں مردوں سے دور ہے دائی نے کہا اے جوان معلوم ہے کہ اس کے کام کا سر انجام تجھ سے ہو کیونکہ تو حق شناس سمجھتا ہے اتنے میں رات ہو گئی اور ہر ایک دادا دائی ماما چھوچھو لونڈی غلام نوکر چاکر محل سے باہر گئے اور دروازے کو کنجی تمام بند کر دیا پھر رات کے بعد وہ لڑکی دیوانوں کی طرح سے کودنے لگی اور سخن بیہودہ زبان پر لائی پھر حاتم کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ اے جوان تجھ کو اپنی جان کا خطرہ نہ تھا جو نامحرم ہو کر یہاں تک چلا آیا خیر اگر آیا ہے تو اب ہمارے سوالوں کا جواب دے حاتم نے کہا کہ کیا سوال رکھتی ہے کہا اس نے کہا کہ پہلا سوال میرا یہ ہے کہ وہ قطرہ کون سا ہے جو جاندار پیدا ہوتا ہے حاتم نے تامّل کے بعد جواب دیا کہ وہ قطرہ دریائے اسرار انسان ہے یعنی نطفہ کہ جاندار ہوتا ہے پھر حاتم نے کہا دوسرا سوال کہہ اس نے کہا وہ کون سا میوہ ہے جو سب میووں سے زیادہ میٹھا ہے حاتم نے کہا وہ فرزند ہے کہ سب میووں سے شیریں تر ہے پھر اس نے تیسرا سوال پوچھا وہ بولی کہ کیا وہ چیز ہے جو ہر کسی کو کھا لیتی ہے حاتم نے اس بات کے سنتے ہی کہا کہ اے بی بی وہ موت ہے کہ کسی کو نہیں چھوڑتی اس سخن کو سن کر اس لڑکی نے آنکھیں نیچی کر لیں اور کانپنے لگی آخر کرسی سے خاک پر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی کہ اتنے میں ایک کالا سانپ نہایت ہیبت ناک

وہاں نظر آیا اور پھنپھنا کر حاتم کی طرف لپکا وہ کہنے لگا کہ اگر اس کو مارتا ہوں تو ایذا دہندہ ٹھہرتا ہوں
اور اگر مارتا نہیں تو یہ مجھ کو نہیں چھوڑتا جلد سوچ سانچ کر وہ مہرہ جو ریچھ کی بیٹی نے دیا تھا اسی گھڑی
سے کھول کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور اس سانپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک ہانڈی میں بند کر کے خنجر کمر
سے نکال کر انگنائی میں قد آدم گڑھا کھود کر گاڑ دیا اور آپ تخت پر جا بیٹھا پچھلے پہر رات کو لڑکی
ہوش میں آئی اور اپنے منہ پر نقاب ڈال کر کہنے لگی کہ اے نامحرم تو کون ہے اور اس تخت پر کس واسطے
بیٹھا ہے حاتم نے کہا کہ اے نادان تو اتنے عرصہ میں مجھ کو بھول گئی میں وہی ہوں کہ کل تیرے باپ
کے لوگ مجھے ہاتھوں ہاتھ یہاں لے آئے تھے اس بات کے سنتے ہی اس نے اپنی دائی اور خواصوں
کو پکارا اور کہا کہ کیا سبب ہے کہ یہ مسافر آج جیتا بچا دائی نے کہا کہ خدا کریم ہے اس کو اس نے
اپنی حفاظت میں رکھا بارے تم اپنا حال کہو کہ اب کیسی ہو اس نے کہا کہ کچھ آج اپنا بدن مجھے
ہلکا معلوم ہوتا ہے نہیں تو ہمیشہ بھاری رہتا تھا پھر دائی حاتم سے پوچھنے لگی کہ اے جوان تو نے
یہاں کیا دیکھا ہے اور تیرا جی کیونکر بچا حاتم نے کہا کہ میں تجھے اس بات سے ہرگز آگاہ نہ کروں
گا مگر اس کے باپ سے کہوں گا اتنے میں نور کا تڑکا ہوا اور صبح کا تارا چمکا کہ بادشاہ آیا
اور حاتم سے پوچھنے لگا کہ اے مسافر تو کیونکر بچا حاتم نے کہا جب پہر رات گئی تب آپ کی
لڑکی دیوانی ہو گئی اور کلمے واہی تباہی بکنے لگی اور منہ سے کف نکالتی ہوئی میری طرف دوڑی
اور کہنے لگی کہ اے نامحرم تو نے اتنا مقدور کہاں سے پیدا کیا جو بے دھڑک میری حویلی میں
آیا ہے خیر اگر اب آیا ہے تو میرے سوال کے جواب دے آخر کار اس نے مجھ سے تین سوال
کئے میں نے خدا کے فضل سے ان تینوں کے جواب بخوبی دیئے اس بات کے سنتے ہی وہ تھرتھرائی
اور کرسی سے گر کر بے ہوش ہو گئی پھر ایک سانپ اس کے پہلو سے نکل کر مجھ پر لپکا میں نے
اس کو پکڑ کر اسی انگنائی میں گاڑ دیا ہے باور نہ ہو تو دیکھ لو پھر وہ لڑکی ہوش میں آئی اور
حجاب کرنے لگی بادشاہ نے کہا کہ اے جوانمرد یہ کیا اسرار تھا حاتم بولا کہ ایک جن اس لڑکی پر عاشق
تھا کہ سانپ بن کر ہر ایک مسافر کو مار ڈالتا تھا بارے خدا کے فضل سے یہ بلائے عظیم تمہارے سر سے
ٹلی بادشاہ نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اے شخص یہ لڑکی میں نے تجھی کو دی اور یہی میرا قول
تھا لازم ہے کہ تو بھی قبول کرے حاتم نے کہا کہ ایک شرط سے میں جہاں چاہوں اس کو وہاں لے جاؤں
کوئی میرا مزاحم نہ ہو اس نے کہا بہت اچھا تو اس بات میں مختار ہے جدھر چاہے ادھر لے جا
حاتم نے بھی اس سخن کو مانا پھر اسی گھڑی اس کے باپ نے اپنے گھرانے کے رسوم کے موافق

اُس کا نکاح اُس کے ساتھ بندھوا کر اس کا ہاتھ حاتم کے ہاتھ میں پکڑا دیا حاتم نے تین مہینے تک وہاں پھر ایک رات اس کے ساتھ عیش و عشرت میں گزاری جب اس عورت کو پیٹ رہا تب حاتم نے اُس سے کہا کہ اب تو مجھ کو رخصت دے اور ایک بات میری سُن کہ یمن کا رہنے والا ہوں یہ نطفہ طے کے نطفے سے ہے اگر لڑکا ہو اور شوق یمن جانے کا کرے تو تو اس پتہ سے بھجوا دینا اور اگر لڑکی ہو تو کسی مرد نیک سیرت فرشتہ خصلت سے منسوب کر دینا اگر میں جیتا رہوں گا تو ایک بار تیرے پاس مقرر آؤں گا اور بخوبی خبر لوں گا اس طرح کی دو تین باتیں کر کے وہ اس سے رخصت ہوا تھوڑے دنوں کے بعد شہر چین میں جا پہنچا اور وہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے لگا کہ اس شہر میں سوداگروں کا محلہ کہاں ہے غرض پوچھتے پوچھتے وہاں جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اس محلہ میں یوسف سوداگر کی حویلی کون سی ہے اور اس کی آل اولاد میں سے بھی کوئی ہے لوگ دوڑے اور اس کے بیٹوں کو خبر کی کہ ایک مسافر کہیں سے آیا ہے اور تم کو بلاتا ہے وہ اس بات کو سُن کر دوڑے ہوئے حاتم کے پاس آئے اُس نے کہا کہ اے لڑکو مجھے تمہارے باپ نے بھیجا ہے اور ایک پیغام دیا ہے اس بات کو سُنتے ہی سب لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے مسافر معلوم ہوا کہ تو دیوانہ ہے جو یہ واہیات بکتا ہے اس کو تو ایک مدت ہوئی کہ مر گیا اور ہم اس بات پر مرتے ہیں کہ اُس نے تیرے ہاتھ پیغام کیونکر بھیجا حاتم نے کہا کہ اے یارو کیا میں جانتا ہوں کہ یوسف سوداگر کی حویلی شہر چین میں سوداگروں کے محلے میں ہے اور اُس کے سوا اس نے ایک پتا اور بھی دیا ہے اگر تم اُسے سنو تو وہ بھی کہوں اُنھوں نے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا کہ فلانے حجرے میں جو اس کے سونے کی جگہ خاص تھی اُس کے پاس فلانے درخت کے نیچے بہت سا مال و جواہر گڑا ہے لیکن اُسے کوئی نہیں جانتا اس جگہ کو کھودو اور جس قدر زر و جواہر اُس میں سے نکلے اس کے چار حصے کرو اور ایک حصہ تم لو اور تین حصے خدا کی راہ میں خرچ کرو یہ کہہ کر پھر اس نے جو ماجرا واقعی دیکھا تھا وہ سب اُن کے سامنے ابتدا سے انتہا تک بخوبی ظاہر کیا کہ میں اس سبب سے فلانے جنگل میں گیا تھا وہاں یہ تماشا دیکھا نہیں تو کیا کام تھا جو میں اُدھر جاتا اور ادھر قاصد بن کر آتا تب اُنھوں نے کہا کہ یہ حرکت بے بادشاہ کے خبر کئے کیونکر کریں آخر کار وہ سب اُس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تو نے کیا دیکھا ہے کہہ اُس نے کہا جہاں پناہ میں نے یوسف سوداگر کو اس طرح دیکھا ہے اور یہ پیغام اس نے میرے ہاتھ بھیجا ہے اس بات کو سُن کر وہ بھی ہنسا اور کہنے لگا کہ کیا کوئی

تیرے شہر میں فصد لینے کو حجام نہیں ملا جو یہاں آیا تو تو اچھا خاصا دیوانہ ہے جا اپنی فصد لے کیونکہ اُسے مرے ہوئے سو برس ہوئے پھر تجھ سے ملاقات کیونکر ہوئی اے بیوقوف کہیں مردے بھی کسی سے ملاقات کرتے ہیں جو اس نے تجھ سے کی اور یہ حقیقت کہلا بھیجی ارے کوئی اس دیوانہ کو شہر بدر کردے حاتم نے عرض کی کہ اے بادشاہ عادل زمان و اے دستگیر درماندگان یہ سر الٰہی ہے جاننے والے اس کو سمجھ سکتے ہیں کیا تم اتنا نہیں جانتے کہ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اور یوسف ایک مرد بخیل تھا وہ اس خسّت کے سبب سے ایک رنج و مصیبت میں گرفتار ہے اس بات کو میری مانو کہ وہ غریب عذاب سے چھوٹے ثواب میں داخل ہو سکے سوا گر میں دیوانہ ہوں تو اس حجرے کے خزانہ کی کیونکر خبر رکھتا ہوں بادشاہ اس سخن کو سن کر متعجب ہو، اور حاتم کو ساتھ لے کر یوسف سوداگر کی حویلی میں آیا پھر اس حجرے کو کھُدوایا بے شمار مال نکلا تب بادشاہ نے اُس کے چار حصّے کرکے ایک حصّہ اس کے لڑکوں کے حوالہ کیا اور تین حصّے حاتم کو دے کر کہا کہ اے عزیز تو مرد بادیانت اور شخص باامانت ہے اس خزانے کو اپنے ہی ہاتھ سے راہ خدا میں خرچ کر حاتم نے تھوڑے دنوں میں اس خزانہ کو خرچ کر ڈالا بھوکوں کو کھانا کھلایا ننگوں کو کپڑا پہنایا محتاجوں کو اتنے روپے دیئے کہ وہ مالا مال ہوگئے پھر بادشاہ سے رخصت ہو کر شہر عدل آباد میں آیا اپنے قبیلے سے ملا اور لڑکا جو پیدا ہوا تھا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا سالم نام رکھا کئی دن کے بعد رخصت ہو کر پھر جنگل کی راہ لی کئی دن کے عرصہ میں شہیدوں کے قبرستان میں جا پہونچا تین روز وہاں رہا شب جمعہ کو وہ شہید سب کے سب بدستور اپنی قبر سے نکلے اور فرش مکلف بچھا کر بیٹھے وقت معیّن پر اسی طرح سے ان کے آگے کھانے چُنے گئے پھر ان کے پیچھے اُس سوداگر کے بھی آگے ویسا ہی کھانا رکھا گیا اس کے بعد حاتم نے ملاقات کی اور اس سوداگر سے حال پوچھا وہ کہنے لگا کہ اے جوانمرد مرحبا جزاک اللہ فی الدارین خیراً اس تیری ہمت کا ثمرہ حق تعالیٰ تجھے دے سچ تو یہ ہے کہ ایک جواں مرد سنگو تو ہی نظر آیا اور تیرے باعث سے یہ مرتبہ مجھکو ملا جو اُس بلا سے نکلا اور ان کے سامنے فریاد کرنے سے باز رہا کھانا پانی ان کے برابر مجھے پہونچتا ہے لیکن مسندیں اور پوشاکیں ان کی مکلّف ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے جیتے جی خیرات کی ہے اور میں نے مرنے کے بعد پریشانی کھینچ کر تب بھی خدا کے فضل و کرم سے بہت آسودہ ہوں خدا تجھ کو جزائے خیر دے صبح کو حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور جنگل میں جا پہونچا وہاں ایک عورت پیر سالی فقیرونکی طرح سے بیٹھی ہوئی

بھیک مانگتی تھی حاتم نے اپنے ہاتھ سے الماس کی انگوٹھی اتار کر اس کے حوالے کی اور آپ منزل مقصود کی راہ لی اتنے میں اُس بڑھیا نے پکار کر کہا کہ اے دکھے بھی پردیسی کا راہ باٹ میں خدا حافظ ہے. اس آواز کے سنتے ہی سات جوان مسلح سپریں تلواریں لگائے جنگل کے داہنے بائیں سے نکل آئے اور حاتم سے ملاقات کر کے ساتھ ہو لیے چنانچہ ساتوں چوراسی چڑیل کے بیٹے تھے اُس نے اس جڑاؤ انگوٹھی کو دیکھ کر یہ خبران کو دی تھی کہ سونے کی چڑیا جاتی ہے غرض وہ اس کے ساتھ ہو لیے اور ادھر اُدھر کی گپ شپ ہانکتے چلے اور کہنے لگے کہ اے جوان مردہم چاہتے ہیں کہ تیرے طفیل سے کسی شہر میں پہونچیں اور وہاں کے بادشاہ کی نوکری کریں حاتم نے کہا بہت اچھا چلے چلو کھانے پینے کا کچھ اندیشہ نہ کرو جب حاتم اُن کے دام میں آیا تب انھوں نے اس کے پیچھے سے آکر کمند اُس کے گلے میں ڈال دی اور ہاتھ باندھ کر دو تین خنجر مارے پھر کنوئیں میں گرا دیا اور جو مال و متاع تھا لے لیا مگر وہی ایک پگڑی کہ جس میں وہ مہرہ بندھا تھا ہی لپٹی لپٹائی رہ گئی وہ کئی روز تک کنوئیں میں زخمی پڑا رہا دو تین روز گزرنے کے بعد جب ہوش آیا تب اُس مہرے کو اپنی پگڑی سے کھولا اور ایک کونے میں زمین خشک پر بیٹھ کر کسی پتھر کے ٹکڑے پر اُس کو اپنے تھوک سے رگڑ کر اُن زخموں پر لگا دیا اُسی گھڑی زخم بھر آئے اور درد جاتا رہا پھر اپنے جی میں کہا کہ افسوس اُن نامرادوں نے دغا کی اگر خدا کی راہ میں مجھ سے مانگتے تو قسم ہے سب کا سب بخوشی اُن کے حوالے کر دیتا اور اگر اب بھی ملیں تو اتنا کچھ دوں کہ تمام عمر محظوظ رہیں بلکہ جب تک جئیں کبھی محتاج نہ ہوں یہ اسی سوچ میں تھا کہ آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کھڑا با آواز بلند یہ کہتا ہے کہ اے حاتم غم نہ کھا کیونکہ خدا کریم و رحیم ہے جو تجھے یہاں پہونچایا ہے تو یہ بھی اس کی حکمت سے خالی نہیں تو نہیں جانتا یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے حق تعالیٰ نے یہ مال تیرے ہی واسطے چھپا رکھا ہے اب اُٹھ اور لے اس نے کہا اے بزرگ میں تن تنہا کیونکر لوں اور کہاں لے جاؤں وہ بولا کہ کل دو شخص اس کنوئیں پر آئیں گے اور تجھے اس اندھے کنوئیں سے نکالیں گے چاہیے کہ ان کو متفق کر کے اس مال کو نکالے حاتم خوش ہوا اور درگاہ الٰہی میں سر جھکا کر سجدہ شکر بجا لایا اتنے میں پو پھٹی اور نور کا تڑکا ہوا ایک دم کے بعد دو شخص اس کنوئیں پر آئے اور پکار کر کہنے لگے اے حاتم اگر جیتا ہے تو جواب دے اس نے کہا کہ اب تک تو خدا کے فضل و کرم سے جیتا ہوں تب انھوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر کنوئیں میں ڈالے

اور کہا کہ حاتم ہمارے ہاتھ پکڑ کے چڑھ آؤ حاتم ان کی دستگیری سے باہر آیا اور اُن سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے اگر تم نکالو تو ہاتھ آئے انھوں نے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو ہم ابھی نکالتے ہیں یہ کہہ کر ایک اندر بیٹھا دوسرا اوپر کھڑا رہا وہ مال نکال نکال کر باہر پھینکتا تھا اور یہ انبار کرتا جاتا تھا۔ غرض کہ ایک دم میں وہ سب کا سب نکال کر انھوں نے حاتم کے حوالے کیا اور آپ چھوٹ ہو کر کسی طرف کا راستہ لیا حاتم اس مال کے تودے کو دیکھ کر جی میں کہتا تھا کہ اس وقت وہ چور میرے پاس ہوتے تو یہ سب مال و متاع میں ان کو بخش دیتا کہ پھر وہ محتاج نہ رہتے اور بندگان خدا کو ایذا نہ دیتے حاصل کلام اس نے ایک جوڑا کپڑے کا اچھا سا اس میں سے پہنا اور تھوڑا سا زر و جواہر اپنی جیب میں ڈال کر اُن چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا اور دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی اس بڑھیا کو پھر مجھ سے ملا تھوڑی ہی دور پہونچا ہو گا کہ دیکھا وہ بڑھیا بر سر راہ بحال تباہ فقیرنی کی سی صورت بنائے بیٹھی سوال کر رہی ہے کہ جانے والے بابا کچھ خبر لیتا جا اس کو دیکھتے ہی وہ دوڑا اور خوش ہو کر مثل گل کھل گیا اور مٹھی بھر کر روپے اشرفیاں جیب سے نکال کر اس کو دیے اور اپنا قدم آگے رکھا اس نے وہ روپے لے لیے اور پھر اُسی صورت بلند آواز سے کہا کہ اکے دکے بٹوہی کا راہ باٹ میں خدا نگہبان اور اس آواز کو سُن کر وہی ساتوں پھانسی گر کے کہائے ادھر اُدھر سے نکلے اور اس سے ملاقات کر کے کہنے لگے کہ اے جوان تو کہاں جاتا ہے اس نے ان کو پہچان کر کہا کہ اے عزیزو میں تم سے ایک عرض رکھتا ہوں اگر قبول کرو تو کہوں انھوں نے کہا کہ کیا کہتے ہو فرماؤ حاتم نے کہا اگر تم سب توبہ کرو اور مردم آزاری سے ہاتھ اٹھاؤ تو میں اس قدر زر و جواہر تم کو دوں کہ وہ تمھاری سات پیڑھی تک کام آوے انھوں نے کہا کہ ہم تو پیٹ ہی کے واسطے اپنے اوپر عذاب لیتے ہیں اور لوگوں کو اذیت دیتے ہیں اگر اتنا مال و اسباب پائیں تو پھر کیا دیوانے ہیں جو ایسی حرکت کریں بلکہ آج ہی کی تاریخ سے عہد کرتے ہیں کہ جس کام سے خدا راضی نہ ہو سو تمام عمر نہ کریں حاتم نے کہا کہ تم خدا کی طرف متوجہ ہو کر قول دو اور قسم بدل کھاؤ تو میں تمھیں اتنا گنج و مال دوں کہ نہال ہو جاؤ یہ بات سُن کر انھوں نے عرض کی کہ پہلے ہمیں دکھا دو تو ہم توبہ کریں حاتم نے ان کا ہاتھ پکڑ کے اس کنوئیں پر لے آیا اور اس زر بے شمار کو دکھا کر کہنے لگا کہ اب اسے لو اور اپنے وعدہ کو وفا کرو وہ اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور ہاتھ باندھ کر یہ کہنے لگے کہ اب جو کہو سو کریں حاتم نے کہا کہ تم سب اس طرح سے قسم کھاؤ کہ خدا دانا و بینا ہے اور ہر ایک کا احوال جانتا ہے اگر ہم آج سے کسی کا مال چرائیں یا کسی پنچھی پردیسی کو ستائیں تو خدا کے غضب میں گرفتار رہوں انھوں

نے اسی طور سے قسم کھائی اور چوری سے توبہ کی حاتم نے وہ زر و جواہر سب کا سب ان کو بخشا اور راہ راست دکھا کر جنگل کا رستہ لیا کہ ایک کتا زبان نکالے سامنے سے دکھائی دیا اُس نے معلوم کیا کہ شاید اس صحرا میں کوئی کارواں اُترا ہے اور یہ کتا اُسی قافلہ کا ہے جب وہ اس کے پاس آیا تب حاتم نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور اس کے واسطے پانی ادھر اُدھر ڈھونڈھنے لگا اور جی میں کہتا تھا کہ اس جنگل میں کوئی چشمہ ملے تو میں اس پیاسے کو خوب سا پانی پلادوں اتنے میں ایک گاؤں دکھائی دیا حاتم نے اس کی طرف روانہ ہو کر وہاں دیکھا کہ لوگ گیہوں کی روٹیاں اور مٹھا مسافروں کو دیتے تھے حاتم کے آگے بھی لے آئے اس نے وہ چھاچھ اور روٹیاں لے کر کتے کے آگے رکھ دیں کتے نے پیٹ بھر کر کھایا مگر حاتم اس کی طرف دیکھ کر کہتا تھا کہ کیا خوش ترکیب اور کیا خوبصورت کُتا ہے اور وہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا شکر خدا کر رہا تھا اتنے میں حاتم شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا اور دل میں خدا کو یاد کر کے یوں کہنے لگا کہ یہ تیری ہی قدرت ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم کو تو نے پیدا کیا اور ایک کی صورت کو دوسرے کی شکل سے ملنے نہ دیا اتنے میں ایک سخت سی چیز شاخ کے مانند اس کے ہاتھ میں لگی جب خوب سا غور کر کے دیکھا تو ایک میخ آہنی نظر آئی فوراً وہ میخ اس کے سر سے نکال لی وہ کتا ایک جوان خوش رو کی صورت بن گیا حاتم متعجب ہو کر کہنے لگا کہ اے بندۂ خدا یہ کیا بھید ہے اور تو کون ہے کہ پہلے تیری صورت حیوان کی تھی اور اس میخ کے نکالتے ہی تو انسان ہو گیا اُس نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھ پر احسان کیا ہے اس سے اپنا احوال نہ چھپایا چاہیے اس بات کو سوچ کر اُس کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا اے مرد بزرگ میں بنی آدم ہوں تیری دستگیری سے اپنی اصلی صورت پر آیا حاتم نے کہا یہ کیا سبب تھا کہ تیری صورت کُتے کی بن گئی تھی جوان نے کہا کہ میں ایک سوداگر کا بیٹا ہوں میرا باپ بہت سا مال و اسباب لے کر چین میں گیا تھا وہ مال اس نے وہاں بیچا اور وہاں سے کچھ مول لے کر ختا میں آیا اور اُس کے فروخت سے بہت سا نفع حاصل کیا اور مجھ کو بڑی دھوم سے بیاہ دیا کئی روز جیا پھر شربت اجل پی کر مر گیا مال و اسباب زر و جواہر میرے ہاتھ لگا میں ایک مدت تک اس کو بیچ بیچ کر عیش و عشرت کرتا رہا جب وہ کم ہونے پر آیا تب میں ختا کا مال خرید کر کے شہر چین میں گیا اور خرید و فروخت کر کے پھر اپنے شہر کو روانہ ہوا جب تک میں آؤں وہ عورت بدذات جو باپ نے بیاہ دی تھی پیچھے ایک غلام حبشی سے اُلجھی تھی اور یہ میخ لوہے کی جادوگروں سے پڑھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی جب میں

گھر میں آپہونچا اور ایک دن غافل سوگیا اس نے فرصت پاکر یہ میخ میرے سر میں ٹھوک دی میں اس کے لگتے ہی کتا ہوگیا اسی گھڑی دتکار کر نکال دیا میں کان پھٹپھٹاتا ہوا بازار میں آیا وہاں کے کتے اجنبی جان کر بھونکنے لگے اور کتنے ہی دوڑے ان کی دہشت سے آج تیسرا دن ہے کہ میں شہر چھوڑ کر اس جنگل میں بھوکا پیاسا پڑا پھرتا تھا آگے کیا کہوں بارے آج خدا نے اپنے فضل وکرم سے تجھے اس مقام پر بھیجا جو تو نے کھانا کھلایا پانی پلایا آدمی بنایا حاتم اس بات کے سنتے ہی سر بزانو ہوا اور کہنے لگا اے عزیز تیرا گھر کس شہر میں ہے اس نے کہا کہ اس جنگل سے تین روز کی راہ ہے اور اس کو شہر سورت کہتے ہیں حاتم نے کہا کہ اسی شہر میں تو حارس سوداگر بھی رہتا ہے اور اس کی بیٹی سات سوال رکھتی ہے اسی لڑکی نے مجھے اس بات کی خبر کو بھیجا تھا کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا میں نے کہا صاحب یہ بات سچ ہے اور میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں پھر حاتم نے کہا کہ اے بندۂ خدا تو اس میخ کو اپنے پاس رہنے دے اگر تیرا جی بدلا لینے کو چاہے گا تو فرصت پاکر اپنی جورو کے سر میں گاڑ دینا وہ کتیا ہو جائے گی اسی ڈھب کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں وہاں سے چل نکلے تین روز کے عرصہ میں اس شہر میں داخل ہوئے اور وہ جوان حاتم کو اپنے ساتھ لے کر گھر آیا ڈیوڑھی میں بٹھا کر آپ اندر گیا لونڈیاں باندیاں پاؤں پر گر پڑیں اور بی بی اس حبشی سے لپٹی سوتی تھی اس حال کو دیکھ کر اس نے تلوار نیام سے نکالی اس غلام کی گردن کاٹ ڈالی پھر وہ میخ بی بی کے سر میں ٹھونکی وہ فوراً کتیا ہوگئی تب وہ اسے رسی سے باندھ کر باہر نکل آیا اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کے باہر سے اندر لے گیا اور ایک مسند عالی پر بٹھا کر اس کتیا کو دکھا دیا اور کہا کہ یہ وہی عورت مکارہ ہے جس نے مجھے آدمی سے کتا بنایا تھا اور یہ وہ حبشی میرا غلام نمک حرام ہے جو اس کے سگوں میں داخل ہوا تھا اس واردات کو دیکھ کر حاتم متعجب ہوا اور کہنے لگا اے عزیز تو نے اس کو کیوں مار ڈالا وہ بولا یہی اس کی سزا تھی۔ جو اس کے آگے آئی اس دہشت سے اب کوئی ایسا کام نہ کرے گا بلکہ اس خبر کو سن کر کرتا ہوا بھی باز رہے گا یہ حرکت میں نے عبرت کے واسطے کی ہے یہ بات کہہ کر اس نے اس کو اپنے صحن خانے میں گاڑ دیا اور ہر ایک لونڈی غلام کو انعام دے کر سرفراز کیا اور شام رات حاتم کو مہمان رکھ کر خوب سی ضیافتیں کھلائیں اور تا صبح آپ عیش وعشرت میں مشغول رہا جب روز روشن ہوا تب حاتم اس سے رخصت ہو کر کارواں سرا میں آیا اور اس سوداگر بچے سے ملاقات کر کے پوچھنے لگا

کہ کیا کرتے ہو کہو خوش تو ہو اس نے کہا بندہ پرور آپ کی جان ومال کو دعا کرتا ہوں اب مدت سے وہ آواز نہیں آئی اس واسطے حارس کی لڑکی تیرے آنے کی امیدوار ہی حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہیں خدا کے فضل وکرم سے میں اس کی خبر لے آیا ہوں یہ کہہ کر وہ حارس کی بیٹی کے دروازے پر گیا خبرداروں نے جاکر خبر پہونچائی وہ دالان کے دروں پر پردے ڈال کر اندر ہو بیٹھی اور لوگوں سے کہنے لگی اس کو بلوالو وہ بلالائے جب حاتم پردے کے قریب آیا تب اس نے اس کو ایک کرسی پر بٹھاکر سوال کا احوال پوچھا حاتم نے ابتدا سے انتہا تک جو جو دیکھا اور جو جو سنا تھا سو بخوبی بیان کیا اس نے کہا کہ اے جوان رہست گو یہ تو سچ کہتا ہی کہ اب وہ آواز نہیں آتی ہے اب جلد جا اور ماہرو پری شاہ کا مہرہ لا فوراً حاتم اس سے رخصت ہو کر اس سوداگر بچے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ اب میں ماہرو پری شاہ کا مہرہ لینے جاتا ہوں یہ اگر تیسرا سوال پورا کرتا ہوں تو تیری معشوقہ سے تجھے ملا دیتا ہوں اتنی بات کہہ کر وہ اس سے رخصت ہوا اور سر بہ صحرا ہوا اور چند روز کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر فکر کرنے لگا کہ اب بہتر یہی ہی کہ دیوؤں کے بادشاہ سے ملیئے اور اسی سے ماہرو پری شاہ کا مکان پوچھیئے وہ مقرر وہاں کا پتہ دے گا یہ بات دل میں ٹھہرا کر اسی غار میں اترا کہ جس میں پہلے گیا تھا تھوڑے دنوں کے بعد وہی جنگل خوش اسلوب نظر آیا وہ اس کو طے کر کے اس گاؤں میں پہونچا جس میں کہ پہلے گیا تھا وہاں کے لوگ ہر طرف سے نکل آئے اور حاتم کو پہچان کر بستی میں لے گئے مسند پر بعزت تمام بٹھایا اور مہمانی کی حاصل یہ کہ ہر شخص اپنے گاؤں میں لے جاکر مہمانی کرتا تھا اور دوسرے گاؤں میں پہونچا دیتا تھا آخر کار فرد قاش بادشاہ کے محل مبارک تک پہونچا اس نے استقبال کیا اور ایک مسند عالی پر بہ توقیر تمام بٹھایا اور بہت سی شادی کی عیش کی مجلس جمائی پھر پوچھا کہ اب آپ کے آنے کا موجب کیا ہی حاتم نے کہا کہ ماہرو پری شاہ کے ہاتھ میں جو شاہ مہرہ ہے اب فدوی اس کے لینے کو آیا ہے۔ اس نے کہا کہ اے جوان وہ مہرہ اس کے ہاتھ سے لینے کی کس کو طاقت ہی دیوؤں کی مجال نہیں کہ وہاں جائیں اور سلامت پھر آئیں تو بیچارہ غریب کس شمار وقطار میں ہی حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہیں جس نے مجھ کو یہاں تک پہونچایا ہی وہی وہاں بھی پہونچا دے گا میں تم سے ایک شخص بطور رہبری کے چاہتا ہوں اس واسطے کہ کہیں راہ نہ بھول جاؤں فرد قاش نے کہا کہ اے شخص اس بات سے باز آ یہ اچھا نہیں جو تو کرتا ہی وہ بولا کہ یہ مجھ سے کب ہو سکتا ہے کیونکہ عہد شکنی میرا کام نہیں اس جواب کو سن کر فرد قاش

دم بخود رہ گیا اور کچھ نہ بولا حاتم تین روز تک وہیں رہا چوتھے روز کہنے لگا کہ اب میں رہ نہیں
سکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ عاشق نیم جان میرا انتظار کھینچ کر مرجائے اور اس کا خون میری گردن
پر ہو قطع نظر اس کے اگر میں یہاں عیش و عشرت میں رہوں تو خدا کو کیا جواب دوں فرد قاش
نے کئی دیو حاتم کے ساتھ کر دیے کہ تم اس کو ماہرو پری شاہ کی سرحد میں پہونچا دو اور اس کے
آنے تک وہیں بیٹھے رہو حاتم ان کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے روانہ ہوا اور ایک مہینہ کے
عرصہ میں ماہرو پری شاہ کی سرحد میں جا پہونچا انھوں نے عرض کی کہ اس پہاڑ سے آگے اس کا
عمل شروع ہے اب ہماری طاقت نہیں جو قدم آگے بڑھائیں کیونکہ جو اس کی قلمرو میں جاتا ہے
وہ اس کو جیتا نہیں چھوڑتا غرض وہ وہیں رہے اور حاتم اُن سے رخصت ہو کر اس کے عمل
میں داخل ہوا چند روز کے بعد ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا ہوا دکھلائی دیا اور درخت
بھی اس پر اچھے اچھے میوہ دار پھلے پھولے بے شمار نظر آئے وہ اُس کی طرف چلا جب قریب پہنچ
گیا تب ہر ایک طرف سے پریزادوں نے آ کر گھیر لیا اور کہا کہ یہ آدمی ہے اس کو نہ چھوڑنا چاہیے
کیونکہ یہ پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اتنے میں اور بھی پریزاد پہاڑ پر سے اُترے اس کا
ہاتھ پکڑ کے لے گئے اور طوق و زنجیر پہنا کر پوچھنے لگے کہ تو کون ہے اور یہاں کس لیے آیا ہے اور وہ
کون ہے جو تجھے لایا ہے سچ بتاؤ حاتم نے کہا یہاں مجھ کو خدا لایا ہے اور شہر سورت سے آیا
ہوں اس بات کے سنتے ہی اُنھوں نے کہا معلوم ہوا تو ماہرو پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہے
کیوں سچ ہے یا نہیں تب وہ اپنے جی میں سوچنے لگا کہ اگر سچ کہتا ہوں تو جیتا نہ چھوڑیں گے
اور اگر چھپاتا ہوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں اس سے یہ بہتر ہے کہ چپکا ہو رہوں یہ سمجھ کر گونگا بن
گیا کچھ جواب نہ دیا تب پریزادوں نے آپس میں مشورت کی اس کو آگ میں ڈالا چاہیے
انھوں نے ہزاروں من لکڑیاں جمع کر کے آگ بھڑکائی جب اس کی لو آسمان تک پہونچی
حاتم کو اٹھا کر اس آگ میں ڈال دیا حاتم تین روز تک اُسی آگ میں رہا اور جب وہ چپلے
گئے اس کے بعد نکلا تو ایک تار بھی اس کے جامے کا نہ جلا تھا وہاں سے ایک طرف کو راہی
ہوا تھوڑی دور گیا ہو گا کہ پریزاد ہر طرف سے دوڑے اور پوچھنے لگے اے جوان تیرا ہی
صورت کا ایک شخص دو چار ہی دن کا ذکر ہے کہ آیا تھا اس کو تو ہم نے آگ میں ڈال کر خاک سیاہ
کر دیا اب تو آیا ہے کیا وہی ہے یا دوسرا اور پیدا ہوا سچ کہہ حاتم نے کہا اے احمقو جو آتش کدے
پڑے وہ کیونکر جیتا بچے پھر اس کو انھوں نے ایک بڑے بھاری پتھر کے تلے تین روز

تک داب رکھا چھ مہینے روز اُس سے نکل کر اس زور سے ٹانگ پھرا کر پھینکا کہ وہاں سے اٹھارہ کوس پر دریائے شور تھا اس میں جا پڑا اور گھڑیال اس کو نگل گیا اس صدمے سے وہ عالم بے ہوشی میں تھا کچھ نہ سمجھا کہ میں کہاں تھا اور کہاں آیا جب ہوش ہوا آپ کو گھڑیال کے پیٹ میں دیکھ کر گھبرایا اور اس کے دل اور جگر کو دوڑ دوڑ کر پاؤں سے کچلنے لگا اُس کے ہضم نہ ہونے کے باعث سے وہ عاجز ہو کر خشکی میں گیا اور قے کرنے لگا حاتم اس کے منھ سے نکل پڑا اس کے بعد بھوکا پیاسا کسی طرف کو چلا جب طاقت طاق ہو گئی چل کر ریت میں گر پڑا اور ہر ایک سمت کو تکنے لگا اتنے میں ایک غول پریزادوں کا اٹکھیلیاں کرتا ہوا آ پہونچا اور ہر ایک اسے دیکھ کر آپس میں کہنے لگا کہ یہ آدم زاد کون ہے اور یہاں کیونکر آیا ہے تحقیقات کیا چاہیے ایک نے آ کر حاتم سے کہا کہ اے آدم زاد تجھ کو یہاں کون لایا ہے۔ جلد بتا حاتم نے کہا مجھکو خدائے کریم رحیم لایا ہے جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا اور دوسرا دن ہے کہ گھڑیال کے پیٹ سے مجھ کو جیتا باہر نکالا اگر تم کو خدا نے توفیق دی ہو تو کچھ کھانے پینے کی خبر لو انھوں نے کہا ہم تجھکو دانہ پانی کیونکر دیں ہمارے بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ جس آدم زاد کو جہاں پاؤ وہیں ٹھکانے لگا دو اگر تجھکو نہ ماریں اور کھانے پینے کو دیں تو غضب سلطانی میں گرفتار ہوں اتنے میں ایک نے انھیں میں سے کہا کہ اے یارو خدا سے ڈرو کہاں بادشاہ کہاں یہ گدا کچھ آپ سے یہ نہیں آیا واللہ اعلم گھڑیال کہاں سے اس کو لایا ہے اس کی حیات کے چند روز باقی تھے جو اُس کے پیٹ سے نکلا اور انسان کی قوم ہم سب سے اشرف کہلاتی ہے لازم ہے کہ اس کو اپنے گھر لے جائیں اور پرورش کریں انھوں نے کہا کہ اگر اس کو ہم رکھیں اور کھانا دیں مبادا پریوں کا بادشاہ سنے اور ہماری گردن مارے تو مفت میں جان جاتی رہی حاتم نے کہا اے عزیزو اگر میرے مارے جانے سے تمھارا بھلا ہو تو نہ چوکو قتل بھی کرو اس جرأت کو دیکھ کر وہ آپس میں مشورت کرنے لگے کہ یہاں سے سات روز کی راہ پر ہمارا بادشاہ رہتا ہے ایسا کون ہے جو اس کا حال بادشاہ سے عرض کرے گا یہ سوچ کر وہ سب کے سب متفق ہوئے اور حاتم کو اپنے گھر لے گئے قسم قسم کے میوے اور کھانے اس کے آگے رکھے حاتم نے سیر ہو کر کھایا اور پانی پیا اور خوشی سے بیٹھا پریزاد بھی اس کے گرد آ بیٹھے اور قیل وقال کرنے لگے اور اُس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے کئی دن کے بعد ایک روز حاتم نے اکتا کر کہا کہ اے یارو اب مجھکو رخصت کرو کہ جس کام کے واسطے آیا ہوں اس کی سعی کروں انھوں نے کہا کہ وہ کام کیا ہے اور تو یہاں کیونکر آیا حاتم نے کہا مجھ کو

فرقاش بادشاہ کے دیو ماہرو پری شاہ کی سرحد میں لائے تھے تمہارے بھائیوں نے تین مرتبہ مجھ کو آگ میں ڈالا خدائے کریم نے بچایا پھر انھوں نے دریا میں ڈال دیا وہاں ایک مگرمچھ نگل گیا جب وہ ہضم نہ کر سکا تب اس نے بھی کنارے پر آکر اگل دیا اتنے میں تم سے ملاقات ہوئی تم اپنی مہربانی سے گھر میں لے آئے اور میری تم نے غور پرداخت کی پرسش کی انھوں نے کہا کہ اے جوان خوش رو الیا کون سا کام ہے کہ جس کے واسطے تو نے ایسی مصیبتیں اُٹھائیں اور اتنی جفائیں سہیں حاتم نے کہا کہ میں ماہرو پری شاہ سے کچھ کام رکھتا ہوں انھوں نے کہا کہ اے نادان تو ہمارے سامنے ماہرو پری شاہ کا نام نہ لے کیونکہ اس کے ہم نوکر ہیں اس نے اپنی سرحد تک اسی صورت سے شہر بہ شہر چوکیاں بٹھائی ہیں اور فرمایا ہے کہ میرے ملک میں کوئی آدم زاد اور دیو زاد آنے نہ پائے اگر ماہرو پری شاہ سُنے گا کہ آدم زاد یہاں آیا ہے تو ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا اور تجھ کو بھی مار ڈالے گا بیت قدغن ہے کہ اس گھر میں کوئی آنے نہ پائے ؀ گر بے خبر آ جائے تو پھر جانے نہ پائے ؀ حاتم نے کہا کہ اے یار و اگر میری حیات باقی ہے تو کوئی نہیں مار سکتا اور جو تم اپنے واسطے ڈرتے ہو تو مجھے باندھ کر اس کے پاس لے چلو جو خدا چاہے گا سو کرے گا انھوں نے کہا ہم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جس کی یہ پرسش کی ہے اس کو مارنے کے واسطے کیونکر دیں حاتم نے کہا میرے مارے جانے پر تم کوئی سوچ بچار نہ کرو کیونکہ مجھ کو ماہرو پری شاہ کے پاس جانا ہے خواہ مارے خواہ چھوڑے اس بات کو سُنکر وہ حیران ہوئے اور آپس میں مشورت کرنے لگے اب یہ بہتر ہے کہ اس کو قید میں رکھیے اور بادشاہ کو اس حال کی عرضی بھیجیے حضور عالی سے جو ارشاد ہوگا سو کیجیے اس بات پر ان میں سے ہر ایک راضی ہوا تب ایک پریزاد کو عرضی دے کر رخصت کیا اور اس میں یہ مضمون لکھا کہ جہاں پناہ ایک آدمی دریائے قلزم کے کنارے سے ہاتھ آیا ہے سو اس کو نظر بند کی طرح اپنے گھر میں رکھا ہے۔ اگر حکم ہو تو حضور اعلیٰ میں بھجوا دیں غرض وہ وہاں سے عرضی لے کر چلا اور ایک ہی ہفتہ میں در دولت پر جا پہونچا عرض بیگیوں نے خبر پہونچائی کہ خداوند ایک پریزاد دریائے قلزم کے چوکیداروں میں سے آیا ہے وہاں کے حاکم کی عرضی بھی لایا ہے حکم ہوا کہ اُس کو حضور میں حاضر کرو وہ اس کو لے آئے وہ آداب بجا لایا اور عرضی حضور میں گزرانی ماہرو پری شاہ نے پڑھ کر فرمایا اُسے جلد حضور میں بہ احتیاط تمام حاضر کرو کئی دن کے بعد وہ دیو جواب لے کر وہیں آ پہونچا اور اُس سے کہنے لگا کہ حکم حضور یوں ہے کہ اس کو جلد در دولت پر پہونچاؤ اس سخن کے سنتے ہی وہ پریزاد اس کو اپنے ساتھ لے کر چلے اور

یہ شہرہ ہر ایک سمت کو پھیلا کہ ایک آدم زاد گرفتار ہو کر ماہرو پری شاہ کے حضور میں جاتا ہے یہ سُن کر مینا زاد کی بیٹی نے اپنی ہم جولیوں سے مشورت کی کہ بادشاہ کے ملک میں ایک آدمی کمال خوبصورت اور نہایت حسین پکڑا ہوا آیا ہے اُسے دیکھا چاہیے کہ وہ کیسی صورت رکھتا ہے۔ ان سبھوں نے کہا کہ بہت بہتر اگر اس کو دیکھنا منظور ہے تو راہ ہی میں دیکھ لو کیونکہ جب وہ حضور میں پہونچے گا تب اُسے کوئی نہ دیکھ سکے گا اس بات کو سُن کر وہ اپنی ماں کے پاس آئی اور باغ جانے کا بہانہ کر کے رخصت ہوئی چنانچہ اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جو کوئی باغ کی سیر کو جاتا سو چالیس روز تک وہیں رہتا غرض وہ بہر صورت وہاں سے روانہ ہوئی اور تھوڑی دور جا کر ہمجولیوں سے پوچھنے لگی کہ اس جوان کو کیونکر دیکھیں ان میں سے ایک نے کہا کہ دریائے قلزم کے چوکیدار غلانے راستے سے لیے آتے ہیں اگر وہیں چل کر دیکھو تو بہت بہتر ہے اس بات کو سُن کر وہ سب کی سب اُسی سمت کو گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لشکر نہایت عالی شان پڑا ہے حُسنا پری نے ایک پری کو کہا کہ تو جا کر اُن سے پوچھ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو اس بات کو تحقیق کر کے جلد پھر آ غرض وہ گئی اور اُن سے پوچھنے لگی کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم دریائے قلزم کے نگہبان ہیں ایک آدمی گرفتار کیے ہوئے حضور عالی میں لیے جاتے ہیں اس نے کہا کہ وہ کون سا آدمی ہے کہ جس کو تم لے چلے ہو ذرا ہم بھی اسے دیکھیں انھوں نے اُسے حاتم کو دکھا دیا اور کہا کہ وہ اجل گرفتہ یہی ہے اس نے دیکھا کہ ایک شخص نوجوان مثل گل خنداں اور حُسن میں مثل ماہ تاباں ژولیدہ مو نہایت خوبرو قیدیوں کی صورت بیٹھا ہے اور آہیں سرد بھرتا ہے۔ وہاں سے پھر آئی اور حُسنا پری سے اس کے حُسن و جوانی کی تعریف کرنے لگی حُسنا پری یہ سُن کے اُس کے دیکھنے کی نہایت مشتاق ہوئی اور اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ بوا اُسے کیونکر دیکھیں انھوں نے کہا جب رات ہو گی سپاہی سو جائیں گے اس وقت ہم جا کر چوری سے اُڑا لائیں گے تمھیں دکھلا دیں گے اتنے میں آفتاب غروب ہوا اور رات ہو گئی پریاں اُس لشکر کی طرف چلیں کیا دیکھتی ہیں کہ وہ خواب غفلت میں ہے تب حاتم کے سر پر بے ہوشی کی دوا چھڑک کے حُسنا پری کے باغ میں اٹھا کر لے گئیں اور اس سے عرض کی کہ ہم اس آدم زاد کو سرکار کے باغ میں چھوڑ آئے ہیں وہ سُنتے ہی باغ کی طرف متوجہ ہوئی آ کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک جوان خوش جمال بیہوش پڑا ہے دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو گئی اور اس بیہوش کو ہوشیار کیا حاتم نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ

ایک عورت پریزاد جمیلہ سرہانے کھڑی ہے بے اختیار ہکا بکا ہو کر کہنے لگا کہ تو کون ہے اور مجھے یہاں کون لایا ہے اُس نے ناز سے منہ پھیر کر یہ شعر پڑھا شعر یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں ؛ پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں ؛ حاتم اپنے دل میں حیران ہو ہو کر کہتا تھا کہ یہ پریاں عورتیں ہیں اور زندہ لشکر مرشل کا تھا اور میں ان کی قید میں تھا اس باغ میں کیونکر آیا آخر کار گھبرا کر بولا کہ تم سچ کہو کون ہو اور میں یہاں کس طرح سے آیا حُسنا پری نے پھر کہا کہ اے جوان یہ باغ مینا پریزاد نے بنوایا ہے اور میں حسنا پری اس کی بیٹی ہوں اس واسطے تیرے آنے کی خبر جو تمام شہر میں اڑی مجھ کو تیرے دیکھنے کی نہایت آرزو ہوئی اس واسطے یہ پریاں تجھ کو وہاں سے اُڑا کر یہاں لے آئی ہیں حاتم نے مُسکرا کر کہا کہ میرے لانے کا کیا سبب ہے ناحق میرے کام میں خلل کیا پری نے کہا وہ کون سا کام ہے مجھے آگاہ کر کہ جس کے واسطے تو ایسا گھبراتا ہے اس نے کہا کہ ماہرو پری شاہ کا شاہ مہرہ لینے آیا ہوں وہ ہنسی اور کہنے لگی اے جوان وہ مہرہ اس کے ہاتھ سے لینا ذرا کام رکھتا ہے اور نہایت مشکل ہے کیونکہ جہاں فرشتے کا بھی گزر نہ ہو وہاں آدمی کی پہونچ کب ہو سکتی ہے تیری قسمت سے وہ ہاتھ لگے تو لگے بلکہ میں بھی تا مقدور سعی کروں گی حاتم اس بات کو سُنکر خوش ہوا الغرض وہ دونوں عیش و عشرت

تصویر باغ مینا پریزاد کی اور عیش و عشرت کرنا اُس میں حاتم اور حُسنا پری کا



میں مشغول ہوئے اتنے میں وہ لشکر خواب سے بیدار ہوا اور چوکیداروں نے حاتم کو جگہ پر نہ پایا حیران و سرگرداں ہوئے مگر معلوم کیا کہ پریزاد عاشق ہو کر اس کو چرا لے گئے اگر بادشاہ سنے تو ہماری کھال کھنچے بہتر یہ ہے کہ کسی گوشے میں چھپ رہیں اور چپکے چپکے تلاش کریں شاید کہیں اس کا کھوج ملے تو بادشاہ کے پاس پکڑ کر لے جائیں یہ کہہ کر سب کے سب بھاگے اور کسی جگہ چھپ رہے جب رات ہوتی تب صبح تک ڈھونڈھتے دن بھر چھپے رہتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی ایک دن ماہ سر پری شاہ نے کہا کہ اب تک وہ آدم زاد نہیں آیا کیا باعث ہے ایک پریزاد وہاں جائے اور خبر لائے غرض حسب الحکم ایک پریزاد اڑا اور پل مارتے میں اُس حاکم کے پاس جا پہونچا اور کہنے لگا کہ بادشاہ منتظر ہے وہ آدمی ابھی تک نہیں پہونچا اس نے کہا کہ مجھے ایک مدت ہوئی میں نے اُس کو اپنے لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا ہے یہ بات سُن کر وہ پریزاد پھر آیا اور بادشاہ کی خدمت میں مفصل حال عرض کیا وہ اس خبر کے سُنتے ہی آگ ہو گیا اور ایک سردار کو بلا کر حکم کیا کہ تم اپنی فوج سمیت جا کر اُن حرام زادوں کی تلاش کرو دیکھو تو وہ اس کو کہاں لے گئے غرض وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر گیا اور اُن کی جستجو کرنے لگا اتنے میں ایک شخص بھاگا ہوا اس لشکر کا ان جاسوسوں کو نظر آیا وہ اس کو باندھے ہوئے حضور میں لے گئے بادشاہ نے اس پر نہایت غصہ اور عتاب کیا اور کہا سچ کہہ کہ وہ آدمی کہاں ہے اُس نے کہا جی کی اماں پاؤں تو اس کا حال عرض کروں بادشاہ نے فرمایا کیا کہتا ہے جلد کہہ نہیں تو جیتا نہ چھوڑوں گا وہ ہاتھ باندھ کر کہنے لگا خداوند ہم سب کے سب اس کو فلانے مقام تک باحتیاط تمام لائے تھے اتفاقاً رات کو غافل سو گئے کوئی اسکو چرا لے گیا وہ آپ سے نہیں گیا کیونکہ وہ آپ کی ملاقات کا کمال اشتیاق رکھتا تھا غلاموں کو اس بات کا بڑا اچنبھا ہے لیکن صبح کو جو ہم نے اس کو نہ دیکھا اس واسطے آپکے خوف و غضب سے بھاگ کر جا بجا چھپ رہے مگر راتوں کو ڈھونڈھا کرتے تھے اس حقیقت کو سُن کر بادشاہ نے ان کو قید کیا اور پانچ ہزار پریزادوں کو بلوا کر کہا کہ تم اس کو جہاں پاؤ وہاں سے لے آؤ غرض وہ اس بات کے سُنتے ہی ہر طرف اُس کی تلاش میں گئے قضارا ایک پریزاد کا گزر بینا پریزاد کے باغ میں ہوا اور وہاں ایک گوشے میں چھپ رہا اتنے میں حُسنا پری حاتم کے گلے میں باہیں ڈالے اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی اس کو نظر آئی جاسوس کونے سے نکلا اور آدمی کو پہچان کر کہنے لگا اے نمک حراموں اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا اور ہم بحفاظت تمام لیے جاتے تھے ہم کو غافل پا کر تم اُسے اُڑا لائی ہو اگر اب بھی اپنی زندگی چاہتی ہو تو ہمارے حوالے کرو کہ اس کو بادشاہ کے

پاس لے جائیں حسنا پری اس بات کو سنتے ہی آگ ہو گئی اور کہنے لگی اے نا محرم جوانا مرگ تو میرے
باغ میں کیوں آیا ہی اور کس واسطے زبان درازی کرتا ہی کیا کوئی نہیں ہی کہ اس موئے نا شدنی
کو مارے یہ سنتے ہی سب پریاں اس پر دوڑیں وہ مارے ڈر کے اپنے شہر کی طرف بھاگا اور منھ کالا
کر کے بارگاہ عالی میں فریادی ہوا بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا دیکھو تو اس پریزاد کو کس نے دکھ دیا ہی
اور اسے آگے لاؤ جب وہ تخت کے قریب پہونچا تب ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا کہ خداوند میں حسنا پری
مینا پریزاد کی بیٹی کے ظلم سے فریاد کرتا ہوں اور میں اسی گروہ میں سے ہوں جو اس آدم زاد کو حضور عالی
میں لاتا تھا وہ رات کے وقت جو اکرا اپنے باغ میں لے گئی اب اس سے عیش کرتی ہے اور مزے
اڑاتی ہی اتفاقاً میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک دن جو اس کے باغ میں جا نکلا تو اسی آدم زاد کو
دیکھ کر میں نے شور و غل مچایا کہ اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا جلد میرے حوالے کرو
کہ حضور میں پہونچاؤں وہ شراب کے نشے میں چور ہو رہی تھی اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ اس کو پکڑ کے
خوب مارو میں ہزار تک و دو سے بھاگ کر سایۂ دولت میں آیا یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گیا اور دیوں ہزار پریزاد
کو حکم دیا کہ تم مینا پریزاد کو اس کی جوان بیٹی اور اس آدمی سمیت جلد حضور میں حاضر کرو وہ سب کے سب وہیں
سے دوڑ پڑے اور اس کی حویلی کو گھیر لیا وہ بیچارہ اس کی خبر نہ رکھتا تھا متفکر ہو کر حیران رہ گیا کہ
اس نارجنی کا سبب کیا ہی انھوں نے کہا کہ تیری بیٹی ایک بادشاہ کے قیدی کو اڑا لائی ہی اور اس
کے ساتھ اپنے باغ میں عیش کرتی ہی اس واردات کو سنکر وہ ڈر گیا اور اس باغ میں آیا تو کیا
دیکھتا ہی کہ واقعی حسنا پری اس آدم زاد کے ساتھ رنگ رلیاں کر رہی ہی یہ حال دیکھتے ہی
بدحواس ہو کر ایک دو ہتڑ مارا اور کہا کہ اے علامہ تو نے کیا قہر کیا ماں باپ کا نام ڈبو دیا اب بادشاہ کی
فوج تیرے پکڑنے کو آئی ہی خبردار ہو وہ اس بات کے سنتے ہی ڈری اور تھرتھرانے لگی چہرہ
زرد ہو گیا آنسو بھر لائی اتنے میں فوج شاہی آ پہونچی اور ان سبھوں کو گرفتار کر کے حضور عالی میں
لے گئی سردار فوج حضور میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ اے جہاں پناہ مینا پریزاد نے ہرگز حضور کے
سامنے آنے میں عذر نہ کیا بلکہ اپنی آل و اولاد سمیت ہاتھ باندھے بے تامل چلا آیا بادشاہ نے کہا
کہ مینا پریزاد کو حضور میں لے آؤ اس نے آتے ہی عرض کی کہ بندے کو اس حال کی مطلق خبر نہ تھی اور
طرح سے یہ فدوی فرمانبردار ہی بادشاہ نے رحم کھا کر گناہ بخشا جب ان لوگوں نے حاتم کو لے جا کر اس
کے سامنے کھڑا کر دیا تو بادشاہ نے دیکھا کہ نہایت شکیل اور حسین ہی مہربانی سے بلا کر اپنے پاس
بٹھایا اور کچھ باتیں کر کے پوچھا اے جوان تو آدم زاد ہو کر میرے شہر میں کیونکر آیا اور

ایسا کیا کام رکھتا ہے کہ جس کے واسطے اتنا رنج اٹھایا حاتم نے کہا جہاں پناہ میں حضور کی قدم بوسی کے واسطے آیا ہوں کیونکہ فرقاش بادشاہ نے خداوند کے اوصاف حمیدہ یہاں تک بیان کئے کہ ان کے اظہار میں میری زبان قاصر ہے غرض دیدار ہمایوں کا اشتیاق دل پر غالب آیا ہر طرح سے میں نے آپ کو حضور اقدس میں پہونچایا تب بادشاہ نے کہا کہ ہمارے محل میں تجھے کون لایا وہ بولا کہ فرقاش بادشاہ کے دیو مجھے لے آئے ہیں پھر بادشاہ نے کہا کہ اے جوان کچھ تجھے معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی حکیم بھی انسانوں میں دانا تر اور فن حکمت سے ماہر ہے حاتم نے کہا کہ خداوند حکیم سے کیا کام ہے شاید آپ کے ملک میں حکیم نہیں ملتا بادشاہ نے کہا کہ ہماری قوم کے حکیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میں نے بہت علاج کر دیکھا ایک مدت سے میرے بیٹے کی آنکھیں دکھتی ہیں اور وہ حسن میں بے نظیر مانند بدر منیر ہے اور اس کے سوا میرے کوئی لڑکا بالا نہیں حیف ہے کہ وہ بھی اندھا ہو گیا اور کسی طرح درد سے بھی فرصت نہیں پاتا حاتم بولا اگر شاہزادہ اچھا ہو اور آنکھیں روشن ہوں اور درد جاتا رہے تو حضور عالی سے مجھے کیا انعام ملے گا بادشاہ نے کہا جو تو مانگے گا وہی پاوے گا حاتم نے کہا اس بات پر قول و قسم کرو تو میں شاہزادے کی ایسی دوا کروں کہ اس کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی روشن ہو جائیں تو اس وقت منھ کا مانگا انعام پاؤں بادشاہ نے کہا میں نے قبول کیا صبح کو اس نے وہ مہرہ اپنی پگڑی سے نکال کر آب دہن میں گھس کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا شام ہوتے ہوتے سرخی جاتی رہی اور درد موقوف ہوا مگر بینا نہ ہوئیں بادشاہ نے کہا کہ اے جوان ظاہر اس کی آنکھیں آگے سے اچھی ہیں لیکن بصارت چنداں خوب نہیں ہوئی تب حاتم نے کہا پردۂ ظلمات میں ایک درخت ہے اس کو نور ریز کہتے ہیں اگر دو تین قطرے اس کے پانی کے ہاتھ لگیں تو اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں اس بات کے سنتے ہی ماہرو پری شاہ نے کہا کہ اے پریزادو سچ کہو تم میں سے کون ایسا ہے جو وہاں جائے اور اس درخت کا پانی لائے اس سخن کے سنتے ہی وہ سب کے سب کان پر ہاتھ دھر کے اور سر جھکا کر عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ اس کی راہ نہایت پُر خطر ہے اور اس میں بکثرت بھوت پلید رہتے ہیں وہاں ہم میں سے کوئی نہیں جا سکتا کیونکہ وہ کافر بڑے زبردست ہیں ہم کو جیتا نہ چھوڑیں گے آگے جو حکم ہو سو کریں اتنے میں حسنا پری اٹھی اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی اگر خداوند میرا گناہ معاف کریں اور اس انسان کو مجھے بخشیں تو جاؤں اور اس درخت کا پانی لاؤں بادشاہ نے کہا تیرا گناہ تجھے بخشا اور وہ سرحد تیرے باپ کو دی اور اس آدمی کا بھی وہی مختار ہے حاتم بولا اے حسنا پری اگر تو چاہے کہ مجھ کو تمام عمر اپنے

پاس رکھے سو تو نہیں مگر اس بات کا اقرار کرے جب تک میرا جی چاہے رہوں اور جب چاہوں چلا جاؤں تو مضائقہ نہیں حسنا پری نے کہا اے جوان مجھ کو بھی تجھ سے کچھ اور کام نہیں پر اتنا ہی ہے کہ چند روز تیری صحبت سے اپنی مجلس گرم رکھوں اور سیر ہو کر تیرے باغ حسن کی سیر کروں پھر تو مختار ہے جدھر چاہنا ادھر جانا کوئی تیرا مانع نہ ہوگا حاتم نے کہا کہ اس طور پر میں نے بہ دل و جان قبول کیا اب جلد جا یہ سن کر حسنا پری کئی پریوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئی چالیس دن کے بعد ظلمات میں جا پہونچی کیا دیکھتی ہے کہ ایک درخت عظیم الشان ہے کہ اس کی پھننگ آسمان تک پہونچی ہے اور اس سے پانی کے کچھ قطرے ٹپکتے ہیں حسنا پری نے ایک شیشہ اس کے نیچے رکھ دیا تھوڑی دیر میں وہ شیشہ پانی سے بھر گیا تب یہ اس کا منہ باندھ کر وہاں سے لے اڑی اتنے میں خلفاش دیو چوکیدار جو ہزار دیو سے اس درخت کا نگہبان تھا آ پہونچا حسنا پری نہایت چست و چالاک تھی بھاگی اور اس کے ہاتھ نہ لگی چالیس روز کے عرصے میں حضور اقدس میں آ پہونچی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی خداوندا آپ کے اقبال سے یہ لونڈی اس درخت کا پانی لے آئی اور اس کے چوکیداروں کے بھی ہاتھ نہ لگی یہ کہہ کر شیشہ کو بادشاہ کے آگے رکھ دیا کہ چند پانی کے قطرے حاضر ہیں اور راہ کے صدمے بھی مفصل ظاہر کئے بادشاہ نے مہربانی سے حسنا پری کو گلے سے لگایا اور پانی کا شیشہ حاتم کے حوالے کیا اس نے فی الفور اس مہرے کو رگڑ کر اس کی آنکھوں میں لگایا اور پٹی سے سات روز تک باندھ رکھا آٹھویں دن جو اس کی آنکھوں سے پٹی کھولی تو ایسی دیکھیں کہ جیسے ماں کے پیٹ سے لے کر نکلا تھا جو ہیں شاہزادے نے اپنے ماں باپ کا دیدار دیکھا نہایت خوش ہوا اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اس نے اس کو گلے لگا کر خدا کا شکر کیا تب ماہر و پری شاہ نے ممنون احسان ہو کر اس کے آگے اتنا زر و جواہر رکھ دیا کہ جس کا کچھ شمار نہیں کیا جاتا تھا حاتم نے کہا اے بادشاہ غریبوں کے پشت و پناہ اس قدر یہ زر و جواہر میں تن تنہا کیا کروں اور کہاں لے جاؤں گا اگر تم اپنے پریزادوں کے ہاتھ اس کو فردقاش بادشاہ کے پاس بھجوا دو تو یقین ہے کہ وہ میری سرحد میں پہونچا دے گا یا میرے ہی ساتھ کر دیجیو تب بادشاہ نے اپنے پریزادوں کو کہا کہ جب یہ جوان اپنے شہر کی طرف روانہ ہو تم مال و اسباب کو اس کے ساتھ لے جائیو پھر حاتم نے عرض کی اے شہنشاہ گیتی پناہ یہ جو عنایت ہوا ہے سو آپ کا تفضلات ہے لیکن امیدوار اس بات کا ہوں کہ جو دینے کو کہا تھا سو عنایت ہو بادشاہ نے کہا کیا مانگتا ہے مانگ حاتم نے کہا یہ مہرہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے اگر میری آرزو پوری کرنی منظور ہے تو

بخشو اس بات کے سُنتے ہی بادشاہ نے سر نیچے کر لیا اور کہا کہ معلوم ہوا شاید یہ مُہرہ حارس سوداگر کی بیٹی نے تجھ سے مانگا ہے اور میں نے بھی تجھ سے اقرار کیا ہے ناچار ہوں یہ کہہ کر شاہ نے مُہرہ حاتم کو دیا اور کہا اے جوان جب تو مُہرہ اُس کو دے گا میں اس کے پاس رہنے نہ دوں گا کسی نہ کسی ڈھب سے منگوا لوں گا حاتم نے التماس کیا جب عاشق کا مطلب حاصل ہو چکے پھر آپ مختار ہیں غرض حاتم نے اس کو لے کر اپنے بازو پر خوب مضبوط کر کے باندھا کہ جتنے گنج اور دفینے زمین میں گڑے ہوئے تھے نظر آنے لگے تب اُس نے اپنے جی میں کہا کہ شاید حارس سوداگر کی بیٹی نے اس واسطے یہ مُہرہ مجھ سے منگایا ہے اور بادشاہ سے بھی اس حال کو بیان کیا اُس نے کہا کہ ہاں اس واسطے اُس نے تجھ سے منگایا ہے القصّہ بادشاہ سے رخصت ہوا تب بادشاہ نے اپنے عیّاروں اور نظر بازوں سے کہا کہ جس وقت حارس کی بیٹی کا بیاہ ہو چکے اس کے ہاتھ سے کسی گھات سے اس مُہرے کو لے آئیو حاتم وہاں سے حسنا پری کے گھر آیا اور تھوڑے دن عیش و عشرت کر کے اس سے رخصت ہوا تب وہ پریزاد زر و جواہر لے کر اُس کے ہمراہ ہوئے اور فرہ قاش کی سرحد تک پہونچا کر رخصت ہوئے اور وہ دیو جو حاتم کے ساتھ آئے تھے اس کو دیکھتے ہی دوڑے اور شاد ہوئے پھر اُس مال و متاع سمیت ایک تخت پر بٹھا کر چند روز میں فرہ قاش بادشاہ کے پاس لے گئے اُس نے جیسے ہی حاتم کو دیکھا اُٹھ کر بغلگیر ہوا اور بہت سی تواضع کر کے آفرین کی شب کی شب حاتم وہاں مہمان رہا صبح کو رخصت ہو کر غار کی راہ سے سورت میں آ پہونچا اور وہ مال اس سوداگر کے حوالے کیا اور تمام حال بیان کیا اور دیوؤں کو تھوڑا سا زر و جواہر بخش کر رخصت کیا پھر حارس سوداگر کی بیٹی کے گھر آیا اور شاہ مُہرہ اس کے حوالے کیا وہ اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی اے جوان اب میں تیری ہوں جو چاہے سو کر حاتم نے کہا کہ اے ساقیِ ناز میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ تیری شراب میں پیوں مگر وہ جوان جو ایک مدّت سے اس شراب کا پیاسا ہے اس کو پلاؤں تو بھی قبول کر اس نے کہا میں تیرے بس میں ہوں تو مختار ہے جو کچھ کہے گا وہی بجا لاؤں گی وہیں حاتم نے اس کے باپ کو بلوا کر اُس سوداگر بچے کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور یہ کہا کہ اسے اپنا فرزند سمجھو اس نے اسی وقت بیاہ کی تیاری کی اور اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ بیاہ دیا دس دن کے بعد وہ مُہرہ اس لڑکی کے ہاتھ سے غائب ہو گیا وہ رونے پیٹنے لگی تب حاتم نے اُس کو دلاسا دیا اور تسلّی دے کر کہا میں نے تیرے شوہر کو اتنا زر و جواہر دیا ہے کہ وہ سات پشت تک وفا کرے گا اتنا کیوں بلبلاتی ہے غرض اسی طرح کی کئی باتیں کہہ کر حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور حسن بانو کے سوال کے جواب کی فکر میں چلا کئی دن کے بعد منزلیں طے کرتا ہوا

اور آفتیں سخت اُٹھاتا ہوا کسی دریا کے کنارے جا پہونچا اور وہاں ایک محل عالی شان بادشاہوں کے لائق اس کو نظر آیا اور اُس کے دروازے پر خط جلی سے لکھا دیکھا کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال یہ اُس نوشتے کو پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور سجدۂ شکر ادا کر کے کہنے لگا الحمد للہ اب میں مراد کو پہونچا قدرے آگے بڑھا تو بہت سے شخص خواصوں کے طور پر اس محل سے نکلے اور حاتم کو اندر لے گئے وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک سو برس کا بوڑھا مرد نورانی صورت تخت پاکیزہ پر بیٹھا ہے حاتم کو دیکھتے ہی اٹھا اور گلے لگا کر اپنے تخت پر بٹھا لیا اور کھانے طرح طرح کے منگوا کر کھلائے جب حاتم نے کھانے پینے سے فراغت پائی پوچھا کہ آپ نے در دولت پر یہ کیوں لکھ رکھا ہے اُس نے کہا میں راہزن تھا راہوں کو مسافر کا مال لوٹتا تھا اور تمام دن مزدوری میں کاٹتا تھا آخر روز دو روٹیاں گھی سے چپڑ کر ان پر شکر ڈال کر دریا میں پھینک دیتا اور کہتا کہ یہ کام خدا کے واسطے کرتا ہوں ایک مدت یونہی گزر گئی کہ ایک دن بیمار ہوا اور قریب ہلاکت پہونچا آخر ایک دن میں ایسا بیہوش ہوا گویا جان اس حالت میں بدن سے نکل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر دوزخ دکھلاتا ہے کہ تیری جگہ یہی ہے غرض قریب تھا کہ مجھ کو دوزخ میں ڈال دے کہ دو فرشتے مرد صورت آگے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اس کو ہم دوزخ میں نہ جانے دیں گے اور اس کی جگہ دوزخ نہیں ہے بلکہ یہ بہشت میں جائے گا چنانچہ وہ مجھ کو بہشت کی طرف لے گئے ایک بزرگ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اُس کو کیوں لائے ہو ہنوز اس کی عمر کے دو سو برس باقی ہیں اس کا ہم نام ایک اور شخص ہے اس کو لے آؤ یہ بات سُنکر پھر وہی دونوں جوان مجھ کو یہاں پہونچا گئے اور کہنے لگے کہ ہم دونوں وہی دو روٹیاں ہیں جو خدا کے واسطے تو دریا میں ڈالتا تھا اتنے میں ذرا میں چنپا تب اٹھ کھڑا ہوا اور خدا کی درگاہ میں مناجات کرنے لگا کہ الٰہی تو غفور رحیم ہے اور میں بندۂ گنہگار ہوں مجھ کو بخش دے میں توبہ کرتا ہوں اور رزق مجھے ہر حال میں تو ہی خزانہ غیب سے پہونچائے گا جب صبح ہوئی تو معمول کے موافق دو روٹیاں ڈالنے لگا کہ یکایک سَو دینار پانی سے نکل آئے میں نے ان کو اٹھا لیا اور شہر میں ڈھنڈھورا پٹوایا کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھ سے لے کسی نے اس بات کا جواب نہ دیا پھر بدستور سابق میں دریا پر گیا اسی طرح سَو دینار نکل آئے اُن کو بھی لا کر رکھ چھوڑا اسی طرح سے دن گزرا اور رات ہوئی تو میں کیا خواب دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے بندہ خدا دو روٹیاں تیری شفیع ہوئی ہیں اور خدائے کریم نے حکم کیا ہے کہ سو دینار ہر روز ملا کریں تو ان میں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر اور باقی سے اپنی اوقات کاٹ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی سجدۂ شکر بجا لایا پھر میں

نے یہ عمارت بنائی اور اس کے دروازے پر یہ کلمہ لکھ دیا اب بھی اُسی طرح سے مجھے سو دینار پہونچتے ہیں مسافروں اور فقیروں کو دیتا ہوں اور کھانا کھلاتا ہوں اب میری عمر کے سو برس باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے نو برس ہوئے ہیں اے عزیز جب سے مجھے یقین ہوا کہ خدائے کریم نے گناہ بخشے اور اتنی عمر عطا کی اور رزق بے منت پہونچانے لگا تب سے میں خوش و خرم رہتا ہوں اور کسی طرح کا اندیشہ نہیں کرتا ایسی ہدایت خدا سب کو نصیب کرے اس بات کو سُن کر حاتم نے خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور باقی تین روز اس کے پاس رہا چوتھے دن اس بزرگ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف چلا تھوڑے دنوں کے بعد ایک جنگل میں جا پہونچا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ کسی خوش رنگ سانپ سے ایک درخت کے نیچے لڑ رہا ہے اور قریب ہے کہ کالا اس کو مار ڈالے یہ اس حال کو دیکھ کر دوڑا اور للکار کر کہنے لگا کہ اے موذی خبردار کیا کرتا ہے اس آواز کو سنکر وہ ڈرا اور اس سے جدا ہو کر چلا گیا وہ غریب بھاگنے کی تاب نہ رکھتا تھا اسی درخت کے تلے ٹھہر گیا اور ادھر اُدھر وحشت زدوں کے طور پر دیکھنے لگا حاتم نے کہا اے سانپ تو اپنی خاطر جمع رکھ جب تک تو بحال نہ ہوگا تب تک میں یہیں رہوں گا اور کہیں نہ جاؤں گا بارے ایک آدھ گھڑی کے بعد توانا ہوا اور اس درخت پر چڑھ کر آدمی کی صورت ہو کے حاتم کو جھک کر سلام کرنے لگا اس حالت کو دیکھ کر حاتم متعجب ہوا اور خیال کرنے لگا کہ یہ کیا اسرار ہے اتنے میں سانپ نے کہا اے عزیز تو تعجب نہ کر میں جن کی قوم سے ہوں اور اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے ایک مدت سے یہ ناحق میری جان کا دشمن ہوا آج قابو پا کر مارا ہی چاہتا تھا کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو میری حفاظت کے واسطے بھیجا جو اس موذی کے جنگل سے چھوٹا حاتم نے کہا خیر معلوم ہوا اب تو جہاں چاہے وہاں جا کیونکہ میں بھی بر سر کار ہوں زیادہ یہاں نہیں رہ سکتا اس نے کہا اے جوان دستگیر بیکساں غریب خانہ یہاں سے بہت قریب ہے اگر آپ بندہ نوازی کریں اور تشریف لے چلیں تو مہربانی ہے غرض حاتم اس کے ساتھ ہو کر چلا اتنے میں ایک لشکر عالی شان سامنے سے دکھائی دیا حاتم نے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے وہ بولا اسی فقیر کا ہے پھر حاتم کو ساتھ لیے ہوئے اپنے دولت خانے میں داخل ہوا اور ایک تخت مرصع پر بٹھایا اور بآئین شائستہ ضیافت کی اور بہت سا زر و جواہر اس کے سامنے رکھا اور شام رات ناچ رنگ کی صحبت رکھی حاتم نے کہا زر و جواہر کچھ مجھے درکار نہیں پھر صبح کو شہزادے نے اس غلام کی گردن ماری اور حاتم رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا غرض ڈھائی برس اور پندرہ دن کے بعد شاہ آباد میں داخل ہو کر کاروان سرا میں اُترا اور منیر شامی سے ملا یہ خبر کسی شخص نے حسن بانو کو پہونچائی اس نے وہیں اس کو بلوایا اور ایک

مکان عالی شان میں پردہ ڈال کر آپ بیٹھی اور باہر اُس کو بٹھا کر احوال پوچھا کہ اے جوان عالی ہمت بہت دنوں میں تو آیا کہہ کیا خبر لایا حاتم نے جو ماجرا دیکھا تھا اور اُس پیر مرد کی زبانی سُنا تھا سو سب بیان کیا اور کہا کہ صاحب اُس پیر مرد نے اسی واسطے یہ بات اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دی ہے حسن بانو اس سخن کو سُنکر نہایت خوش ہوئی اور حاتم کی ہمت پر آفریں کر کے کہنے لگی اے جوان تو ہی تھا جو یہ خبر لایا نہیں تو کسی کا منہ نہ تھا کہ یہ کام کر سکے اس کے بعد کئی خوان میوے کے جہاں اترا تھا بھجوا دیے اس نے آ کر وہ کھانا منیر شامی کے ساتھ کھایا اور شکر کا سجدہ ادا کیا اور کہنے لگا اے منیر شامی تو نہ گھبرا اب تھوڑے ہی دنوں میں خدا کے فضل سے میں تیری معشوقہ کو تجھ سے ملائے دیتا ہوں اس کو اس طرح سے دلاسا دے کر آپ حسن بانو کے پاس گیا اور کہنے لگا اے حسن بانو اب کون سا سوال رکھتی ہے کہ میں اس کی بھی جستجو میں کمر کوشش باندھوں حسن بانو نے کہا کہ تیسرا سوال میرا یہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا کہتا ہے کہ کسی سے بدی نہ کر اور اگر کرے گا وہی پائے گا۔ اس کی خبر لا

تیسرا سوال حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ کسی سے بدی نہ کر اور اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آئے گی

غرض اس بات کے سُنتے ہی حاتم وہاں سے روانہ ہوا اور خدا کو یاد کر کے سر بصحرا چل نکلا ایک مہینے کے بعد ایک پہاڑ ایسا دکھائی دیا کہ جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا جب اس کے نیچے گیا ایک آواز آہ و زاری کی سُنی سر اُٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کچھ نظر نہ آیا اور اس کے نزدیک گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑا درخت سایہ دار عظیم الشان کے نیچے ایک سل سنگ مرمر کی دھری ہے اور اس پر ایک جوان خوش رو مہ لقا زرد لیدہ مو دُبلا پتلا بیماروں کی سی وضع اس کی ڈالی پکڑے آنکھیں بند کئے کھڑا ہے دمبدم نعرے مارتا ہے اور یہ مصرعہ پڑھتا ہے مصرع شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی؛ حاتم اسے دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کیا بھید ہے ذرا آگے بڑھ کر پوچھا کہ اے جوان اس حالت کو کیوں پہونچا ہے اپنا ماجرا بیان کر وہ آنکھیں بند کئے مراقبے میں تھا جواب نہ دیا دوبارہ اُس نے پھر اس کو پکارا وہ کچھ نہ بولا جب تیسری دفعہ یوں کہا کہ اے شخص معلوم ہوتا ہے تو بہرا ہے کہ میں نے تین مرتبہ تجھے پکارا تو نے جواب نہ دیا تو یہ سُنتے ہی اُس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا اے شخص تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور مجھ سے کیا کام رکھتا ہے اُس نے کہا میں بندۂ خدا ہوں سیر کرتے کرتے یہاں بھی آ نکلا ہوں تو اپنا حال بیان کر کہ ایسا بلبلا کے کیوں روتا ہے اور یہاں کس واسطے کھڑا ہے اس نے کہا کہ اے مسافر تیری طرح بہت سے اشخاص اس راہ سے آئے اور میرا

احوال سے واقف ہوئے پر کسی نے میرے درد کا علاج نہ کیا احوال کہنے سے کچھ حاصل نہیں تو اپنی راہ لے کیوں دکھ دیتا ہے اور مجھے بلا میں کس واسطے ڈالتا ہے حاتم نے کہا جب کہ احوال تو نے اکثر لوگوں سے کہا خدا کے واسطے مجھ سے بھی کہہ کہ میرے دل میں یہ آرزو نہ رہ جائے اس نے کہا تو ایک دم میرے پاس بیٹھ جا میں ہوش میں آؤں تو اپنا ماجرا بخوبی کہہ سناؤں وہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا جوان کہنے لگا اے درد مند میں ستم رسیدہ سوداگر ہوں میرا قافلہ روم کو جاتا تھا اور میں اس کے ساتھ یہاں تک آ پہونچا تھا صبح کو اس سے جدا ہو کر اس پہاڑ پر آیا اور قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اس درخت کے نیچے پہونچا یہاں ایک پریزاد حسین مہ جبین کو دیکھ کر فریفتہ ہوا بلکہ اپنے ہوش و حواس سے ایسا جاتا رہا کہ گر پڑا وہ میرے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر گلاب چھڑکنے لگی جب میں اپنے ہوش میں آیا اپنے سر کو اس کے زانو پر دیکھ کر خوش ہوا اور ہزار جان سے عاشق ہو گیا بہر کیف اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے پوچھا اے نازنین جان بخش تو کون ہے اور اس جنگل ویران میں کیا کرنے آئی ہے اس نے کہا میں پریزاد ہوں اور یہ پہاڑ اور قلعہ میرا مکان ہے تجھ سا آدمی چاہتی تھی سو آج خدا نے ملا دیا یہ دلبری اور دلداری کی باتیں سن کر میں ایسا دیوانہ ہو گیا کہ اپنے مال و متاع اور قافلہ کی مجھ کو کچھ سُرت نہ رہی اسی طرح سے وہ نازنین چند روز الفت کرتی رہی یکایک میرے طائر روح کو اس نے اپنی زلف مشکیں کے دام میں گرفتار کیا غرض تین مہینے تک رات دن میں اسی سے ہم صحبت رہا ایک دن میں نے اس سے کہا کہ اے پری اس جنگل میں رہنے سے کیا فائدہ شہر میں چلیں اور آرام سے گزران کریں اس نے کہا اگر تیرا دل یوں ہی چاہتا ہے تو بہتر میرا گھر یہاں سے بہت نزدیک ہے اپنے لوگوں سے ملاقات کر کے رخصت ہو آؤں لیکن تو خبردار میرے آنے تک یہاں سے کہیں نہ جانا میں نے کہا اچھا جیسا جی چاہے مگر سچ کہو کب آؤ گی اس نے کہا سات دن کے بعد لیکن اگر تو کہیں جائے گا تو نہایت پشیمان ہو گا اسی حالت سے سات برس ہوئے کہ وہ عہد شکن غارت گر دین و ایمان نہیں آئی اور میں اس کے وعدہ پر کہیں جا بھی نہیں سکتا مبادا آ جائے اور یہاں مجھ کو نہ پائے تو خدا جانے کہ میرے حق میں کیا کر بیٹھے اور اتنی طاقت نہیں کہ کہیں جا کر اس کی تلاش کروں میرا قوت درختوں کی پتی ہے اور پانی اسی چشمہ کا۔ کیا کروں زمین سخت آسمان دور نہ رہنے کی جگہ نہ چلنے کو پاؤں میرے حسب حال یہ شعر ہے شعر جدائی تری کس کو منظور ہے ؛ زمیں سخت ہے آسماں دور ہے ؛ یہ حال سن کر حاتم بہت کڑھا اور آب دیدہ ہو کر کہنے لگا اے عاشق زار اگر اس نے تجھے اپنے مکان کا نشان دیا ہو اور نام بتلایا ہو تو مجھ سے بیان کر اس نے کہا اتنا تو جانتا ہوں کہ اس کے قبائل کوہ القا پر رہتے ہیں پر یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئی

اور اب کہاں ہی حاتم نے کہا اے جوان وہ جب تجھ سے رخصت ہوئی تو کس طرف گئی اس نے کہا میرے سامنے
دس قدم داہنی طرف چلی تھی پھر نہیں معلوم کس طرف غائب ہو گئی حاتم نے کہا اگر تم اس کا عشق رکھتے ہو تو ہمارے
ساتھ ہو کر کوہ القا کو چلو خدا کے فضل سے اسے ڈھونڈھ نکالیں گے جوان نے کہا کہ اگر معشوقہ آئے اور مجھے
نہ پائے تو پھر نہ یہ جگہ پاؤں گا اور نہ وہی ہاتھ آئے گی اگر ملاقات ہونی ہی تو یہیں ہو کر رہے گی نہیں تو
اس کے انتظار میں اسی مقام پر مر جاؤں گا حاتم اس کلام دردآمیز کو سنکر آنسو بھر لایا اور کہنے لگا
اے عزیز اگر اس کا نام جانتا ہی تو بتلا دے اس نے کہا الگن پری کہتے ہیں حاتم بولا اے جوان خاطر جمع
رکھ کہ میں کوہ القا پر جاتا ہوں اور تیری معشوقہ کو ڈھونڈھ کر تجھ تک پہونچاتا ہوں یا تجھی کو وہاں تک
لے جاتا ہوں لے اب میں اس کا مکان تحقیق کر کے تیرے پاس پھر آتا ہوں وہ بولا اب تک میں نے کوئی ایسا شخص
نہیں دیکھا کہ اپنا کام چھوڑے اور دوسرے کے کام پر کمر باندھے کیوں باتیں بناتا ہی جا اپنے کام لگ حاتم
نے کہا اے عزیز میں اپنا سر ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہوں کہ یہ خدا کی راہ میں کسی کے کام آئے اور جس کو درکار
ہوئے شعر جی تلک اپنا میں گنواؤں گا ٭ کام تیرا بجا ہی لاؤں گا ٭ میرے کہنے کو راست جانو اور جھوٹ
نہ سمجھو غرض اسی ڈھب کی دو چار باتیں کر کے اس سے رخصت ہوا اور جس طرف وہ پری گئی تھی اسی طرف
کو چل نکلا تھوڑے دنوں میں اس پہاڑ کے عرصہ کو طے کر کے اور ایک پہاڑ تک جا پہونچا اور اس پہاڑ
پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہی کہ بہت سے درخت میوہ دار لہلہا رہے ہیں اور کتنے پھولوں سے لدے
ہیں اور جھوم رہے ہیں اور اس سے آگے ایک جگہ پاکیزہ ستھری صاف نظر آتی ہے وہاں چار درخت
بڑے گھنے لگے ہوئے ہیں اور ٹھنڈی ہوا چلتی ہی حاتم بخواہش تمام اس مکان میں گیا جاتے ہی بے اختیار
اس کی آنکھ لگ گئی سو رہا شام کے وقت چار پریاں آئیں اور مسند بچھا کر بیٹھیں اور اس کو دیکھ کر
آپس میں کہنے لگیں کہ یہ کون ہی اور کیونکر آیا ہی اس سے پوچھا چاہیے یہ مشورت کر کے اس کے
پاس گئیں اور جگا کر کہنے لگیں اے آدم زاد تو یہاں کس ڈھب سے آیا ہی اور کس واسطے یہ ارادہ کیا
حاتم ان کی آواز سن کر چونک پڑا اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کیا دیکھتا ہی کہ چار پریاں جواہر میں
لدی ہوئی سرہانے بیٹھی ہیں اور یہ باتیں کر رہی ہیں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہاں مجھ کو میرا خدا لایا ہے
میں کوہ القا کی سیر کرنے اور الگن پری کو دیکھنے جاتا ہوں اس کا سبب یہ ہی کہ وہ ایک آدمی سے سات
روز کا وعدہ کر کے وہاں گئی ہی اور سات برس گزر گئے کہ وہ بے چارہ ایک درخت کے نیچے اس کی
یاد میں بیقراری سے تڑپ رہا ہی اور اس کی جان لبوں پر آ رہی ہی میں اس واسطے جاتا ہوں کہ اس
کو سمجھاؤں وعدہ کرنا اور اس کا وفا نہ کرنا یہ شیوہ اچھوں کا نہیں ہی اس بات کو سن کر وہ مسکرائیں

تصویر پہونچنا حاتم کا ایک پہاڑ پر اور آنا پریوں کا اور باہم تفتیش احوال کرنا



اور کہنے لگیں کہ الگن پری کوہ القا کی شہزادی ہے اس کو ایسی کیا غرض تھی کہ وہ کسی آدمی سے ملنے کا اقرار کرتی معلوم ہوا کہ تو سودائی ہے جو اس پہاڑ کے دیکھنے کا اور اس سے ملنے کا قصد رکھتا ہے اُس کے قطع نظر اگر تو وہاں جائے گا تو کب جیتا بچے گا حاتم نے کہا خیر جو ہو سو ہو میں وہاں بے گئے ہوئے نہیں رہتا انھوں نے کہا اگر ہماری صحبت قبول کرے اور آج کا رہنا یہاں غنیمت جانے تو کل ہم تجھے کوہ القا کے پہاڑ کی راہ دکھا دیں گے اس نے کہا بہت اچھا کسی طرح سے یہ کام ہو غرض وہ اُن کے گھر مہمان رہا اور اس رات کو عیش و عشرت میں بسر کیا صبح ہوتے ہی کوہ القا کا راستہ لیا وہ حاتم کے ساتھ ہوئیں اور سات روز تک رات دن چلی گئیں آٹھویں دن کسی منزل پر پہونچ کر کہنے لگیں کہ اب اس کے آگے ہم نہیں جا سکتے کیونکہ یہاں سے آگے ہماری سرحد نہیں تجھ کو چاہیے کہ سیدھا چلا جائے یقین ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں کوہ القا تک پہونچ جائے گا حاتم اُن سے رخصت ہوا اور آگے چلا ایک مہینے کے بعد وہاں جا پہنچا جہاں ایک دو راہا تھا رات کی رات وہیں رہا چار گھڑی رات گزرے ایک بستی کی طرف سے گریہ و زاری کی آواز اس کے کان میں آئی وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا اُس پر دھیان کیا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم تو خدا کی راہ پر کمر باندھے اور اس گریہ و زاری کی آواز سُنکر تغافل کرے پس خدا کو کیا جواب دے گا اور تیرا نام دنیا میں کیا خاک رہے گا بہتر یہ ہے کہ اپنی راحت چھوڑ اور اس مصیبت زدہ کی خبر لے اگر تیرے ہاتھ سے کسی کا کام اور مطلب بر آئے تو

باغ جہان سے تو بھی بھلائی کا پھل پائے یہ دھیان کرکے اٹھا اور تمام رات ادھر ادھر ڈھونڈھتا پھر
صبح ہوتے ہی جس طرف سے وہ آواز آتی تھی اُدھر روانہ ہوا اور جا پہونچا کیا دیکھتا ہی کہ ایک جوان
خوش رو سر و پا برہنہ بے اختیار رو رہا ہی حاتم نے کہا اے بندۂ خدا تو ایسا پھوٹ پھوٹ کر کیوں
روتا ہی اور آہیں درد آمیز کس لیے بھرتا ہی ایسا کون کٹر تھا جس نے تجھے ستایا اور اس بیابان میں ڈال دیا
لازم ہی کہ تو مجھکو اپنے حال سے آگاہ کر اسکی تسلی سے وہ جوان اور بھی ڈاڑھیں مار کر رونے لگا اور کہنے لگا
کہ میں مرد سپاہی ہوں اور روزگار کے واسطے اپنے شہر سے نکلا تھا راہ بھول کر اس ملک میں آ پہونچا اور
اس بستی والوں سے پوچھنے لگا کہ اس بستی کے حاکم کا نام کیا ہی کسی نے کہدیا کہ اس شہر کا والی مسخر جادو
کہلاتا ہی اس سخن کے سنتے ہی میں ڈرا اور وہاں سے بھاگ کر ایک جنگل کی طرف راہی ہوا اتفاقاً
راہ میں ایک باغ نہایت دلچسپ روح افزا دکھائی دیا میرے دل کو اس کی سیر کی یہاں تک رغبت
ہوئی کہ میں اس کے قریب آکر گھوڑے سے اتر پڑا اور در آیا دو چار ہی قدم اس کے اندر گیا ہوں گا اتنے
میں ایک غول پریوں کا لباس زریں سے جھمجھاتا ہوا نظر آیا میں نے اپنی عقل سے معلوم کیا کہ شاید یہاں
کسی امیر کا زنانہ سیر کرنے کو آیا ہی یہ مناسب نہیں کہ کسی کے ناموس کو نظر بد سے دیکھئے یہ خیال کرکے
وہاں سے پھرا کہ ان عورتوں نے دوڑ کر اپنی بی بی سے خبر کی اور وہ مسخر جادو کی بیٹی تھی اس بات کو
سن کر مسند سے مجھکو ایک مکان آراستہ میں بلوا کر لے گئی اور اپنے پاس بٹھایا اور گرمجوشی کرنے
لگی اتنے میں اُس کا باپ اُس باغ میں داخل ہوا پہلے تو میرے گھوڑے کو دیکھ کر لوگوں سے پوچھا
کہ یہ کس کا گھوڑا ہی کسی نے مارے ڈر کے جواب نہ دیا آگے بڑھا پھر مجھے اس شمع بزم حسن کے
پاس پروانہ دیکھ کر آتش غیرت سے جل گیا نزدیک آکر چاہتا تھا کہ اس کی گردن پکڑ کر زمین پر پٹکے
پٹکے وہ لڑکی ڈری اور چلائی کہ میں بے گناہ ہوں خدا کے واسطے پہلے تقصیر ثابت کرو پھر جو چاہو
سو کیجیو اس بات کو سنکر وہ ٹھہر گیا اتنے میں دائی نے آکر کہا کہ اے خداوند شہزادی ماشاء اللہ
جوان ہوئی ہی اور اس شہر میں آپ کی دامادی کے لائق کوئی نظر نہیں آتا یہ مسافر نہایت لیاقت دار
کسی بڑے آدمی کا بیٹا معلوم ہوتا ہی کیونکہ اس نے مارے حیا کے شہزادی سے اب تک بات بھی نہیں
کی بہتر یہی ہے کہ اسی کے ساتھ شہزادی کو بیاہ دو اگر ان دونوں بے گناہوں کو مارو گے تو خلق میں
رسوائی ہوگی اور ان کا خون تا قیامت تمھاری گردن پر رہیگا خدا کو کیا جواب دوگے تب اُس
نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تیری کیا مرضی ہی اُس نے کہا کہ آج تک میں نے کسی نامحرم کو نہیں دیکھا اور پہلے
ہی پہل یہی نظر پڑا ہی اس واسطے میں نے اسے منظور کیا اس نے کہا بہت بہتر تجھے مبارک ہو

لیکن یہ میرے تین قول پورے کرے اس بات کو سُنکر میں بولا کہ جو کچھ آپ فرمادیں گے میں بجالاؤں گا اُس نے کہا پہلے تو ایک جوڑا پریدہ جانورکا دوسرے سُرخ سانپ کا مُہرہ تیسرے آپ کو کھولتے گھی کے کڑھاؤ میں ڈال اور سلامت نکال اس وقت میں اپنی بیٹی تجھے دوں گا میں اس کے یہ سوال سُن کر گھبرایا اور اسی بہانے سے اس بیابان وحشت اثر میں آپڑا اب مارے بھوک اور پیاس کے اتنی طاقت نہیں جو اپنے وطن کو جاؤں نہ یہ قدرت ہے کہ اس کے جواب دے کر اپنی معشوقہ سے ملوں دو برس سے بگولے کی طرح چاروں طرف خاک اُڑاتا پھرتا ہوں حاتم نے کہا اے جوان میں برائے خدا یہ شرطیں پوری کرکے تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں گا میری بات یاد رکھ اور حق تعالیٰ نے اسی واسطے مجھے پیدا کیا ہے کہ ہر ایک کے بُرے وقت میں کام آؤں پھر سوچا کہ گیدڑ میرے زخم کے واسطے پریرو جانور کا مغز دست ماز ندران سے لایا تھا اب مجھ کو بھی ضرور ہوا کہ اُسی جنگل میں جاؤں یہ سمجھ کر اس سے رخصت ہوا اور منزل مقصود کو چل نکلا تھوڑی دور جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک قلعہ کے خندق کے گرد بہت سی لکڑیاں جمع کرکے ایک خلقت آگ لگانے کی فکر کر رہی ہے یہ ماجرا دیکھ کر وہ متفکر ہوکر کہنے لگا یہاں آگ لگانے کا کیا سبب ہے کسی نے کہدیا کہ ایک جانور بڑا آفت روزگار کسی طرف سے آتا ہے اور تین چار آدمی کھا جاتا ہے اگر یہی حالت رہی تو تمام شہر ویران ہوجائے گا۔ اس بات کو سُنکر وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس بلا کو کسی طرح ان غریبوں کے سر سے ٹالنا چاہیئے یہ سوچ کر کاروانسرا میں آیا اور اس کے پاس میدان میں ایک بڑا سا گڑھا کھدوایا اور بہت سی سوکھی لکڑیوں سے پٹوا کر اُس میں بیٹھا جب پہر رات گئی تب وہ جانور آتے ہوئے نظر آیا گویا ایک پہاڑ سا چلا آتا ہے جب نزدیک آیا حاتم نے پہچانا کہ اس جانور کا نام شمن ہے آٹھ پاؤں اور سات سر رکھتا ہے کہ ایک سر ہاتھی کا سا ہے اور چھ سر شیر کے سے چنانچہ جو سر ہاتھی کی شکل ہے اس میں نو آنکھیں ہیں اگر اس کی بیچ کی آنکھ کسی ضرب سے پھوٹ جائے تو یقین ہے کہ یہاں سے بھاگے اور کبھی اس طرف کو رُخ نہ کرے اتنے میں وہ مُنھ پھیلائے شہر کی طرف آپہونچا لوگوں نے دیکھتے ہی قلعے کے گرد آگ بھڑکا دی اُس کا شعلہ ایسا بلند ہوا کہ قلعہ نظر آنے سے رہ گیا وہ ادھر اُدھر پھرنے لگا اور ایک آواز اُس ہاتھی کے سر سے ایسی نکلی کہ تمام خلقت وہاں کی تھرتھرا گئی اور ساری زمین کانپ اُٹھی یکایک وہ اجل گرفتہ حاتم کے پاس جا پہونچا اُس نے ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ بیچ کی آنکھ میں ترازو ہوگیا وہ نیم بسمل کی طرح خاک پر تڑپنے لگا اور نعرے ایسے مارے کہ تمام جنگل تھرتھرا اُٹھا یکایک اُٹھ کر ایسا بھاگا کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا حاتم اُس غار سے نکلا اور یہ باقی رات وہیں کاٹی صبح کو

اُس بستی کے رہنے والے آکر اس سے پوچھنے لگے اے عزیز تو اسکو دیکھ کر جیتا رہا اُس نے کہا کہ میرے سر پر خدا کا سایہ تھا اُس نے بچا لیا۔ اور اُس کا نام دشمن تھا خدا کے فضل سے میں نے اسے مارا اور تمھارے سر سے دفع کیا انھوں نے کہا کہ یہ بات ہم کیونکر باور کریں حاتم بولا کہ آج کی رات تم سب کے سب قلعہ کی چھت پر بیٹھ کے جاگو اگر وہ آج کی رات آئے تو مجھ کو جھوٹا جانیو اور نہیں تو سچا انھوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا۔ وہ جانور صبح تک نہ آیا تب وہ سب کے سب آکر حاتم کے پاؤں پر گر پڑے لاکھوں روپے اور سیکڑوں خوان جواہر کے اس کے آگے دھرے حاتم نے کہا کہ میں تن تنہا مسافر غریب اس قدر زر و جواہر کو لے کر کیا کروں گا بہتر یہی ہے کہ اس کو فقیروں اور محتاجوں کو بخشو خدا کے نزدیک سرخرو اور دنیا میں نیک نام کہلاؤ یہ کہکر وہاں سے بھی رخصت ہوا اور کسی طرف کو چلا اتفاقاً ایک دن راہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ نیولے سے لڑ رہا ہے قریب ہے کہ کوئی نہ کوئی اس میں سے مارا جائے حاتم نے جو یہ دیکھا للکار کر دوڑا کہ اے حیوانو تم دونوں میں کیا ایسی دشمنی ہے جو آپس میں لڑ رہے ہو اور اپنی جانیں کھوتے ہو سانپ نے کہا کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے میں اسے ماروں گا نیولا بولا وہ میری خوراک تھا میں نے کھایا اور اس کو بھی کھاؤں گا حاتم نے کہا اے نیولے اگر تجھ کو گوشت ہی کھانا منظور ہے تو مجھ سے کہہ اپنے بدن کا دوں اور اُس سانپ سے کہا کہ اگر تو اپنے باپ کا عوض چاہتا ہے تو مجھے مار کہ میں خدا کی راہ میں ایک مدت سے سر دے چکا ہوں یہ بات سُن کر وہ دونوں آپس میں لڑائی سے باز رہے پھر نیولے نے کہا اے شخص تو نے وعدہ کیا تھا کہ اپنا گوشت دوں گا اب دے کہ میں کھاؤں اور اپنے گھر چلا جاؤں حاتم نے کہا کہ جہاں کا گوشت چاہیے وہاں کا مانگ لے اُس نے کہا اپنے رخسارے کا دے حاتم نے خنجر کمر سے کھینچا چاہتا تھا کہ اپنے رخسارے کا گوشت کاٹے اتنے میں نیولا پکارا اے جوان مرد ٹھہر ایسی جلدی نہ کر یہ بات میں نے آزمائش کے واسطے تجھ سے کہی تھی آفریں تجھ کو اور تیرے ماں باپ کو یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی کی صورت ہو گئے حاتم نے کہا اے عزیزو یہ کیا سبب ہے تم ابھی حیوان کی شکل تھے اور اب انسان ہو گئے انھوں نے کہا کہ ہم دونوں جن کی قوم سے ہیں اور میں نے اس کے باپ کو اس واسطے مارا ہے کہ میں اس کی بیٹی پر عاشق ہوں وہ اس کی شادی میرے ساتھ نہ کرتا تھا اور یہ اُس لڑکی کا بھائی ہے یہ بھی ویسی ہی حجتیں کرتا ہے اب اسے بھی مار ڈالوں گا حاتم نے کہا اے جوان تو اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کیوں نہیں کرتا اس نے کہا میں اس کی بہن پر عاشق ہوں یہ بھی اس کو میرے ساتھ بیاہ دے تو میں بھی قبول کروں نیولے نے کہا کہ میرا باپ جیتا ہے وہ راضی نہیں ہوتا ہے میں ناچار ہوں حاتم نے کہا کہ اپنے باپ کے پاس مجھے

سے چل میں اُسے سمجھا بجھا کر راضی کروں گا غرض وہ دونوں جن اور حاتم روانہ ہوئے تھوڑی دور جا کر نولے
نے کہا میں اپنے محل میں جاتا ہوں تو شہر میں آ یقین ہے کہ وہاں کے لوگ تجھے پکڑ کے میرے باپ کے پاس لے
آئیں گے وہاں جیسی بنے ویسی کیجیو حاتم نے اس کے کہنے پر عمل کیا چنانچہ جن اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے
گئے اس بادشاہ کا نام ہیوز تھا بادشاہ نے کہا اے آدم زاد تو ہمارے شہر میں کیوں آیا ہے بتا وہ بولا میں
بندۂ خدا ہوں اور تیرے بھلے کو آیا ہوں بادشاہ نے کہا اے شخص تو کیونکر جن کی قوم سے نیکی کرے گا حاتم
نے کہا خیر معلوم ہوا تو اپنے بیٹے کی زندگی سے سیر ہو چکا ہے جو ایسا غافل ہے اس بات کے سنتے ہی اس
نے کہا اے عزیز یہ کیا ہے میں نے اس عمر میں ایک لڑکا پایا ہے میں تو اپنی جان سے بھی بہتر جانتا ہوں
اور عزیز رکھتا ہوں حاتم نے کہا کہ اگر اس کی زندگی چاہتا ہے تو میرا کہنا مان نہیں تو یہ آج کل میں
مارا جاتا ہے اس نے کہا اے دوست یکرنگ رحمت خدا تجھ کو کہ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا اور
کرتا ہے بارے اس بھید کو ظاہر کر وہ بولا کہ تیرے بیٹے نے کسی کے باپ کو مار ڈالا ہے وہ اس کو مارا
چاہتا ہے آج میں نے اس کو اور اس کو ایک جنگل میں لڑتے دیکھا تھا بلکہ قریب تھا کہ اس کی جان جائے
میں نے بزور اس کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا لیکن ایک نہ ایک دن مارا ہی جائے گا کیونکہ یہ اس کی بہن
پر عاشق اور وہ اس کی بہن پر فریفتہ بہتر یہ ہے کہ تو دونوں کی شادی کر دے کہ آپس میں صلح ہو جائے
ہیوز نے یہ بات حاتم کی پسند کی اور اسی وقت اپنی لڑکی کو اس سے بیاہ دیا اور اس کی بہن اپنے
بیٹے سے منسوب کی جب کہ ایک ایک اپنی مراد کو پہونچا تب حاتم ہیوز بادشاہ سے رخصت ہوا اُس
نے کہا اے جوان اس نیکی کے بدلے کچھ مجھ سے زر و جواہر لے اُس نے کہا کہ عوض لینا میرا کام
نہیں اُس نے پھر بہ منت کہا کہ اگر تو مال و متاع نہیں لیتا تو میرا یہ عصا لے کہ اس میں کئی
خواص ہیں اگر سانپ اور بچھو کاٹیں تو زہر اثر نہ کرے اور نہ سوزش ہو اگر اس کے نیچے سو رہے
تو آگ سے نہ جلے اگر کوئی جادو کرے تو وہ بھی اس کے رکھنے والے کا کچھ نہ کر سکے اور اگر دریا حائل
ہو تو اس میں اس کو ڈال دے یہ کشتی کے طور پر ہو جاوے اور بیڑا پار کر دے اور ایک مہرہ دیتا ہوں وہ بھی
اپنے پاس رکھ اُس کے یہ خواص ہیں کہ اگر راہ میں سُرخ یا سفید یا سیاہ سانپ ملے تو اُس وقت منہ میں رکھ
لیجیو اور بے دہشت رہیو ہرگز کسی کا زہر اثر نہ کرے گا۔ حاتم نے دونوں کو لے لیا اور اس سے رخصت ہوا
اور رات دن چلنے کے سوا کچھ کام نہ کیا کئی منزل کے بعد ایک دریائے عظیم الشان دکھائی دیا کہ اُس کی لہر
آسمان پر جاتی تھی متفکر ہو کر چاروں طرف نگاہ کی کسی کو آتے جاتے نہ دیکھا اتنے میں ہیوز کے
عصا کا خواص یاد آیا اُسی وقت اُسے دریا میں ڈال دیا وہ کشتی کے طور پر ہو گیا یہ اُس پر

سوار ہو کر چل نکلا جب بیچوں بیچ منجدھار میں پہونچا تب اُس دریا سے ایک گھڑیال نکلا اور اُسکو کھینچ کر لے گیا اور سات کوس تک نیچے چلا گیا کہیں دم نہ لیا جب اُس کا پاؤں تہ آب پر لگا تب اُس نے آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو ایک گھڑیال پہاڑ کے مانند نظر آیا یہ گھبرایا وہ عاجزی سے فریادیوں کے مانند عرض کرنے لگا اے جوان یہ میرا مکان ہے اور اس کو کیکڑے نے زبردستی چھین لیا ہے اس بابت کا امیدوار ہوں کہ تو دلا دے حاتم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجھ سے نہایت زبردست ہے اور تو کمزور گھڑیال بولا یہ ستم رسیدہ کیا کہے تم دیکھو گے تو معلوم کرو گے حق تو یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نیش کی مقراض سے مجھ کو پکڑ کے دو ٹکڑے کر ڈالے اس وقت چرائی کو گیا ہے وہ ہوتا تو دیکھتے یہ اسی گفتگو میں تھے کہ وہ منہ پھیلائے ہوئے آ پہونچا گھڑیال ڈر کر حاتم کے پیچھے جا چھپا اور وہ حاتم کو قلعے کے طور پر دکھائی دیا چنانچہ ایک طرف کا اُس کا نیش مغرب کو پہونچا تھا دوسری جانب کا مشرق کو اتنے میں کیکڑے کی نظر جو گھڑیال پر جا پڑی ایسا ایک نعرہ مارا کہ وہ بید کی طرح کانپنے لگا اور حاتم بھی آگا پیچھا کرنے لگا کہ الٰہی میں اس بلا سے کیونکر نجات پاؤں گا یہ دل میں کہا اور ہیوز کا عصا ہاتھ میں لے کر اُٹھ کھڑا ہوا کیکڑا اس کو دیکھ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا اتنے میں حاتم نے بآواز بلند کہا کہ اے بندۂ خدا کسی کو دکھ دینا اچھا نہیں بلکہ جو کوئی کسی کو ستاتا ہے سو اپنے حق میں آپ کانٹے بوتا ہے تو کس لیے اس غریب کو دکھ دیتا ہے کیا تیرے رہنے کو اس مکان کے سوا اور کوئی جا نہیں ملتی جو تو رہے اس بات کو سُنکر کیکڑے نے کہا کہ ہم دونوں یہاں کے رہنے والے ہیں آپس میں سمجھ لیں گے آدمی کو کیا دخل ہے جو ہمارے بیچ میں بولے حاتم نے کہا یہ تو سچ کہتا ہے پر جس نے اٹھارہ ہزار خلقت کو پیدا کیا ہے کسی کو تری میں رکھا ہے اور کسی کو خشکی میں سبھی بندے خدا کے ہیں وہ پاک پروردگار نہیں چاہتا ہے کہ کوئی میرا بندہ کسی کے ہاتھ سے ستایا جائے سرطان نے کہا کہ خیر اب تو میں اسے تیرے کہنے سے چھوڑے دیتا ہوں مگر یہ تجھے کہاں سے پائے گا جو جائی بنا کر لائے گا اس کو آخر اسی میں رہنا ہے اور مجھ کو بھی۔ یہ وہی مثل ہے دریا میں رہنا اور مگر سے بیر حاتم نے کہا اے کافر معلوم ہوا کہ تو کسی پر رحم نہیں کرتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتا ہے خیر اب بھی کچھ نہیں گیا اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو ایذا دینے سے باز آ اور اس جگہ کو چھوڑ دے نہیں تو ابھی دھجیاں اُڑا دیتا ہوں اس بات کو سُنکر سرطان ہنسا اور کہنے لگا کہ اس ضد پر تو میں ہرگز اسے نہ چھوڑوں گا بلکہ تجھے بھی یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ اپنے نیش سے پکڑ کے حاتم کو دو ٹکڑے کر ڈالے اتنے میں اُس نے ہیوز شاہ کا عصا اس زور سے مارا کہ اس کے دونوں نیش کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر گر پڑے

سرطان نے جب دیکھا کہ میرے پاس حربہ نہ رہا جان لے کر بھاگا اور گھڑیال اس کے پیچھے دوڑا حاتم نے ڈانٹ کر کہا اے نامرد کہاں جاتا ہی اور تو اسے کیوں ستاتا ہی اگر اب تو پھر اسے دکھ دے گا تو میں تجھ مار ڈالوں گا اس بات کو سنتے ہی وہ ڈرا اور وہیں کھڑا ہو رہا حاتم آنکھ بند کرکے اس بیڑے پر چڑھا اور دریا کے کنارے جا لگا۔ پھر مازندران کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قریب جا پہونچا ایک درخت سایہ دار کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں خدا کے فضل و کرم سے یہاں تک آیا اب اس جانور کے جوڑے کو ڈھونڈیے کہ وہ کہاں ہی اتنے میں رات ہوگئی اور وہ جو چرائی کو گئے تھے سو وہاں سے پھرے اور ایک درخت کے اوپر بیٹھ کر آپس میں کہنے لگے کہ آج کی رات ایک آدمی خدا رسیدہ اور غریب بیکس غیر کے واسطے اپنے اوپر اذیتیں اٹھاتا اور دکھ سہتا یہاں تک آیا ہی اور ہم نے بزرگوں سے اس کا نام حاتم بن طے سنا ہی اور وہ خدا کا بندۂ خاص ہی ایسا نہ ہو ہماری ملاقات سے محروم رہ جائے یہ بات ٹھہرا کر وہ سب آئے اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑے وہ ہر ایک جانور کی صورت دیکھ کر حیران رہ گیا اس واسطے کہ ان کا منھ آدمی کا سا اور بدن طاؤس کا اگر پری بھی انھیں دیکھے تو فریفتہ ہو جائے اور وہ جانور زبان فصیح سے کہنے لگے کہ آفریں ہی تیری ہمت اور جوانمردی پر کہ تو نے غیر کے واسطے آپ کو اس محنت و مشقت میں ڈالا شاید کوئی شخص مسخر جادو کی بیٹی پر عاشق ہوا ہی جو مسخر نے ایک جوڑا ہمارا طلب کیا ہی تو اس لیے یہاں آیا ہی حاتم نے کہا کہ یہ تم نے سچ کہا اگر تم اپنے میں سے ایک جوڑا میرے حوالے کرو تو گویا اس نیم جاں کو جلاؤ اور مجھے بھی بے داموں مول لو میں جب تک جیتا رہوں گا تمھارے طوق احسان سے گردن نہ نکالوں گا اور وہ نامراد اپنی مراد کو پہونچے گا تمھیں دعائیں دے گا۔ اس بات کو سن کر انھوں نے آپس میں مشورت کی کوئی ایسا ہی کہ ایک جوڑا اپنے بچوں کا خدا کی راہ پر اس جوان کو دے کہ کار خیر ہی اس سخن کے سنتے ہی ان میں سے ایک اٹھا اور ایک جوڑا اپنے بچوں کا حاتم کو دیا اور کہا کہ تو اس کا مختار ہی جو چاہے سو کر اور جہاں چاہے وہاں لے جا حاتم ان دونوں کو لے کر ان سے رخصت ہوا اور مسخر جادو کے شہر کی طرف چل نکلا ایک مدت کے بعد منزلیں طے کرتا اور دکھ سہتا اس جوان تک پہونچا وہ نعرہ زناں سر جھکائے بیٹھا تھا اس سے ملاقات کی اور کہا اے جوان خوش ہو کہ مطلب تیرا بر آیا وہ اس جوڑے کو دیکھتے ہی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا حاتم نے اس کو گلے لگا لیا اور وہاں کا احوال اور راہ کا دکھ سب اس کو سنایا اور کہا کہ تو اسی طرح سے اس مسخر جادو کے سامنے تذکرہ کرنا اور کہنا کہ یہ جوڑا میں لایا ہوں غرض وہ سپاہی اس جوڑے کو لے کر مسخر جادو

کے پاس گیا وہ اس کو دیکھ کر جی میں نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کام تیرا نہیں ہی شاید کسی دوسرے نے مدد کی ہی اور اگر تو لایا ہے تو وہاں کے ہر ایک مکان اور مقام کا نشان دے اور وہاں کی کیفیت سے آگاہ کر کہ جس سے دل کو تسکین ہو جوان نے مفصل کیفیت بیان کی اس نے کہا کہ تو سچ کہتا ہی یہ سب درست ہے اب جا اور سُرخ سانپ کا مُہرہ لا اُس نے کہا کہ ایک مرتبہ اس نازنین مہ جبین کا منہ دکھا کہ مجھے بھی طاقت ہو کیونکہ معشوق کے دیکھنے سے دل کو قوت ہوتی ہی۔ اس بات کو سُن کر اس نے اپنی لڑکی سے کہا کہ بابا ایک دم کے واسطے اپنا چہرہ کھڑکی سے نکال اپنے عاشق کو ذرا جمال دکھا دے یہ سنکر وہ کھڑکی کھول کر ناز و ادا سے جھانکنے لگی غرض اسی دید بازی میں وہ دن گزر گیا جوان نے کہا اب میں سُرخ سانپ کا مہرہ لینے جاتا ہوں اگر کچھ اُس سے آگاہ ہی تو کہدے کہ وہ کس سرزمین پر اور کہاں ہے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سُنا ہی کہ وہ کوہ قاف کے دشت سُرخ میں ہی وہ معشوقہ سے رخصت ہو کر حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے عزیز اُس نے سُرخ سانپ کا مہرہ مانگا ہی حاتم نے کہا کہ تو کچھ اس کا پتہ بھی پوچھ آیا کہ وہ کس طرح کا ہے اُس نے جو سُنا تھا کہدیا حاتم بولا کہ اب تو فریاد و فغاں نہ کر میں تیرے کام میں دل و جان سے سعی کرتا ہوں بلکہ ابھی جاتا ہوں خدا کریم و رحیم ہی چاہیئے کہ تو جلد اپنی مراد کو پہونچے اس طرح کی باتیں کر کے اُس سے رخصت ہوا اور کوہ قاف کی طرف چلا کئی منزلیں گیا تھا کہ ایک دن صبح کے وقت قضائے حاجت کو جاتا تھا دیکھتا کیا ہے کہ ایک بچھو ہفت رنگی کلنگ کے برابر صحرا میں چلا جاتا ہی یہ اس کو دیکھ کر ڈرا اپنے جی میں کہنے لگا کہ خدا جانتا ہی کہ میں نے اپنی اس عمر میں ایسا بچھو کبھی نہیں دیکھا اور وہ جا کر کسی کونے میں چھپ رہا یہ تمام دن اس کی جستجو میں رہا اور بار بار کہتا تھا کہ دیکھا چاہیئے شب کو یہ کیا کرتا ہی اس جنگل کے ادھر اُدھر کئی گاؤں آباد تھے وہاں کے لوگوں نے جو اس مسافر کو دیکھا آب و دانہ سے متواضع ہوئے حاتم نے کھانا کھایا پانی پیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوا اتفاقاً میدان میں بہت سی گائیں اور گھوڑے جمع ہوئے اُن کے پاس تین چار چاکر اور نگہبان سو رہے تھے رات گئے وہ بچھو پتھر کے نیچے سے نکل کر گایوں کی طرف گیا اور اُچک کر ایک گائے کے سر پر ڈنک مارا وہ تڑپ کر مر گئی غرض اسی طرح سے سب کو مار ڈالا پھر گھوڑوں کے گلے میں آیا اور اُن کا بھی اُن کے نگہبان سمیت کام تمام کیا پھر اسی پتھر کے نیچے جا کر چھپ رہا جب صبح ہوئی اس گاؤں کے رہنے والے جو اس جنگل میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں مع نگہبان سمیت مرے پڑے ہیں۔

اور ہر ایک کے پیٹ سے نیلا پانی بہ رہا ہے تب لوگوں نے اس سے کہا کہ اے مسافر تو کیونکر جیتا رہا
حاتم بولا اے یارو میں نے ایسا تماشا دیکھا ہے کہ کبھی نہیں دیکھا یعنی ایک بچھو سات رنگ کا مرغ کے
برابر پیدا ہوا اسی نے یہ کام کیا ہے اتنے میں وہ بچھو پھر پتھر کے نیچے سے نکلا اور اُن کے سردار کے سر
پر ڈنک مارا وہ تڑپنے لگا بچھو نے جنگل کی راہ لی وہ لوگ رونے پیٹنے لگے اور حاتم اس کے پیچھے ہو لیا پھر کچھ
دور چلا تھا کہ ایک شہر نظر آیا بچھو وہاں لوٹ پوٹ کر کالا سانپ بن گیا حاتم اور بھی حیران ہوا اور
اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ بچھو تھا سانپ کیونکر ہوا اور بل میں کس طرح جا بیٹھا یہ سوچ کر وہاں بیٹھ رہا
جب پہر رات گئی تب وہ سانپ بل سے نکل کر شہر کی طرف چلا حاتم بھی اس کے پیچھے ہو لیا وہ محل بادشاہی
میں موری کی راہ گھس گیا اور بادشاہ کو ڈس کر وزیر کی حویلی میں پہنچا وہاں اُس کی بیٹی کو کاٹ کر نکلا اور
اسی سوراخ میں جا بیٹھا صبح کو شہر میں شور و غل مچ گیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سانپ نے کاٹا اور
وزیر کی بٹیا کو بھی ڈسا ہزار حیف کہ ان کی جانیں مفت گئیں اتنے میں شام ہوئی سانپ پھر بل سے نکل
اور کسی طرف کو راہی ہوا حاتم بھی آنکھ بچائے ہوئے اس کے ساتھ چلا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ
دیکھیے یہ اب کیا کرتا ہے اور کہاں جاتا ہے غرض صبح کے ہوتے ہوتے ایک دریا کے کنارے جا پہنچا وہاں
شیر کی صورت ہو گیا اتنے میں دس بارہ آدمی پانی پینے آئے ان میں ایک لڑکا چودہ پندرہ
برس کا نہایت حسین مہ جبین تھا اس پر جا پڑا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر ایک گوشے میں لے
گیا وہاں اس کا پیٹ پھاڑ اور دل و جگر کو پرزے پرزے کر کے جنگل کی طرف راہی ہوا حاتم
بھی ساتھ چلا وہ تھوڑی دور جا کر ایک عورت نازنین کی صورت بن کر سر راہ جا بیٹھا حاتم حیران ہوا اور
ایک درخت کے نیچے تاک لگا کر بیٹھ رہا اتنے میں دو بھائی سپاہی زادے کہ اپنے شہر سے روزگار
کے واسطے نکلے تھے اور ایک مدت نوکری کر کے کچھ کمائے ہوئے گھر کی طرف چلے جاتے تھے
اتفاقاً اُس راہ آ نکلے اور جب وہ اس کے قریب پہنچے تب وہ عورت رونے لگی اس کے رونے
کی آواز اُن کے کان میں گئی بڑا بھائی اس کے پاس آ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت حسین و خوبصورت
بیٹھی رو رہی ہے وہ آپ بھی آنسو بھر لایا اور اس سے پوچھنے لگا اے نازنین تو کون ہے اور اس
بیابان میں کس لیے لٹتی ہے اس نے کہا اے جوان میں فلانے شخص کی جورو ہوں وہ میرے
میکے سے مجھے لیے ہوئے اپنے گھر جاتا تھا اتنے میں ایک شیر جنگل سے نکلا اور اس کو اٹھا کر لے گیا میں تن
تنہا یہاں بیٹھ رہی ہوں نہ اپنے باپ کے گھر کا رستہ جانتی ہوں اور نہ سسرال کی راہ پہچانتی ہوں
حیران ہوں کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ آگے کیسی مصیبت پڑے گی

اور یہ عمر رنڈاپے میں کیونکر بسر ہوگی اس نے کہا کہ اگر کوئی تجھے اپنے پاس رکھے تو اس کے پاس کا رہنا قبول کرے یا نہ کرے اس نے کہا کیوں نہ قبول کروں اس جنگل میں میرا کون ہے جو خبر لے گا اور نہ کوئی شریک ہوگا اس سخن کو سنکر اُس نے کہا کہ مجھے قبول کر عورت بولی کہ تین شرطوں سے ایک یہ ہے کہ تیرے گھر میں دوسری عورت نہ ہو دوسری یہ کہ مجھ سے محنت اور خدمت نہ ہو سکے گی تیسری یہ ہے کہ جب تک میں جیوں مجھ کو ایذا نہ دینا اور نہ کڑھانا اس نے کہا کہ میں بھی مرد مجرد ہوں جب تک جیتا رہوں گا تیرے سوا اور دوسری لونڈی نہ کروں گا اگر پری ہوگی تو اس کا بھی منھ نہ دیکھوں گا اس کے سوا خدا کے فضل سے میرے گھر میں بہت سی لونڈیاں غلام چیلے ہیں تجھے کسی صورت کی تکلیف نہ ہوگی تو کار فرمائی کرتی رہنا بخوبی کام ہوگا اور کبھی میں نے بھی آج تک اپنی معشوقہ کو ستایا ہے جو میں تجھے رنجیدہ کروں گا اس نے کہا کہ میں اس بات پر جان و دل سے راضی ہوئی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگے چلا حاتم بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھوڑی دور جا کر اس عورت نے اُس جوان سے کہا کہ میں تین دن سے بھوکی پیاسی ہوں مارے ضعف کے جی سنسناتا ہے اگرچہ کھانے کی چیز ہاتھ نہ لگے مگر پانی ضرور لایا چاہیے یہ سنکر اُس نے عورت کو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ بھیا تو اس سے خبردار رہو میں کہیں سے پانی لے آؤں یہ کہہ کر اس نے چھاگل کاندھے پر رکھی اور پانی لینے گیا ایک دم کے بعد اس عورت نے اُس کے بھائی سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اُس کے ساتھ رہنا قبول کیا تھا کہ تیری صورت دیکھتے ہی میرا دل اختیار میں نہ رہا نہیں تو ایسے بوڑھے کو میں کیوں قبول کرتی اب تجھ کو لازم ہے کہ تو مجھے اپنی خدمت میں رکھے اُس نے کہا کہ تم ہماری ماں بہن کی جگہ ہو یہ ہم سے ہرگز نہ ہو سکے گا پھر وہ کہنے لگی اے جوان اگرچہ میں اس کی جورو ہوئی ہوں پر تیری محبت میں رہوں گی اور تجھے دیکھا کروں گی اُس نے کہا کہ یہ بھی ممکن نہیں اس خیال فاسد کو دل سے دور کر وہ اس بات کو سُن کر جل گئی اور کہنے لگی کہ اب میں تجھ پر تہمت لگا کر تیرے بھائی سے کہوں گی کہ یہ مجھ سے تیرے پیچھے بدفعلی کیا چاہتا تھا اور لے کر بھاگا چاہتا تھا نہیں تو یہ بات قبول کر اُس نے کہا بہت بہتر چاہ سو کر مگر میں ہرگز تیری نہ سنوں گا اسی گفتگو میں تھے اور حاتم بھی ایک کونے میں کھڑا ہوا اُن کی باتیں سنتا تھا اتنے میں بڑا بھائی چھاگل پانی سے بھرے ہوئے قریب آ پہونچا کہ اُس عورت نے دیکھتے ہی سر کے بال کھسوٹے اور گالی دیتے سر پر خاک ڈال کر یکایک چلانے اور چیخنے لگی اُس نے نزدیک آ کر پوچھا کہ بی بی میں پانی لینے گیا تھا تجھ کو کسی شیر نے کھایا نہ کسی درندے نے پھاڑا جو تو میرے واسطے اس قدر حالی تباہ کرتی ہے اس کا سبب کیا ہے وہ بولی کہ میاں رحمت خدا تجھ پر اور تیرے چھوٹے بھائی پر ارے کمبخت کرنی بھی

بھی اپنی عورت کو ایسے بدکار کے پاس چھوڑ کر کہیں جاتا ہے فقط خدائے کریم نے میری شرم رکھی جو میں تو پانی پینے کو گیا وہیں اس کمبخت ناشدنی نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا چاہتا تھا کہ میرا استر دیکھے اور خراب کرے میں آپ کو کھینچتی اور چھڑاتی تھی جب میں نے دیکھا کہ اب رہائی نہیں بے اختیار فریاد کرنے لگی مگر کوئی میری داد کو نہ پہونچا اور یہ کہتا تھا تو مجھے قبول کیوں نہیں کرتی کیا میں تیرے لائق نہیں ہوں حالانکہ تو دس پندرہ برس کی ہے اور میں سولہ سترہ برس کا نوجوان میرا بھائی تیرے لائق نہیں میں تجھ پر ہزار جان سے عاشق ہوں اگر قابو پاؤں گا تو بڑے بھائی کو ٹھکانے لگاؤں گا اس بات کے سنتے ہی وہ مارے غصے کے تھر تھرانے لگا اور اپنے چھوٹے بھائی سے کہنے لگا اے نامراد آج تک کسی نے بھی اپنی ماں اور بہن سے ایسا کام کیا ہے جو تو اس سے کیا چاہتا تھا اُس نے ہر چند قسمیں کھائیں مگر اس نے بھائی کا کہنا ہرگز نہ مانا اور باور نہ کیا بلکہ گالی گلوج پر آگیا آخرکار ایک تلوار اس کے سر پر ایسی ماری کہ وہ سینے تک پہونچی اور چھوٹے بھائی نے بھی ایسا خنجر مارا کہ اس کے پیٹ کو ناف تک چیر گیا دونوں زخمی ہوکر گر پڑے اور جان بحق تسلیم ہوئے وہ عورت بھینس ہوکر آگے بڑھی حاتم اس کے پیچھے ہولیا وہ ایک گاؤں کے قریب پہونچی اور یہ بھی ساتھ ہی ساتھ چلا اس گاؤں کے رہنے والے اس کو دیکھتے ہی بے تحاشا دوڑے اور انھوں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کے اپنے گھر لے جائیں اس لالچ پر اُس کے نزدیک آئے اُس نے کتنوں کو لاتوں سے مار ڈالا اور کتنوں کو سینگوں سے پھوڑ دیا پھر ایک جنگل میں جاکر ایک پیر مرد

تصویر حاتم اور پیر مرد کی کہ جو حقیقت میں ملک الموت تھا اور سبب پوچھنا صورت بدلنے کا پیر مرد سے



کی صورت بن گئی تب حاتم اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب اس ماجرے کو اس سے پوچھا چاہیئے کہ یہ کیا سبب
ہی یہ سوچ کر جلد دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے پیر مرد برائے خدا ذرا ٹھہر جا وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا
اے حاتم تو خوش تو ہی کہہ کیا کہتا ہی حاتم نے کہا تم میرے نام سے کیونکر واقف ہوئے اس نے کہا کہ تیرے
نام پر کیا موقوف ہی میں تیرے باپ کا نام بھی جانتا ہوں تجھے اس بات سے کیا جو پوچھنا منظور ہی سو پوچھ
کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں ایک کام ضروری درپیش ہی آخر حاتم نے جس جس صورت سے اُس
کو دیکھا تھا اس اس شکل کا حال پوچھا حاتم کی اس بات کو سُنکر وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تجھکو
اس کے سننے سے کیا ایک دن تجھکو بھی اسی صورت سے کھاؤں گا حاتم نے کہا کہ جب تک یہ بھید مفصل
نہ کہے گا میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا تب پیر مرد نے ناچار ہو کر کہا کہ میرا نام ملک الموت ہی جس جس صورت
سے حکم ہوتا ہی اُس اُس شکل سے میں ایک ایک کی روح قبض کرتا ہوں اس سخن کو سنکر حاتم خوش ہوا
اور کہنے لگا اب یہ کہو کہ میری اجل کب ہی اور کس سبب سے آئے گی اس نے کہا کہ ابھی تو تیری عمر آدھی بھی
نہیں گزری جب تو پچاس برس کا ہو گا تب ایک برآمدے سے گرے گا اور تیری ناک سے یہاں تک
لہو جاری ہو گا کہ تو مر جائے گا اور ابھی تو تیری عمر بہت باقی ہی اس عرصہ میں جو نیک کام تیرے
ہاتھ سے نکلے تو اس میں کوتاہی نہ کر یہ سُنکر حاتم نے سجدۂ شکر ادا کیا سر اٹھا کر جو دیکھا تو وہ پیر
مرد نہ نظر آیا اور اُس نے دشت سُرخ کا رستہ لیا ایک مدّت کے بعد زمین سیاہ میں پہونچا وہاں کے
سانپ آدمی کی بو پا کر چاروں طرف سے دوڑے وہ مہرہ کا عصا گاڑ کر اس کے نیچے بیٹھ گیا سانپوں
نے اس کے گرد حلقہ کر لیا اور ساری رات یہی صورت رہی صبح کے ہوتے ہی وہ سب کے سب جہاں سے آئے
تھے وہاں چلے گئے حاتم بھی وہاں سے آگے بڑھا زمین سفید پر جا کر پہونچا وہاں سفید سانپ بھی اُسی
طرح سے ساری رات اس کے گرد بیٹھے رہے فجر کے ہوتے ہی بدستور چلے گئے حاتم وہاں سے بھی روانہ
ہوا زمین سبز پر پہونچا وہاں بھی یہی حادثہ پڑا صبح کو پھر روانہ ہوا اور زمین سُرخ پر جا پہونچا کیا دیکھتا
ہی کہ وہ زمین شنگرف سے بھی زیادہ سُرخ ہو رہی ہی یہ کئی قدم گیا تھا کہ طاقت چلنے کی نہ رہی جی
میں سوچا کہ آگے کیونکر جاؤں پیاس کے مارے جان بلب ہوں پاؤں رفتار سے رہی اور زبان گفتار
سے رہی پھر کھڑا ہو کر جی میں کہنے لگا کہ شاید اسی جگہ مرنا میری قسمت میں ہی اگر ٹھہرتا ہوں تو
وقت نہیں اور اگر آگے بڑھتا ہوں تو طاقت نہیں ہر طرح مرتا ہوں لیکن خدا کی راہ میں غیر کے واسطے
مارے جانے سے کوئی بات اچھی نہیں یہ سمجھ کر آگے بڑھا شاید دو تین کوس گیا ہو گا کہ دونوں پاؤں
میں پھپھولے پڑ گئے بے اختیار خاک پر گر پڑا بمجرد گرنے کے تمام بدن پر زخم پڑ گئے

اور جی ڈوب گیا اتنے میں ایک پیر مرد پیدا ہوا اور اس کو اٹھا کر کہنے لگا کہ اے حاتم یہ وقت ہمت ہارنے کا نہیں دل کو ڈھارس دے اور وہ مُہرہ جو تجھے اُس خرس کی بیٹی نے دیا ہے اپنی کمر سے نکال کر مُنھ میں رکھ لے حاتم نے وہ مہرہ اپنی کمر سے کھولا اور منھ میں ڈال لیا زمین کی گرمی اور پیاس کی شدت اُسی گھڑی دُور ہوئی حاتم اس پیر مرد کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اس گرمی کا سبب کیا ہے اس نے کہا کہ یہ گرمی سُرخ سانپ کے زہر کی ہے اور اس زمین سے اس کے مُنھ کی آگ نکلتی ہے اس سبب سے اس زمین کا رنگ لال ہے اور نہیں تو یہ آگے سبز تھی اس بات کو سُن کر حاتم وہاں سے آگے بڑھا اور مُہرے کے باعث سے کسی طرح کی گرمی نے اُس پر اثر نہ کیا غرض آدھی دور پہونچا تھا کہ سُرخ سانپ نے حاتم کی بو پا کر پھنکارے مارنا شروع کیے اس زور و شور سے کہ منھ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اور اس کا پھن چٹان کے برابر قد تاڑ کے مانند تھا اور آگ کے شعلے اس کی ناک کے نتھنوں سے بادِ سموم کی صورت نکلتے تھے اور کوسوں تک تر و خشک کو جلا دیتے تھے حاتم جو اس آگ میں پڑا نہایت بے قرار ہو کر کہنے لگا کہ اس آگ سے ہڈّی پسلی تک بھی جل کر خاک ہو جائیں گی لیکن اس مُہرے کے باعث سے تھوڑا تھوڑا پانی ٹھنڈا ٹھنڈا اس کے حلق میں جاتا تھا اس سبب سے جیتا رہا آخر سانپ کی نظر حاتم پر پڑی بے تحاشا بھنبھنا کر لپکا اور شعلے مُنھ سے چھوڑنے لگا مگر ہیوز کے نیزے کے باعث زہر کارگر نہ ہوا حاتم محفوظ رہا رات اسی حیص بیص میں گزری صبح کے وقت مُہرہ سُرخ سانپ کے لبوں پر آ رہا حاتم نے دیکھا کہ ایک غلیلہ سُرخ سانپ کے لبوں پر لٹک رہا ہے اُس نے جو نیزے کو ہلایا وہ اپنا سر زمین پر پٹکنے لگا غرض ادھر آفتاب نکلا اُدھر وہ مُہرہ اس نے اپنے منھ سے اُگل دیا اور اپنی بانبی میں چلا گیا حاتم مُہرے کے نزدیک آیا لیکن اُٹھانے سے ڈرا اور جی میں کہنے لگا کہ مبادا گرم ہو اور ہاتھ جل جائے اس سے یہی بہتر ہے کہ قدرے ٹھہر جائیے تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اپنی پگڑی سے چیتھڑا پھاڑ کر اُس کے اوپر ڈال دیا وہ لتّہ نہ جلا تب ہاتھ بڑھا کر وہ مہرہ اٹھا کر پگڑی میں باندھ لیا گرمی جاتی رہی اور اُس جنگل کی ساری زمین سرد ہو گئی پھر آپ وہاں سے روانہ ہوا غرض اُس مُہرے کی پیدائش یوں ہی ہوتی رہی کہ جب کوئی اُس کو لے جائے تب تیس برس کے بعد دوسرا پیدا ہو اور اس کی ایک ہزار خاصیت ہے کوئی کہاں تک بیان کرے القصہ حاتم ایک مدت کے بعد اس جوان کے پاس آ پہونچا اور وہ مُہرہ اُسے دے کر تمام احوال کہہ سُنایا جوان حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اس نے گلے سے لگایا اور کہا کہ اب تو جا اور اس مہرہ کو مسخر جادو کے حوالے کر وہ مہرے کو لے کر حاتم سمیت اس شہر میں آیا اور مسخر جادو سے ملاقات کر کے وہ مہرہ اُس کے

آگے رکھدیا اور کہا کہ صاحب اس کو میں بڑی محنت اور مشقت سے لایا ہوں اُس نے کہا کہ میں پہلے اُس کی
آزمائش کرلوں تب تیری بات پر اعتماد کروں اس نے کہا بہت اچھا کیا مضائقہ غرض مسخر جادو نے اس کو
ہر طرح سے آزمایا جب وہ مُہرہ تحقیق ہوا تب اُس نے ظاہر میں خوشی کی اور باطن میں شرمندگی کھینچی اور
یہ بات کہی کہ اے جوان مرد ایک شرط اب باقی ہے اس کو بھی ادا کر اس نے کہا کہ بہت بہتر آخر کار مسخر جادو
نے اپنے لوگوں کو بلوا کر کہا کہ ایک لوہے کا کڑھاؤ گھی سے بھر کر چولھے پر دھرو اور سات روز تک رات دن
اس کے نیچے آنچ کرو تا وہ خوب سا کڑکڑائے انھوں نے اس کے کہنے کے موافق کیا غرض وہ کڑھاؤ ایسا
کھولا کہ اگر اس میں پتھر بھی گرے تو جل کر خاکستر ہو جائے بعدہ اس جوان سے کہا کہ اب تو اس میں کود کر
سلامت نکلے گا تو اپنی معشوقہ کو پاوے گا جوان ڈرا اور حاتم سے کہنے لگا کہ اس آگ سے کیونکر جیتا بچونگا
حاتم نے دلاسا دے کر کہا کہ غم نہ کھاؤ خدا کو یاد کرو وہ یہ بھی مشکل آسان کرے گا یہ کہہ کر حاتم نے وہ مہرہ
جو اُس خرس کی بیٹی نے اُس کو دیا تھا اپنی پگڑی سے کھول کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کو اپنے
مُنھ میں رکھ کر بے کھٹکے اس جلتے کڑھاؤ میں کود پڑ اور غوطہ مار کر نکل آ خدا کے فضل و کرم سے تیرا ایک
رونگٹا بھی نہ جلے گا جوان اس مہرے کو دیکھ کر اپنے مُنھ میں ڈال کر مسخر جادو سے کہنے لگا کہ اب کیا کہتا ہے اس
نے کہا اس کڑھاؤ میں کود پڑ جوان اس کے پاس گیا مگر دیکھتے ہی کانپنے لگا حاتم نے للکارا کہ اے جوان
اندیشہ نہ کر غم نہ کھا یہ آتش عشق ہے خدا کو یاد کر وہ حاتم کی آواز سنتے ہی آنکھیں بند کر کے کڑھاؤ میں
کود پڑا اور ایک غوطہ مارا اور کھولتے گھی کو ٹھنڈا پانی سا پایا تب ادھر ادھر کڑھاؤ میں پھرنے لگا اور
اپنے بدن پر گھی کو ملنے لگا بلکہ ہنس ہنس کر کہنے لگا اب کیا کہتا ہے باہر آؤں یا دو چار گھڑی اور بھی
اُس میں رہوں مسخر جادو نے جو دیکھا کہ جوان اس میں نہ جلا اور تندرست رہا شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا
اُس وقت حاتم نے کہا اب حجاب کیوں کرتا ہے۔ اپنا وعدہ وفا کر کیونکہ جو کچھ تو نے کہا اس بیچارے
نے کیا اور اگر اب تو جادو کرنے کی فکر میں ہے تو ہرگز تیرا جادو اثر نہ کرے گا کیونکہ یہ ایک سُرخ مہرہ
اور بھی اپنے پاس رکھتا ہے اس بات کو سُنکر وہ شرمندہ ہوا اس جوان کو گلے لگا لیا پھر شادی
کا سامان کیا اور اپنی بیٹی کو بآئین شائستہ بیاہ دیا جوان سے بہت سی معذرت کی اور کہا کہ یہ ملک کل
مال سب تیرا ہے کہ میں اس کے سوا اور کوئی لڑکا بالا نہیں رکھتا تو ہی میرا فرزند ہے حاصل کلام وہ
دونوں عاشق و معشوق آپس میں ملے تب حاتم رخصت ہوا اور کہنے لگا کہ بھائی مجھکو اور بھی ایسے
ہی بہت سے کام کرنے ہیں رخصت دے چنانچہ کوہ الفا کو جاتا ہوں جوان پاؤں پر گر پڑا اور
دعائیں دینے لگا اور کہا تیرا خدا حافظ و مددگار رہے اپنی راہ لے حاتم نے اپنا مُہرہ اس سے

لے لیا اور کوہ القا کا رستہ پکڑا رات دن چلا گیا آخر ایک دن کوہ القا کے متصل پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہا ہے پرندے کی طاقت نہیں کہ وہاں پر مار سکے اور چرندے کی قدرت نہیں جو اُدھر نظر کر سکے حاتم اس اندیشے میں اس کے نیچے بیٹھ گیا کہ اگر یہاں کے کسی رہنے والے کو دیکھوں تو پوچھوں کہ اس کی راہ کدھر سے ہے اسی فکر میں تھا کہ ایک گروہ پریزادوں کا نظر آیا حاتم اُن کے پیچھے دوڑا مگر نہ پایا اور وہ غول اُس کی نظر سے غائب ہو گیا اتنے میں بڑا سا غار دکھائی دیا اور پتھر چکنا صاف اس کے کناروں پر لگا ہوا دیکھا حاتم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ یہ غار کسی طرف سے راہ نہیں رکھتا اس میں کیونکر جائیے آخر یہ تدبیر سوچی کہ اس پتھر سے پھسل چلئے جو خدا چاہے سو کرے آخر یوں ہی عمل میں لایا اور صبح سے شام تک لوٹتا پوٹتا چلا گیا جب اس کے پاؤں تہ پر پہونچے آنکھیں کھول کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک میدان وسیع اور پُر فضا ہے دیکھتے ہی اس کا دل کھل گیا تھوڑی دور چلا پھر جی میں دھیان کرنے لگا کہ وہ پریزاد کدھر گئے اور اس جنگل میں کسی طرف آبادی ہے یا نہیں یہ سوچ کر دو چار قدم آگے بڑھا کہ ایک عمارت عالی شان اور دلچسپ نظر آئی گمان کیا کہ البتہ یہاں لوگ رہتے ہوں گے چلا چاہیئے اس اثنا میں کئی پریزادوں نے اُسے دیکھا کہ ایک آدمی غیر جنس بے دھڑک چلا آتا ہے وہ اپنی جگہ سے بے اختیار دوڑے اور حاتم کے پاس آکر کہنے لگے کہ اے آدم زاد یہ مکان تیرے آنے کے لائق نہیں ہے یہاں تو کیونکر آیا اور تجھے کون لایا وہ بولا کہ خدا ہادی و رہنما ہے وہی لے آیا اُنھوں نے پھر کہا کہ سچ کہہ غار کی راہ تو نے کیونکر دیکھی اُس نے کہا کہ میں دور سے تمھیں دیکھ کر دوڑا تم آگے جا کر ایک ساعت کے بعد آنکھ سے غائب ہو گئے فکر کرنے لگا کہ الٰہی وہ سب یہاں سے کیا ہوئے اور کہاں گئے بارے خدا کے فضل سے جس طرف تم گئے تھے میں بھی اسی طرف چلا اتنے میں ایک غار تاریک دکھلائی دیا اُس کو دیکھ کر نہایت حیران ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ اس میں کیونکر جاؤں یکایک خیال آگیا کہ اس پتھر پر لیٹ کر پھسل پڑوں اور کسی طرح اندر پہونچوں غرض وہی کیا اور تمھاری تلاش میں یہاں تک آ پہونچا پر اب برائے خدا یہ بتاؤ کہ اس پہاڑ کا کیا نام ہے اور یہ باغ کس کا ہے وہ بولے کہ اس پہاڑ کا نام القا ہے اور یہ باغ ملکہ الگن پری کا ہے ہم اُسی کے نگہبان ہیں اب موسم بہار نزدیک آیا ہے اس واسطے ہم اس کی خبر لینے آئے تھے اغلب ہے کہ پرسوں تک وہ بھی سیر کو یہاں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے جوان تجھے ہم کیونکر اس باغ میں رہنے دیں کہ تو مارا جائے گا۔ تیری جوانی پر ہم کو رحم آتا ہے حاتم نے کہا کہ میں کوئی ٹھکانا نہیں رکھتا کہاں جاؤں میرے

نصیبوں کی یاوری ہے کہ جس کے واسطے اتنی محنت کھینچ کر آیا ہوں وہ جلد آیا چاہتی ہے اب جو ہونی ہو سو ہو یہ بات سُن کر انھوں نے پوچھا کہ تجھے اُس سے کیا کام ہے جو تو اُس سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے حاتم نے کہا کہ پری کا طالب ہوں یہ بات سن کر وہ پریوں کی بادشاہ زادی اور وہ تو بے چارہ غریب آدمی اور وہ پریوں کی بادشاہ زادی حاتم نے کہا کہ پری کا طالب انسان ہے اور انسان کی طالب پری ہے اس بات کے سُنتے ہی وہ دق ہوئے اور کہنے لگے کہ تو شاید دیوانہ ہے حق تو یہ ہے کہ جو کوئی اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے وہی ایسی جگہ پاؤں رکھتا ہے۔ غرض نہایت غصہ ہو کر وہ سب کے سب اس کی طرف دوڑے اور اس کے قتل پر مستعد ہو گئے وہ سر جھکا کر چپکا کھڑا رہا پھر وہ آپس میں ہنس کر کہنے لگے کہ یہ عجب آدمی ہے نہ بھگانے سے بھاگتا ہے نہ ڈرانے سے ڈرتا ہے نہ کسی سے لڑتا ہے ایسے شخص کو کیونکر کوئی قتل کرے یا ایذا دے یہ کہہ کر پھر اُنھوں نے حاتم سے کہا کہ اے جوان ہم اہل مروت ہیں تیرے بھلے کو کہتے ہیں کہ یہ جگہ تیرے رہنے کی نہیں اگر تو سلامت جانا چاہتا ہے تو اب بھی کچھ نہیں گیا چپکا چلا جا نہیں تو رنج اٹھائے گا بلکہ مارا جائے گا یہ بات سُنکر اس نے کہا کہ جی کے جانے کا کچھ غم نہیں میں نے خدا کی راہ میں سر دینا اختیار کیا ہے اور جو خدا کی راہ میں مصروف ہوتے ہیں وہ اپنے سر کو ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں ہر وقت اُسی کی رضا جوئی میں رہتے ہیں کیونکہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے اس کی بندگی لازم ہے اس بات کو سُنکر وہ مہربان ہوئے اور کہنے لگے اے جوان خوش گفتار ہمارے ساتھ آ اگر الگن پری کے دیکھنے کا ذوق ہے تو ہم کسی گوشے میں تجھے چھپا رکھیں اور دکھا دیں لیکن آفتاب کو ذرے سے کیا نسبت غرض ایک گوشے میں لے گئے طرح طرح کے کھانے اور قسم قسم کے میوے کھلائے اور اس سے صحبت گرم رکھی تین روز کے بعد پوچھا کہ اے جوان سچ کہہ تیرے آنے کا سبب کیا ہے اُس نے کہا کہ مجھے الگن پری سے ایک کام ضروری ہے اس واسطے کہ وہ ایک جوان سے سات روز کا وعدہ کر کے یہاں آئی ہے اور سات برس گزر گئے وہ اس کے انتظار میں قریب مرگ کے پہونچا ہے آنکھیں پتھرا گئی ہیں جاں بلب ہو رہا ہے بلکہ سانس لینے کی طاقت نہیں رہی وہ تین گھڑی کے بعد ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچتا ہے اور یہ مصرع پڑھتا ہے ع تتاب آ کہ نہیں تاب جدائی اگی وہ میں نے جو اس کا یہ حال دیکھا بے اختیار ہو کر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اس نے اپنی مصیبت از ابتدا تا انتہا سب میرے سامنے بیان کی اس واردات کو سُنکر کلیجا ہل گیا اور آنسو ٹپکنے لگے میں اس کے واسطے آیا ہوں اس لیے کہ اس کا

قول اُسے یاد دلاؤں شاید بھول گئی ہو اور اگر وہ اس امید پر مر جائے گا تو بڑا غضب ہوگا اُنھوں نے
کہا اے آدم زاد ہم کو اتنی قدرت نہیں جو تیرا حال اس سے جاکر کہیں مگر یہ کہ تجھے باندھ کر اس کے سامنے
لے جائیں پھر جو تیری زبان یاری دے تو عرض کر یہ بات ہم دوستانہ کہتے ہیں کیونکہ اگر ہم تجھے بخوبی
لے جائیں شاید وہ ہم پر غضب ہو کہ آدمی کو اس خوبی سے کیوں لائے ہو حاتم نے کہا جس ڈھب سے
بنے مجھ کو اس کے پاس لے چلو آگے میں ہوں اور میری محنت یا اُس جوان کی قسمت غرض ایک
دن الگن پری اپنے محل سے نکل کر اس باغ کی طرف ناز و ادا سے چلی آتی تھی کہ وہ سب
کے سب استقبال کو آئے اور آداب بجا لائے الگن پری آکر تخت پر بیٹھ گئی اور وہ پریاں
جو اُس کی جلیس تھیں کرسیوں پر قاعدے سے برابر بیٹھیں پری زادوں نے باغ میں آکر حاتم
سے کہا کہ چل تجھے ہم ملکہ کو دکھادیں غرض لے آئے اور ایک جھروکے کے پاس بٹھا دیا اور کہا
کہ دیکھ وہ جو دھانی جوڑا پہنے اور سر پر آنچل پلو کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے بڑے غرو ناز سے
تخت زریں پر بیٹھی ہے وہی الگن پری ہے حاتم دیکھتے ہی غش کر گیا جب ہوش میں آیا
خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا اور اس کی صنعت کا مقر ہوا جوان کو اپنی خاطر سے بھلا دیا بلکہ اُس
پری پر آپ ہی دیوانہ ہو گیا یہاں تک کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا اس طرح سے تین دن گزر گئے
اتفاقاً رات کے وقت آنکھ لگ گئی تو کیا سُنتا ہے کہ کسی طرف سے ایک آواز آتی ہے
کہ اے حاتم اُٹھ اور آپ کو پہچان اسی منھ پر تو نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے کہ غیر کی
امانت میں خیانت کرے اور اس بات کا دم بھرتا ہے کہ میں جو کام کرتا ہوں اس کو للہ کرتا
ہوں مصرعہ یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں ؛ حاتم اس بات کے سُنتے ہی چونک پڑا۔
اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کوئی نظر نہ آیا پھر اپنی جگہ سے اُٹھا اور استغفار کرنے لگا خدا سے ڈرا
بہت سا رویا اور سر کو زمین عجز پر رکھ کر عجز سے کہنے لگا کہ الٰہی تو میرے گناہ بخش کہ تو غفور و
رحیم ہے اُس کے بعد پریزادوں سے کہا کہ مجھ کو ملکہ کے پاس لے چلو کیونکہ وہ غریب میرے
آنے کی راہ دیکھتا ہوگا میں کب تک انتظار کھینچوں انھوں نے جو شہزادی کو خوش دیکھا حاتم
کے ہاتھ باندھ کر باغ کے دروازے پر لے آئے پھر اُن میں سے ایک نے جاکر ملکہ سے عرض
کی کہ ایک آدم زاد بیچارہ گردش کا مارا باغ کے نزدیک آگیا تھا ہم اس کو باندھ کر باغ کے دروازے
پر لے آئے ہیں آگے جو حکم ہو سو کریں ملکہ نے کہا کہ اُس کو حضور میں لے آؤ جب لے آئے حاتم کو دیکھتے ہی
اُس جوان کو بھول گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس کرسی زریں پر بٹھا لیا پھر پوچھا اے جوان کہاں سے

تصویر باغ میں الگن پری کا تخت پر بیٹھنا اور حاتم کو برابر کرسی پر بٹھا کر حال پوچھنا



آیا ہی کیا تیرا نام ہی اور تو کیا مطلب رکھتا ہی اس نے کہا کہ میں طے کا بیٹا ہوں اور یمن سے آیا ہوں
اور حاتم میرا نام ہی پریزاد نے اس کا جو نام سُنا تخت سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے بھی
تیرا نام سُنا ہی کہ تو یمن کا شہزادہ ہی بڑی مہربانی کی کہ یہاں قدم رنجہ فرمایا بارے یہ کہہ کہ آنے
کا سبب کیا ہی اور اتنی مصیبت کیوں اٹھائی ہیں تو تیری لونڈی کے برابر ہوں اور تجھے اپنا
سرتاج جانتی ہوں حاتم نے کہا کہ یہ تیری مہربانی ہی میں شاہ آباد سے آیا تھا اور اب صحرائے
احمر کی طرف جاتا تھا اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان کسی درخت کے نیچے نعرے مارتا
ہی اور آنکھیں بند کئے یہ مصرع پڑھتا ہی مصرع شتاب آکہ نہیں تاب اب جدائی کی ؎ میں
نے پوچھا کہ اے جوان تو نے اپنا حال کیوں تباہ کیا ہی برائے خدا مجھ سے اپنا ماجرا کہہ اُس نے
تمام سرگزشت اپنی اور تمھاری محبّت اور مہربانی کی بیان کی اور کہا کہ ملکہ سات دن کا وعدہ کرکے
گئی ہیں اور سات برس گزر گئے کہ نہیں آئی ہیں اُن کے انتظار میں نالاں اور گریاں ہوں نہ چلنے
کی طاقت رکھتا ہوں نہ رہنے کی قدرت اُس کے سوا چلتے وقت انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کے یہ کہا
تھا کہ خبردار تو یہاں سے اگر کہیں جائے گا تو خراب ہوگا حیران ہوں کہ اب معشوق کا حکم کس طرح
ٹالوں اگر ملاقات ہونی ہی تو یہیں ہو رہے گی میں نے جو اُس کا یہ حال دیکھا اور عاشق صادق
پایا اپنا مطلب چھوڑ کر تمھارے پاس آیا ہوں اگر اس بے چارے کے حال پر مہربانی فرماؤ تو گویا مجھے

ہول ہوا اور اُس ادھ موئے کو جان بخشو پری نے کہا اے یمن کے شہزادے میں تجھ کو دیکھ کر اُسے بھول گئی اور وہ میرے لائق نہیں عشق بھی اس کا خام ہی کیونکہ سات برس گزر گئے کہ وہ اپنی جان کے ڈر سے وہیں رہا اور اس سے کوہ القاپر قدم بھی نہ رکھا حاتم نے کہا کہ وہ عاشق صادق نہ ہوتا تو کیوں تیری محبت کی دار دپیتا اور کس واسطے تیری یاد میں آپ کو خراب کرتا اس کے سوا تو خود اس سے وعدہ کر کے آئی ہی کہ میں سات روز میں آؤں گی تو میرے آنے تک کہیں نہ جانا وہ غریب عاشق نامراد اپنی معشوقہ کی عدول حکمی کیونکر کرے اور اس کو یقین ہی کہ میری معشوقہ میرے پاس ضرور آئے گی یہ مجھ کو لازم نہیں ہی جو میں بھوک پیاس کے مارے کسی طرف کو چلا جاؤں اور وہ یہاں آکر مجھے نہ پاکر رنجیدہ ہو یہ بات سُنکر اس نے کہا تو کچھ کہہ میں اس کو ہرگز قبول نہ کروں گی حاتم بولا کہ اے مہر لقا اس قدر خفگی کا سبب کیا ہی بیان کر حق تو یہ ہی کہ جب تک وہ اپنی مراد کو نہ پہونچے گا میں بھی یہاں سے نہ جاؤں گا پری نے کہا تو یہ اُمید مجھ سے نہ رکھ میں اس کے پاس کبھی نہ جاؤں گی حاتم نے کہا برائے خدا میری محنت اور مشقت کو رائگاں نہ کر کیونکہ میں نے بہت سی محنت اور مشقت اٹھائی ہی تب وہ بولی کہ میں تیرے کہنے سے باہر نہیں اچھا تیری خاطر سے اُس کو اپنے پاس رکھوں گی پر ہم صحبت نہ ہوں گی حاتم نے کہا کہ خیر میں بھی تیرے دروازے پر بیٹھ کر اتنے فاقے کروں گا کہ مر جاؤں گا اور میرا خون تیری گردن پر ہو گا یہ کہہ کر اٹھا اور اس کے دروازے پر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا دانہ پانی چھوڑ دیا اسی صورت سے سات روز گزرے اس نے ایک شب یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص یہ کہتا ہی کہ اے حاتم یہ الگن پری ہی اس نے اسی صورت سے اپنے فراق میں کتنوں کو مارا ہی تو پہلے اس سے کہہ کر جوان کو بلوا اور وہ مہرہ جو اُس خرس کی لڑکی نے تجھے دیا ہی اس کو دے کر اپنے مُنھ میں رکھ کر اور غرغرا کر کے اور پیالے میں ڈال کر کسی طرح سے اُس پری کو پلا دے پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ کہ معشوق عاشق ہو جائے یہ بات سُنکر وہ چونک پڑا اور متفکر ہوا اتنے میں صبح ہو گئی الگن پری اس کے پاس آکر کہنے لگی کہ اے جوان تو نے دانہ پانی کیوں چھوڑا ہی اگر بے آب و دانہ مر جائے گا تو میں تیرے گناہ میں پکڑی جاؤں گی اور خدا کو کیا مُنھ دکھاؤں گی حاتم نے کہا کہ تو اس کو بلوا کر اُس کا دیدار دیکھ اور وہ تیرا دیکھے کہ اس کا مطلب یہی ہی الگن پری نے کہا کہ یہ بات میں نے قبول کی اس سخن کے سُنتے ہی حاتم خود مستعد ہوا کہ جا کر اس جوان کو لے آئے کہ ملکہ نے کہا صاحب تم کس واسطے تکلیف کرتے ہو میں کئی پریزادوں کو بھیج کر بلوا لیتی ہوں یہ کہہ کر پھر کئی پریزادوں سے فرمایا کہ تم فلانے پہاڑ کی طرف جاؤ وہاں ایک شخص کسی درخت

کے نیچے پتھر کی سل پر آنکھیں بند کئے کھڑا ہے اور آہیں سرد بھرتا ہے اس سے کہا کہ حاتم وہاں جا پہنچا
اور اس نے تیرا احوال تیری معشوقہ سے مفصل بیان کیا اس واسطے الگن پری نے تجھے بلوایا ہے
غرض وہ پریزاد ایک پل میں وہاں جا پہونچے اور یہ ماجرا اس سے کہنے لگے وہ اس بات کے
سنتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھا اور حاتم کی ہمت پر آفریں کر کے ساتھ ہو لیا وہ ایک دن میں
شہزادی کے پاس اُسے لے آئے ملکہ نے اُس کو اپنے پاس بٹھا لیا جوان اس کو دیکھتے ہی بیہوش
ہو کر زمین پر گر پڑا شہزادی نے اپنے ہاتھ سے اس پر گلاب چھڑکا ایک دم کے بعد ہوش آیا تب الگن
پری نے آہستہ پیار سے کہا اے جوان مجھ کو خوب سا دل بھر کے دیکھ لے غرض تمام دن یہی صحبت رہی
شام کے وقت اُس نے اپنی پریوں سے کہا کہ نشاط کی مجلس آراستہ کرو ناچ راگ شروع ہوا اُس کے
سنتے ہی وہ ناچنے گانے لگیں حاتم اور وہ جوان بھی باہم تماشا دیکھ رہے تھے مگر الگن پری اس جوان
کی طرف متوجہ نہ تھی یہ حالت دیکھ کر حاتم نے اُس جوان کو کہا کہ اس مُہرے کو پانی میں رگڑ کر مُنھ میں
لے اور اس کے پانی پینے کی ٹھلیا میں کلی کر دے اور پھر یہاں آ کر چپکے سے بیٹھ رہ جوان اس کام میں
مشغول ہوا کہ کئی پریوں کی نگاہ اس پر جا پڑی بے اختیار دوڑ پڑیں اور کہنے لگیں کہ تجھ کو آب خاصے
کی ٹھلیوں سے کیا کام ہے اس نے کہا کہ شدت سے پیاسا ہوں کیا کروں انھوں نے اس کو پانی پلا دیا
وہ پھر وہیں آ بیٹھا حاتم نے دیکھا کہ جوان نے اپنا کام تمام کیا ملکہ سے کہا کہ اس کو نہایت گرمی
ہے تھوڑا سا شربت پلاؤ اور اس کی پیاس بجھاؤ پری نے ارشاد کیا کہ جلد شربت تیار کر لاؤ
حاتم آپ ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ سے شربت تیار کر کے شہزادی کے سامنے لے آیا
تب اُس نے ارشاد کیا کہ تھوڑا تھوڑا سب پئیں حاتم نے کہا کہ پہلے آپ قدرے نوش جان
کریں پھر سب پئیں گے ملکہ نے حاتم سے شربت کا پیالہ لیا اور مُنھ سے لگایا دو گھونٹ کے پیتے ہی
وہ پری آدم زاد پر دیوانی ہو گئی حاتم نے دیکھا کہ اس کا حال کچھ اور ہے آہستہ سے کہا اے ملکہ
اس عاشق نیم جان اندوہ گشتۂ ہجراں پر اگر مہربانی فرمائیے تو آپ کے اخلاق سے چنداں دور نہیں اُس نے
مسکرا کر یہ مصرع پڑھا ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ؛ اور کہنے لگی کہ میں نہیں جانتی یہ آفت
کس کی اٹھائی ہوئی ہے اور آگ کس کی لگائی ہوئی کہ اب مجھ سے بھی اُس کی جدائی کا درد سہا نہیں جاتا
اور اس کے بن ملے ایک دم رہا نہیں جاتا ناچار ہوں تیرا کہا مانا اور اس کو قبول کیا مگر ماں باپ کی
بے رضامندی یہ کام نہیں کر سکتی یہ کہہ کر کوہ القا کی طرف گئی اور محل میں داخل ہو کر والدہ کو مجرا
کیا اور سر جھکا کر شرم سے چپکی ہو رہی اس کی ماں نے کہا کہ اتنی جلد آنے کا سبب کیا ہے

ابھی تو چالیس روز نہیں ہوئے تب اس کے مصاحبوں نے عرض کی کہ ملکہ کو ایک آدم زاد پسند آیا ہے اور اُس نے بھی اُن کے عشق و محبت میں برسوں رنج اٹھایا ہے اب یہاں تک پہونچا ہے اس واسطے چاہتی ہیں کہ اس کو اپنا دمساز اور محرم راز کریں لیکن آپ کی بے اجازت ان سے یہ کام نہیں ہو سکتا اس بات کے سُنتے ہی وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ تمھاری بیٹی کی خواہش ہے کہ ایک آدم زاد سے اپنا بیاہ کرے اس نے کہا اگر اُس کی مرضی ہے تو مبارک ہو چشم ما روشن دل ما شاد القصہ الگن پری نے اُسی وقت حاتم کو اور اس جوان کو باغ سے بلا بھیجا اُس کی ماں اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اپنے خاوند سے بھی تعریف کی اُسی وقت بیاہ کا سرانجام تیار کر لیا اور ملکہ کو بڑی دھوم دھام سے جوان کے ساتھ اپنی رسموں کے موافق بیاہ دیا عاشق و معشوق باہم ملے اور حاتم کو دعائیں دینے لگے سات روز کے بعد حاتم اُن سے رخصت ہونے لگا پری نے پوچھا کہ اب کہاں کا قصد رکھتے ہو اس نے کہا کہ کوہ احمر کا کہ وہاں مجھے ایک کام ضروری ہے پری نے کہا گھبراؤ نہیں میں ایک دم میں تمھیں وہاں بھجوا دیتی ہوں یہ کہہ کر اس نے اپنے پریزادوں سے کہا کہ تم اس کو ایک تخت پر بٹھا کر وہاں پہونچاؤ وہ اس کو ایک تخت مرصع پر بٹھا کر اُڑے رات کے وقت وہاں جا پہونچے حاتم نے اُن سے کہا کہ مجھ کو یہیں چھوڑ دو اور تم رخصت ہو حاتم کے کہنے کے بموجب وہ سب رخصت ہوئے اور حاتم اسی آواز پر چل نکلا اور اُسی درخت کے پاس جا پہونچا کہ جس سے وہ آواز آتی تھی کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیر مرد وہاں لوہے کے پنجرے میں لٹکتا ہے حیران ہوا اور ایک ساعت کھڑا رہا پھر پوچھنے لگا کہ اے بزرگ یہ آواز کیوں تیرے مُنھ سے نکلتی ہے اور وہ کون ہے کہ جس نے تجھے اس پنجرے میں بند کر کے لٹکا دیا ہے یہ بات سُنکر بڈھے نے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ اے جوان میرا حال کچھ نہ پوچھ اور جو پوچھتا ہے تو میری طرف غور کر اس شرط پر کہ میں تجھ سے کہتا ہوں حاتم نے کہا کہ میں نے قبول کیا اس نے کہا میں احمر سوداگر ہوں جس وقت میں پیدا ہوا تھا اُس وقت یہ ملک میرے باپ نے میرے نام سے آباد کیا تھا جب میں بڑا ہوا باپ مجھ کو اسی شہر میں چھوڑ کر کسی ملک میں تجارت کے واسطے گیا میں نہایت فضول خرچ تھا جو زر و جواہر مال و متاع باپ نے مجھ کو گزران کے واسطے دیا تھا میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اُڑا دیا اور محتاج ہو گیا افلاس غالب آیا اور میرا باپ اسی سفر میں مر گیا کچھ گرد اگرد اپنا مال پھر پاس منگا چند روز کے بعد میں نے بازار میں ایک جوان کو دیکھا یہ کہتا ہے کہ جس کا زر و جواہر مال و متاع یا اسباب کھو گیا ہے خواہ زمین میں گاڑ کر بھول گیا ہو میں اپنے علم سے نکال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ چوتھا حصہ مجھ کو دے میں نے اس کی بات مان لی اور را

اس کو اپنے گھر میں لا کر ہر جگہ دکھائی اس نے جا بجا سے مٹی اٹھا کر سونگھی اور پھینکدی آخر ایک کونے کو کھدوایا وہاں
زر و جواہر بے شمار نکلا میں چوتھائی دینے میں حیلہ کرنے لگا اور اپنے اقرار سے پھر گیا تھوڑا سا اُٹھا کر
اس کے آگے رکھ دیا اس نے کہا کہ میں وہی اپنا چوتھائی حصہ لوں گا اس بات سے میں برہم ہوا اور
طمانچے مار کر اُس کو باہر کر دیا وہ میری جان کو روتا پیٹتا چلا گیا کئی دن کے بعد پھر آیا اور مجھ سے
دوستی پیدا کی بلکہ یار غار ہو کر ایک دن کہنے لگا کہ جو کچھ زمین میں گڑا ہوا ہے مجھے سب نظر آتا ہے میں
نے اس سے پوچھا کہ یہ علم کیا ہے میں کس طرح سیکھ سکوں گا اس نے کہا بہت آسان ہے وہ ایک سرمے
کی ترکیب ہے کہ اُسے بنا کر جو کوئی آنکھوں میں لگاوے جتنا مال کہ چھپا ہوا ہے نظر آنے لگے میں نے
کہا اگر تو میری آنکھوں میں ایسا سُرمہ لگاوے اور مال مجھے نظر آنے لگے تو آدھا تیرا اس نے
کہا کہ بہت بہتر تو میرے ساتھ جنگل میں چل تیری آنکھوں میں ایک سلائی پھیر دوں میں اس کے
ساتھ اس جنگل میں آیا اور اس پنجرے کو دیکھ کر حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ پنجرا کس کا ہے اس
نے کہا کہ میں نہیں جانتا یہ کہہ کر اُس درخت کے نیچے گیا اور اپنی بغل سے سُرمے کی ڈبیہ نکال
کر ایک سلائی بھری اور میری آنکھوں میں پھیر دی فی الفور میں اندھا ہو گیا اور اُس سے کہنے لگا کہ اے
عزیز تو نے یہ کیا کیا کہ مجھے اندھا کیا وہ بولا کہ جھوٹوں اور بد عہدوں کی یہی سزا ہے
اگر آنکھوں کی بصارت چاہتا ہے تو اس پنجرے میں بیٹھ رہ اور یہ سخن کہا کر کہ کسی سے بدی نہ
کر اگر کرے گا تو وہی پاوے گا میں نے پھر پوچھا کہ سچ کہہ میری آنکھوں کا کیا علاج ہے اُس نے
کہا کہ مدت کے بعد ایک جوان حق پرست ادھر آئے گا تو اس سے اپنا احوال کہنا وہ کہیں سے نور بینہ
گھاس لا کر اُس کا پانی تیری آنکھوں میں چوائیگا اُس وقت تیری آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہی ہو جائیں
گی اسی اُمید پر تیس برس سے اس پنجرے میں بیٹھا ہوا اس کی راہ دیکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو اکتا کر
اس سے نکلتا ہوں تو تمام بدن ہڈی سے لے کر گوشت تک اور گوشت سے لے کر پوست تک درد
کرتا ہے بیتاب ہو کر پھر اس میں آ بیٹھتا ہوں اور آہ سرد کھینچ کر یہی سخن کہتا ہوں اکثر صورت
سے بہت آئے اور پوچھ پوچھ کر چلے گئے پر کوئی میری مدد کو نہ پہونچا اور نہ کسی نے اس کی
تدبیر کی حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ تیرا کام میں کروں گا اتنے میں وہ پریزاد جو حاتم کو یہاں
پہونچا کے کوہ القا کو گئے تھے واپس آئے الگن پری دیکھتے ہی اُن پر جھنجھلائی اور کہنے
لگی کہ جب وہ اُس کام سے فراغت پاتا تب اُس کے گھر پہونچا کر تم یہاں آتے اب ابھی
میں تمہارے لیے خیر ہے کہ اُس کو اس کے گھر پہونچا کے یہاں آؤ نہیں تو بے طرح پیش آؤں گی

وہ اس بات کے سنتے ہی دوڑے اور حاتم کے پاس آکر موجود ہوئے پھر اپنی سرگذشت بیان کی اور پوچھا کہ اب آپ کا قصد کدھر کا ہے اُس نے کہا جہاں نوروز گھاس ہے وہاں جانا چاہتا ہوں وہ بولے کہ ہم تم کو اس جنگل کے قریب پہونچا دیں گے اور دور سے پتہ بھی بتلادیں گے لیکن وہاں نہ جائیں گے اگر تم سلامت پھروگے تو تمھیں تمھارے شہر پہونچا دیں گے نہیں جو تم پر گذرے گی ملکہ سے عرض کردیں گے حاتم نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے انھوں نے کہا کہ صاحب جس وقت وہ گھاس زمین سے نکلتی ہے اس وقت اس جنگل کے تمام پھول چراغ کے مانند روشن ہوجاتے ہیں اور ہزاروں جانور کیا سانپ کیا بچھو کیا چرند کیا پرند کیا درندے کیا گزندے اس کے گرد جمع ہوجاتے ہیں اس واسطے وہاں کسی کا گزر نہیں حاتم نے کہا بارے دیکھوں قسمت میں کیا ہے تب ایک پریزاد نے حاتم کو کاندھے پر بٹھا لیا اور باقی ساتھ ہولیے حاصل یہ ہے کہ ساتویں دن اس جنگل کے قریب جا پہونچے ایک میدان وسیع نظر آیا حاتم نے پوچھا کہ وہ گھاس کہاں ہے وہ بولے کہ اُس کے اُگنے کا وقت قریب آپہونچا ہے دو چار ہی روز میں نکلے گی حاتم اور وہ پریزاد کئی دن اس جنگل میں باہم رہے اور ہر قسم کے میوے کھایا کیے کہ ایک دن وہ گھاس زمین سے نمودار ہوئی جہاں تک پھول تھے چراغوں کی طرح روشن ہوگئے سارا جنگل خوشبو سے مہک گیا ہر قسم کے جانور آکر اس کے گرد جمع ہوگئے اور ایک حلقہ باندھ کر کھڑے رہے حاتم نے پریزادوں سے کہا کہ تم یہیں کھڑے رہو میں توکل بخدا جاتا ہوں آگے جو مرضی اس کی یہ کہکر وہ مہرہ منھ میں رکھا اور جنگل میں جاکر دو تین پتی گھاس کی اور کئی پتیاں پھولوں کی لے کر خیریت سے پھر آیا پریزاد دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ عجیب طرح کا آدم زاد ہے کہ اس کا ثانی نہ دیکھا نہ سنا غرض پھر اسی طرح سے حاتم کو اس بڈھے کے پاس پہونچا دیا وہ اُسی حالت میں پڑا تھا اتنے میں حاتم نے پکار کر کہا کہ پیر مرد میں وہ گھاس لے آیا بڈھے نے کہا مرحبا اب لازم ہے کہ تو اپنے ہاتھوں سے اس کو مل کر دو تین قطرے میری آنکھوں میں ٹپکا دے حاتم نے وہی کیا پہلے تو اُس کی آنکھیں اُبل آئیں پھر نیلگوں ہوگئیں آخر پانی سوکھ گیا اور کوڑا سی ہوگئیں وہ حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا اُس نے بھی اُسے گلے لگا لیا اور کہا بھائی از برائے خدا کیا کہتا ہے میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے جو کام میرے ہاتھ سے نکلتا ہے میں اُسے غنیمت جانتا ہوں اور اپنی سعادت سمجھتا ہوں پیر مرد نے کہا کہ اے جوان مرد میرے گھر میں بہت سا زر و جواہر ہے تو وہاں چل اور جس قدر چاہے اس میں سے لے حاتم نے کہا مجھے ہرگز زر و جواہر درکار نہیں خدا کے فضل سے میرے گھر میں دولت بے شمار ہے

اُسی کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہوں تیرا مال لے کر کیا کروں یہ کہہ کر وہ پیر مرد سے رخصت ہوا اور پریزادوں کے کندھوں پر سوار ہو کر دس روز کے بعد شہر شاہ آباد میں آیا تب پریزادوں نے کہا کہ خداوند آپ اپنی مہر سے ایک رسید لکھ دیجئے کہ وہ ہم بادشاہ زادی کو دیں کہ ان کی دلجمعی ہو حاتم نے ایک رسید اپنے حال سمیت لکھ کر اُن کے حوالے کی وہ اُدھر اڑے یہ شہر میں داخل ہو کر کارواں سرا میں آیا اور منیر شامی سے ملاقات کر کے نہایت خوش ہوا دو چار گھڑی کے بعد دونوں متفق ہو کر حسن بانو کے گھر آئے بعد ایک مکان پکیزہ پایا پردے پر تکلف ڈال کر بیٹھی اور ان کو باہر جواہر کی چوکیوں پر بعزت تمام بٹھایا اور حال پوچھا حاتم نے تمام و کمال قصہ بیان کیا حسن بانو نے اُن کی ضیافت کی تیاری کی دسترخوان پر طرح بہ طرح کے کھانے چنوا دیے اور قسم قسم کے میوے رکھوا دیے ہنسی خوشی سے انھوں نے نوش جان کیا اور رات کی رات وہیں آرام فرمایا صبح کو حاتم نے پوچھا کہ اے حسن بانو اب کون سا مطلب ہے اُس نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سچے کو ہمیشہ راحت ہے وہ کیا سچ بولا ہے اور کیا راحت پائی ہے اس کی خبر لا حاتم نے کہا کہ تم جانتی ہو وہ کس طرف ہے حسن بانو بولی کہ میں نے اپنی دائی سے سُنا ہے کہ شہر قرم میں ہے پر نہیں جانتی کہ وہ شہر کس طرف کو ہے حاتم نے کہا کہ خیر خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا

چوتھا سوال حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ سچے کو ہمیشہ راحت ہے

القصہ حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور شہر سے باہر نکلا کئی شہروں کے بعد ایک دامن کوہ میں جا پہونچا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریائے عظیم لہو سے بھرا ہوا نہایت زور و شور سے بہہ رہا ہے یہ اُس کو دیکھ کر متفکر ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں نے کبھی لال پانی کا دریا نہیں دیکھا اس کو دریافت کرنا چاہیئے کہ یہ کس طرف سے آتا ہے اور اس کے بہنے کا کیا سبب ہے یہ ارادہ کر کے اس طرف کو روانہ ہوا اتنے میں ایک درخت عالی شان سامنے سے نظر آیا جب اُس کے پاس پہونچا دیکھا کہ اُس کی ہر ایک ڈال میں آدمیوں کے سر سیکڑوں لٹکے ہیں اور اُس کے نیچے ایک تالاب نہایت خوش قطع طلب ہے اور اسی کا پانی جنگل کی طرف چلا جاتا ہے یہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور جتنے سر اس درخت میں لٹکتے تھے بے اختیار قہقہہ مار کے ہنسے یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کٹے ہوئے سر ہنستے ہیں اور اُن سے لہو کے قطرے ٹپک ٹپک کر اسی تالاب میں گرتے ہیں اور پانی خون آلودہ ہو کر دریا میں چلا جاتا ہے اتنے میں اس کی نظر اُس سر پر پڑی جو سب سروں کے اوپر لٹکتا تھا یہ اُس کو دیکھتے ہی

بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا اپنے جی میں کہنے لگا کہ اس ماجرے کو بے دریافت کیے میں کیونکر کسی سے
بیان کروں گا اب لازم ہے کہ تھوڑے دن یہاں رہیے اور اس احوال کو بخوبی دریافت کیجیے کہ کیا
اسرار ہے اسی فکر میں وہاں تمام دن رہا اتنے میں رات ہو گئی ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ رہا سارے
سر ٹہنیوں سے چھوٹ کر تالاب میں گر پڑے اور حاتم اُس تالاب کی طرف دیکھتا تھا اُس میں ایک
نشستگاہ نہایت پاکیزہ تھی اس پر فرش شاہانہ لا کے بچھایا اور ایک تخت زرّیں بھی وہاں پر تکلف
ایک قرینہ سے رکھ دیا کئی گھڑی کے بعد کئی پریاں نازنین نکلیں اُن میں ایک پریزاد [illegible] شکیلی ہوشربا
ماہ لقا تھی آتے ہی ناز و غرور سے اُس تخت پر بیٹھ گئی حاتم نے جو غور کر کے دیکھا معلوم کیا کہ یہ
وہی سر ہے جو سب سے اونچا تھا پھر کتنی پریاں اس کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور کتنی ہاتھ باندھ
کر باادب کھڑی ہو رہیں اتنے میں طائفہ ساز ملا کر کھڑا ہوا اور اُس تخت کے سامنے ناچنے لگا حاتم
تاک لگائے دیکھتا تھا اور فکر کرتا تھا کہ الٰہی یہ کیا راز ہے جب آدھی رات گئی دستر خوان
شاہانہ بچھایا اور اقسام اقسام کے طعام پاکیزہ و لطیف اُس پر چنے پھر اُس تخت نشین نے ایک
خواص سے کہا کہ تو ایک خوان کھانے کا آئین شائستہ سے تیار کر کے اُس مسافر کو جو فلانے کونے
میں بیٹھا ہے دے آ وہ اسی صورت سے خوان تیار کر کے سر پر دھر کے حاتم کے پاس لے گئی اور
کہنے لگی کہ ہماری سردار نے تجھے یہ بھیجا ہے حاتم نے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اور تیرے سردار کا کیا نام
ہے وہ بولی تجھے میرے نام سے اور سردار کے نام سے کیا کام ہے اگر بھوکا ہے تو کھانا کھا حاتم
بولا تو جب تک اپنا نام اور اپنے سردار کا نام نہ بتائے گی ہرگز نہ کھاؤں گا یہ بات سُنکر
وہ نازنین پھر آئی اور ملکہ سے عرض کرنے لگی کہ مسافر کھانا نہیں کھاتا اور کہتا ہے کہ جب تک تو
اپنا اور اپنے سردار کا نام اور اس جماعت کا حال کہ تالاب سے نکلی ہے ظاہر نہ کرے گی
کچھ نہ کھاؤں گا ملکہ نے کہا تو جا کر کہہ تم پہلے کھانا کھاؤ تو میں پیچھے کہوں گی جب وہ کھا چکے کہو آج
نہیں کل وہ حاتم کے پاس آئی اور جو کچھ بادشاہزادی نے سکھا دیا تھا عمل میں لائی غرض حاتم نے
چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے وہ بھاگ کر تالاب میں کود پڑی اور ملکہ کے پاس جا کر کھڑی ہوئی اور
شہزادی تمام رات ناچ راگ میں مشغول رہی جب صبح ہوئی سب تالاب میں کود پڑیں ایک ساعت
کے بعد کئی سر پانی پر اُتر آئے اور آپ ہی آپ تالاب میں سے اُچھل کر درخت کی ڈالیوں میں
لٹک گئے اور وہ سر بدستور سب سے اونچا جا لٹکا پھر سب ہنس پڑے حاتم بھی اُس کونے سے
دیکھتا تھا لیکن سردار کے سر سے ٹکٹکی لگائے تھا اور دل میں کہتا تھا کہ اگر اس بھید کو پاؤں تو اس نازنین سے

جو شب کو جیتی ہے کسی طرح سے نکاح کروں اور کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا اسرار ہے کہ رات میں جیتی ہیں اور دن کو اس درخت میں لٹک جاتی ہیں شاید یہ کام جادو کے سبب سے یا طلسم سے ہوتا ہے انھیں سوچوں میں دن آخر ہوا اور شام ہوئی رات کے وقت وہ سر پھر تالاب میں گرے اور بدستور سابق فرش بچھایا گیا اور مجلس آراستہ ہوئی پریزادیں اور شہزادی تخت اور کرسیوں پر جا بیٹھیں ناچ شروع ہوا اور حاتم منتظر تھا کہ آج کی رات وعدہ کیا ہے دیکھیے آکر وفا کرتی ہے یا نہیں جب آدھی رات گئی پھر اسی طرح سے دسترخوان بچھا قسم قسم کے کھانوں کو چنا گیا شہزادی نے پھر ایک خوان کھانے کا اسی پری کے ہاتھ بھیجا وہ لے کر حاتم کے پاس گئی وہ اس کو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ اے بیوی تو نے کہا تھا کہ میں کل آکر احوال کہوں گی اور نام بتاؤں گی اب لازم ہے تجھ کو کہ آج اپنا وعدہ وفا کر کہ میں کئی دن کا بھوکا ہوں کھانا کھاؤں اس نے یہ ماجرا پھر جا کر ملکہ سے عرض کیا بادشاہزادی نے فرمایا کہ اس سے جا کر کہہ کہ جب تو ملکہ کے حضور میں آئے گا اس وقت یہ بھید کھل جائے گا لیکن پہلے کھانا کھا اس کے بعد میرے ساتھ چل حاتم نے یہ بات سنکر کھانا کھایا پھر اس کے ساتھ ہو لیا وہ غوطہ مار کر اسی جگہ بدستور قائم ہوئی حاتم نے جو آنکھیں بند کر کے تالاب میں غوطہ مارا اور زمین کی تہہ کو اس کے پاؤں لگے آنکھیں کھول کر دیکھا نہ وہ تالاب ہے نہ درخت ہے نہ وہ پریاں ہیں پر آپ کو ایک لق و دق جنگل میں کھڑا دیکھا یکایک نعرے مارنے لگا اور آہیں بھر کر سر پہ خاک ڈالنے لگا غرض اسی حالت میں سات رات دن گزر گئے کہ خدائے کریم نے اپنے فضل و کرم سے خواجہ خضر علیہ السلام کو حکم کیا کہ تم اس جنگل میں جاؤ جہاں حاتم سودائیوں کی طرح آہیں بھر بھر کر رو رہا ہے اس کی مدد کرو کہ عالم میں بہت سی نیکیاں کرے گا اور نیک ناموں میں مشہور ہوگا خواجہ خضر سبز کپڑے پہنے ہوئے اور عصا ہاتھ میں لیے ہوئے اس کے داہنی طرف سے نمودار ہوئے حاتم ان کو دیکھ کر اور بھی آہیں بھرنے اور نالے کرنے لگا انھوں نے یہ حال دیکھ کر اپنا ہاتھ شفقت سے اس کے منہ پہ پھیرا وہ فوراً حالت اصلی پر آگیا اور کہنے لگا پیر و مرشد یہ کون سا مقام ہے انھوں نے کہا کہ اس کو صحرائے خبر پرس کہتے ہیں وہ پھر کہنے لگا کہ میں اس جگہ کیونکر آ رہا حضرت نے فرمایا کہ تو نے فلانے تالاب میں فلانی پری کے ساتھ غوطہ مارا تھا وہ تالاب طلسم کے علم سے بنایا ہے اور اس کا یہی اثر ہے کہ جو آدمی اس میں غوطے مارے وہ یہاں آ نکلے چنانچہ وہ مکان اس جگہ سے تین سو کوس ہے یہ اس بات کے سنتے ہی خاک پر گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا کہ میرے دل کو کیا ہو گیا اور کیونکر میں وہاں پہنچوں گا اگر میری مراد نہ ملے گی تو میں تڑپ کر مر جاؤں گا خواجہ نے پوچھا کہ تیری مراد کیا ہے اس نے

کہا کہ میں جس جگہ تھا وہیں جا پہونچوں اُنھوں نے فرمایا کہ تو میرا عصا پکڑ اور آنکھیں بند کر لے اس نے انھیں کے کہنے کے موافق کیا ایک دم میں اُس کا پاؤں تہہ پر لگا اُس نے اپنی آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو وہی جنگل اور وہی درخت اور وہی سر ڈالیوں پہ لٹکتے ہیں بے اختیار اس درخت کے پاس آیا اور اوپر چڑھنے کا قصد کیا درخت ہلنے لگا بلکہ قریب تھا کہ گر پڑے حاتم اُس کی جڑ سے لپٹ گیا پر وہ اسی طرح ہلتا رہا جو یہ ذرا وہاں سے اور اوپر بڑھا ایک تڑاقے کی آواز آئی درخت بیچ سے پھٹ گیا اور حاتم اس میں کمر تک سما گیا جب اس نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا حیران ہوا اور ڈرا کہ یہ کیا آفت آئی ہے ایک مرتبہ میں ان کے لیے تالاب میں گرا تو اس مصیبت میں پڑا جو درخت پر چڑھنے کا قصد کیا تو یوں پھنسا جتنا زور کرتا ہوں کہ اوپر آؤں نیچے ہی چلا جاتا ہوں آخر اس کا بدن سب کا سب درخت کے اندر چھپ گیا فقط آنکھیں باہر رہ گئیں اسی وقت حضرت خواجہ خضر پہونچے اور کہنے لگے کہ اے جوان آپ کو بلا میں کیوں ڈالتا ہے مگر زندگی سے سیر ہو چکا ہے حاتم کا حال تنگ تھا کچھ نہ بولا تب خواجہ خضر نے اُس پر رحم کھا کر ایک عصا اس درخت پر مارا کہ وہ موم کے مانند ہو گیا حاتم اُس میں سے نکل آیا پر سُست تھا بڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ حضرت خواجہ خضر نے فرمایا اے حاتم تو جو اپنے اوپر اس قدر رنج اٹھاتا ہے اور مصیبت میں ڈالتا ہے تجھ کو ان سے کیا مدعا ہے اس نے کہا کہ میں کسی صورت سے ان کا حال دریافت کروں خواجہ خضر نے فرمایا کہ یہ سردار شاہ احمر جادو کی بیٹی ہے اور اسی مکان کا نام کوہ احمر ہے ایک دن اس لڑکی نے اپنے باپ سے خاوند کرنے کا ذکر کیا تھا کہ بابا جان اب میں جوان ہوئی ہوں میری شادی کر دو اس بات کو سُنکر وہ غضبناک ہوا اور اس لڑکی کو اسی روز سے اس طلسم کے دریا میں ڈال دیا ہے اور یہ تالاب اور درخت جادو کا ہے اور یہ سر جو سب کے سروں کے اوپر لٹکتا ہے اُسی کی لڑکی کا ہے اسی کا نام ملکہ زرین پوش ہے اور کوہ جادو یہاں سے تین سو کوس پر ہے یہ جادو کے زور سے ایک ہی دن میں وہاں جا سکتی ہے اور شاہ احمر جادو جب تک جیتا رہے گا تب تک اس کو نہ بیاہے گا اور یہ اسی حالت میں گرفتار رہے گی کسی کے ہاتھ نہ لگے گی یہ سُنکر حاتم نے کہا کہ معلوم ہوا میری قسمت میں اسی جگہ مرنا لکھا ہے جو خدا نے مجھ کو یہاں پہونچایا اور شاہ احمر کے جادو میں پھنسایا حضرت خواجہ خضر نے کہا کہ جو تو اُس کی بیٹی کی چاہ رکھتا ہے تو آپ سے آپ کو بلا میں ڈالتا ہے اس سے بہتر یہی ہے کہ اس کا خیال چھوڑ دے حاتم نے کہا کہ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا ہوں جو ہونی ہو سو ہو جب تک یہ نازنین میرے ہاتھ نہ لگے گی میں اس بات سے باز نہ آؤں گا خواجہ خضر نے کہا کہ آخر اے جوان تیری کیا آرزو ہے اُس نے کہا کہ

پیر و مرشد میرا مطلب یہ ہے کہ اس درخت پر چڑھوں اور اُسکے برابر پہونچکر ہمکلام ہوں حضرت خواجہ خضر
نے فرمایا کہ اے عزیز دیدہ و دانستہ آپ کو بلائیں ڈالنے سے کیا فائدہ بارے حاتم نے عرض کی
مجھکو اسی میں نفع ہے کہ ایک دم اُسے جدا نہوں اور جو روز ازل سے میری قسمت میں یہ مصیبت
و پریشانی لکھنے والے نے لکھدی ہے تو مشکل کہاں سے پاؤنگا اس بات کو سُنکر حضرت خواجہ خضر
نے اپنا عصا اُس درخت پر مارا اور اسم اعظم پڑھکر فرمایا کہ لے اب اس درخت پر چڑھ جا یہ کہکر آپ بھی
نظر سے غائب ہو گئے حاتم وہیں درخت پر چڑھ گیا جب اُس نازنین کے سر کے برابر پہونچا اُسکا سر بھی
انہیں سروں کے برابر لٹکنے لگا اور تن تالاب میں گر کر ڈوب گیا آسمان سے ایک غوغا م تھا اور ایک
شور زمین سے بلند ہوا جب آفتاب چھپا اور رات ہو گئی وہ سر سب کے سب حاتم کے سر سمیت اُس
تالاب میں گر پڑے اور بدستور سابق مجسم ہو کر جمع ہو کے کاروبار کرنے لگے پھر ملکہ بھی تخت پر آ بیٹھی
اور حاتم ہاتھ باندھ کر تخت کے ایک کونے سے لگ کر کھڑا ہو رہا پر بیہوش تھا یہ نہیں جانتا تھا کہ میں
کہاں آیا اور کہاں تھا اور اب کہاں جاؤں گا اتنے میں زرّیں پوش نے کہا کہ اے جوان سچ کہہ کہ
تو کون ہے اور کیا نام رکھتا ہے اور کہاں سے آیا ہے اُسنے کہا کہ میں بھی ایک تیرے خادموں میں
سے ہوں اور اسی تالاب سے نکلا ہوں اُسنے اُسکے فحوائے کلام سے معلوم کیا کہ یہ مجھپر عاشق ہوا ہے
اس بات کو سمجھکر کچھ دلجوئی اور ناچ رنگ میں مشغول ہوئی جب آدھی رات گئی تب دسترخوان عالیشان
بچھا اور ہر طرح کے کھانے مزیدار نمکین اور شیریں اور میوے رنگ برنگ کے اُس پر چن دیے شہزادی
نے حاتم کو اپنے پاس بٹھالیا اور ستھرے ستھرے کھانے اُسکے آگے رکھدیے اور نہایت مہربانی اور
دلجوئی سے کہا کہ اے جوان کچھ کھا پی حاتم کھانا کھانے لگا پانی پینے لگا مگر بیخبر تھا کہ میں
کون ہوں اور کس واسطے آیا ہوں اور کہاں جاؤنگا جب کھانے پینے سے فارغ ہوا پھر ناچ رنگ ہونے لگا
اور رات بھر یہی عالم رہا جب صبح ہوئی سب سر حاتم کے سر سمیت اُس درخت کی ڈالیوں پر فوراً اُسی صورت
سے جا لٹکے اور اُنکے دھڑ تالاب میں غرق ہو گئے اسی طرح سے کئی روز گذرے ایک دن حضرت خواجہ
خضر پھر اُس کی مدد کو پہونچے اور اُسکے سر کو اپنے عصا سے اُتارا اور دھڑ کو تالاب سے نکالا پھر یہاں تک
اسم اعظم پڑھا کہ اسکے تن بیجان میں جان آئی اور جادو دور ہو گیا اُسنے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ وہی مرد
بزرگ خضر صورت ہاتھ میں عصا لیے ہوئے کھڑے ہیں اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنکے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضرت
سلامت تم اس حالت میں مجھکو گرفتار دیکھتے ہو اور کچھ غور نہیں کرتے اُنھوں نے کہا اے جوان تو اب تک
کہاں تھا وہ بولا کہ میں اُس درخت پر اُس سر حسین نازک کے تماشے میں مشغول تھا خواجہ خضر علیہ السلام نے

پوچھا کہ ابھی اُس نازنین کی آرزو تیرے دلمیں ہے اُس نے کہا برائے خدا اتنی دستگیری کرو کہ میں اپنی
مراد کو پہونچوں نہیں تو اسی بلامیں گرفتار رہوں گا بلکہ مر جاؤنگا خواجہ خضرؑ نے کہا کہ جبتک کہ اسکا باپ

تصویر اُس درخت جادو کی کہ جسکی ڈالیوں پر پریوں کے سر لٹکتے تھے اور آنا خضر کا اور التجا کرنا حاتم کا



نہ مارا جائیگا اس گل خوبی کو کوئی نہ پائیگا کیونکہ وہ جادوگر ہے اس نے اسکو جادو میں گرفتار کر رکھا ہے اور
اُسکا یہی طور رہے اب جو کچھ میں کہوں تو اُسکو بجا لا اُس نے عرض کی کہ میں آپکے حکم سے باہر نہونگا یہ
سنکر اُنھوں نے فرمایا کہ میں تجھے اسم اعظم سکھائے دیتا ہوں چاہیے کہ تو احتیاط سے رہے اور ناپاکی سے اپنے کو
بچائے جھوٹ نہ بولے ہر روز نہایا کرے تمام دن روزے سے رہے اُسنے یہ سب باتیں قبول کیں تب
اُنھوں نے اسم اعظم سکھا کر کہا کہ اب اس پہاڑ کی طرف جا کچھ اندیشہ جی میں نہ لا وہ بولا کہ میں کوہ احمر پر
کیونکر جاؤں خواجہ خضرؑ نے کہا کہ تو میرا عصا پکڑ اور اپنی آنکھیں بند کر اُسنے اُنھیں کے کہنے کے موافق
کیا ایکدم میں اُسکا پانوں زمین پر جا لگا آنکھیں کھولکر جو دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ پڑی مگر ایک پہاڑ عظیم الشان
اور اُسپر لالہ بے موسم پھولا ہوا دکھائی دیا نہایت خوش ہوا اور اُسپر چڑھنے لگا قدم کے رکھتے ہی وہاں
کے پتھروں نے اُسکے پانوں ایسے پکڑے کہ اُٹھانا محال ہو گیا جب نہایت عاجز ہوا دل میں کہنے لگا کہ اب
اسم اعظم کو پڑھنا چاہیئے پڑھتے ہی اُسکے پانوں پتھر سے چھوٹ گئے تب اُسنے معلوم کیا کہ کوہ احمر یہی ہے

پھر تو اسم اعظم کو پڑھتا ہوا چڑھ گیا، اتنے میں ایک میدان پر فضا نظر آیا آگے بڑھا پانی کا ایک چشمہ نہایت شفاف اور صاف دکھائی دیا اُسکے گرد بہت سے درخت میوہ دار کہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے نظر پڑے حاتم نے کپڑے اُتار کر اُس میں غسل کیا پھر لباس پاکیزہ پہنکر اسم اعظم پڑھنے لگا اُسکی برکت سے تمام جانور جادو کے کیا درندے کیا گزندے بھاگ گئے یہ خبر شام احمر جادو کو پہونچی کہ سب جانور بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں اُس نے نجوم کی کتاب دیکھی معلوم کیا کہ ایک دن حاتم طائی اس پہاڑ پر آئیگا اور تمام جادو ہمارا باطل کریگا وہی ہے جو وہاں چشمہ پر بیٹھا ہوا اسم اعظم پڑھتا ہے اور کوئی سحر اس اسم اعظم پڑھنے والے کو اثر نہیں کرتا کیا تدبیر کیجیے کہ وہ اسم بھول جائے یہ سوچ کر ایک منتر پڑھا اور چاروں طرف پھونکا کہ ایک غٹ کا غٹ پریوں کا نمودار ہوا اُن میں ایک پری ملکہ زریں پوش کی صورت کی بھی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لیے ہوئے دکھائی دی شام احمر جادو نے کہا کہ تم جاؤ حاتم کو شراب کا پیالہ پلا کر تمام کرو وہ صورت سب پریوں سمیت اُس چشمے پر جا پہونچی حاتم دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ سب تو اس درخت پر لٹکتی تھیں یہاں کیونکر آگئیں پھر دل میں سوچا کہ اُس کے باپ کا مکان ہے نکلی ہوں اتنے میں ملکہ زریں پوش کی صورت حاتم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے حاتم تو نے رنج و تعب بہت سے کھینچے ہیں آج میرے باپ نے مجھے اس باغ کی سیر کو بلوایا ہے میں تجھے دیکھ کر نہایت خوش ہوئی یہ بات کہہ کر اُسکے پہلو میں بیٹھی اور شراب کی صراحی سے پیالہ بھر کر اُسکے ہاتھ میں دیا حاتم نے اُس سے لیکر دل میں کہا کہ معشوق کی صحبت غنیمت ہے ہاتھ سے نہ دیا چاہیئے غرض منھ سے لگا لیا وہ محبوبہ دم میں سیاہ دیو ہو کر حاتم کو باندھ کر شام احمر جادو کے پاس لے گئی اُس نے اسکو دیکھتے ہی پہچان کر لیا اور دل میں کہا کہ ایسے جوان کو مارنا محض نادانی ہے لیکن یہ دشمن ہے کچھ سزا دیا چاہیے نوکروں کو فرمایا کہ اسکو چاہ آتشیں میں ڈال دو اُسکے چاکروں نے حاتم کو وقت کنوئیں میں ڈال دیا اور سرا اُس کی ایک سل لوہے کی لال کر کے منھ پر ڈھانک دی غرض غلطاں اور پیچاں چلا جاتا تھا لیکن وہ مہرہ خرس کی بیٹی کا جو اُسکے منھ میں تھا کنوئیں میں سل وہ دمبدم سرد ہوتا جاتا تھا القصہ شام احمر کو لوگوں نے خبر دی کہ حاتم چاہ آتشیں میں جلکر خاک سیاہ تب اُسنے نجوم کی کتاب دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں حاتم ایک مہرہ کے سبب سے صحیح و سلامت ہے اسکو آنچ بھی نہیں لگی پھر سوچنے لگا کہ وہ مہرہ اس سے کسی طرح لیا چاہیے جب تک وہ اُسکے پاس ہے کوئی آفت نہ پہونچیگی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ بزور ہاتھ نہیں لگ سکتا اگر وہ آپ سے دے ہاتھ لگے یہ اندیشہ کر کے فرمانبرداروں سے کہا کہ جلد اسے کنوئیں سے نکال کر اسی چشمہ پر لیجاؤ

وہ حکم کے موافق اُسکو دہیا پہونچا آئے حاتم نے آتے ہی غسل کیا اور اُسی چشمے کے کنارے بیٹھکر
سجدۂ شکر بجا لایا اور شاہ احمر جادو نے منتر پڑھنا شروع کیا ایک ساعت میں وہی صورتیں ملکہ
زرّیں پوش کی صورت سمیت حاتم کے سامنے آئیں اور ملکہ زرّیں پوش کی شکل نے قدم آگے بڑھا کر
حاتم سے کہا کہ اے یار غمگسار اب میں تیرے پاس نہ بیٹھوں گی دور ہی سے دیدار دیکھوں گی
کیونکہ جس روز میں تیرے پاس بیٹھی تھی میرے باپ نے سیاہ دیو بھیج کر مجھے پکڑ وا منگوایا تھا
خدا نے تجھے اس بلا سے نجات دی مبادا میں تیرے پاس بیٹھوں اور بابا جان شاید پھر تجھسے
ویسا ہی سلوک کریں حاتم نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا تب وہ نازنین ناز و ادا سے
کہنے لگی اے حاتم تو جیسے مجھے اسطرح چاہتا ہے اُس نے کہا کہ جان و دل سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں
وہ بولی کہ ایک چیز تجھسے مانگوں اگر دے تو جانوں کہ عاشق صادق ہے اُس نے کہا کہ وہ کون سی
چیز ہے میں تو مفلس ہوں زر و جواہر کچھ اپنے پاس نہیں رکھتا یہ سُن کر وہ کہنے لگی کہ میں اُس خرس
کی بیٹی کا مہرہ چاہتی ہوں زر و جواہر کی خواہش نہیں رکھتی حاتم نے کہا کہ تو نے کیونکر جانا کہ وہ مہرہ
میرے پاس ہے وہ بولی کہ میرے باپ نے نجوم کی رو سے بتایا ہے حاتم نے کہا وہ مہرہ
دوست سے زیادہ عزیز نہیں چاہتا تھا کہ نکال کر اُسکے حوالے کرے کہ ایک پیر مرد نے
داہنی طرف سے ڈانٹا کہ اے نادان کیا کرتا ہے مہرہ دیگا تو نہایت پشیمان ہوگا بلکہ جان بھی
جاتی رہیگی یہ بات سن کر حاتم نے کہا کہ اے بزرگ تو کون ہے جو کار خیر سے باز رکھتا ہے مہرہ
میرے کس کام آئے گا جو محبوبہ کو نہ دوں مثل مشہور ہے وہی پھول جو ہمیشہ چڑھے اُس نے کہا
کہ میں وہی پیر مرد ہوں کہ جسنے تجھے اسم اعظم سکھایا تھا حاتم اُٹھ کر اُنکے پاؤں پر گر پڑا اور
کہنے لگا کہ یا حضرت میں جس نازنین کو چاہتا تھا آپ کی توجہ سے ہاتھ لگی حضرت نے فرمایا کہ اے
نادان یہ کیا کہتا ہے ہرگز اس بات کا خیال اپنے دل میں نہ لا یہ ملکہ زرّیں نہیں نادان نہ ہو یہ
جادو کی تصویر ہے پہلے بھی اسی کو شاہ احمر جادو نے تیرے پاس ملکہ کی شکل بنا کر بھیجا تھا اور اسی
کے ہاتھ سے جادو کی شراب کا پیالہ پلوا کر تجھے چاہ آتشیں میں ڈبوایا تھا اس مہرے کی بدولت
تو جیتا بچا اور یہ صورتیں جو تیرے پاس آئی ہیں صرف جادو کی ہیں اسم اعظم پڑھ اگر ملکہ زرّیں
پوش ہے تو بیٹھی رہے گی اور اگر جادو کی تصویر ہے تو جل جائے گی حاتم نے اُن کے قدم
چوم لیے اور تالاب سے ہاتھ منہ دھو کر کلی کر کے جونہیں اسم اعظم پڑھنا شروع کیا وونہیں اُس
جماعت کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بدن تھرتھرانے لگا اور ملکہ کی تصویر بھی کانپنے لگی آخر

ہر ایک کے سر پر ایک شعلہ پیدا ہوا کہ وہ شمع کی طرح جلنے لگیں ایک دم کے بعد سب کی سب جل کر راکھ
ہو گئیں حاتم افسوس کرنے لگا کہ یہ تصویر ہی مجھ کو غنیمت تھی اسکی جگہ میں اس کو دیکھ کر اپنے دل بیقرار
کو تسکین دیتا تھا اب کس طرح صبر کرونگا اور کیونکر جی کو تھامونگا رونے کے سوا کچھ چارہ نظر نہ آیا
آخر بے اختیار ہو کر رونے لگا اتنے میں یہ خبر شام احمر جادو کو پہونچی کہ وہ سب صورتیں جادو کی جلکر
خاک ہو گئیں اس بات کے سنتے ہی اسنے جادو کے زور سے شیطان کو بلوایا اور نہایت تعظیم اور تکریم
کر کے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ حاتم کے ہاتھ سے نہایت عاجز ہوں کچھ بن نہیں پڑتی کیا کروں
ابلیس نے کہا کہ اے شام احمر ابھی اسکی عمر بہت باقی ہے وہ کب کسی کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے
اور کب کسی کا فریب کھاتا ہے بہتر یہ ہے کہ تو اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے وہ بولا کہ جبتک جیتا ہوں
یہ کام ہرگز نہ کرونگا ابلیس نے کہا کہ اگر یہی بات تیرے دل میں تھی تو سبب مجھے کیوں تکلیف دی وہ
بولا کہ اسنے بہت سی ہماری صورتیں جلا کر خاک کر دی ہیں اس بات کا امیدوار ہوں کہ تو اپنی دستگیری
سے اسم اعظم کو اسکے دل سے بھلا دے اسنے کہا کہ میں اس جگہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت خواجہ
خضر اسکی حفاظت اور مدد کیواسطے حق تعالی کی طرف سے معین ہوئے ہیں وہ اسم اعظم نہیں بھولنے
کا اور مجھ کو اس کی قدرت نہیں جو اس کے دل سے بھلا دوں مگر اتنا ہو سکتا ہے کہ وہ غافل سو جاوے
اور محتلم ہو یہ بات سنتے ہی احمر جادو بہت خوش ہوا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا شیطان دلاسا دیکر
غائب ہوگیا اور حاتم کو غفلت میں ڈال کر محتلم کر دیا وہ گھبرا کر چونک پڑا اور آپ کو ناپاک دیکھ کر
غسل کا قصد کیا جادوگر گھات میں لگا ہی رہا تھا قابو پا کر منتر پڑھنے لگا پھر دیو سیاہ
زمین سے پیدا ہوا اور حاتم کی طرف دوڑا حاتم کو احتلام کا وسوسہ تھا ڈرا کہ اس سے کیونکر لڑوں
یقین ہے کہ اب مارا جاؤں اتنے میں دیو آ پہونچا اور اسکو پکڑ کے شام احمر جادو کے پاس لے گیا
وہ اسکو دیکھ کر بولا اسکو مارنا صلاح نہیں کیونکہ وہ مہرہ ضائع ہوگا جب تک یہ اپنی خوشی سے
نہ دے طوق و زنجیر پہنا کر دو بھاری ستونوں میں کسدو پر اس کا سر اور منھ کھلا رہنے دو چنانچہ اس کے
فرمانبرداروں نے وہی کیا حاتم آپ کو گرفتار دیکھ کر خدا کی درگاہ میں گریہ و زاری کرنے لگا کہ الہی
تیرے سوا اسوقت کوئی مددگار نہیں شام احمر جادو نے اپنے جادوگروں سے کہا کہ تم سب اس کے
گرد بیٹھو اور چوکی دو وہ اس کا کہنا بجا لائے غرض سات رات دن یونہیں گزر گئے حاتم بھوک پیاس
سے نہایت بیقرار ہوا اتنے میں احمر جادو آیا اور کہنے لگا کہ اے حاتم کیا احوال ہے حاتم
نے جواب نہ دیا تب جادوگر نے کہا کہ اگر مہرہ مجھے دے تو میں تجھے

چھوڑ دوں حاتم بولا کہ تو اپنی بیٹی میرے ساتھ بیاہ دے تو ابھی دیتا ہوں اس بات کو سن کر وہ
نہایت غضبناک ہوا اور اپنی مسند سے اُٹھ کر جادوگروں کو ارشاد کیا کہ تم اسکے سر پر پتھروں کا
مینھ برساؤ تاکہ اس کا سر پاش پاش ہو جائے جادوگر پتھر ہاتھوں میں لیکر حاتم کے پاس آئے
اور کہنے لگے کہ اپنی جان پر رحم کر اور مہرہ دے ڈال نہیں تو تیرے سر کو پتھروں سے پھوڑ ڈالینگے
کہ بھیجا نکل پڑیگا حاتم نے جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہارے سردار کو مار ڈالونگا اور
اسکی بیٹی کو اپنی خدمت میں لونگا یہ بات سنکر وہ جادوگر غصے ہوئے اور پتھروں کا مینھ
برسانے لگے اور یہاں تک برسایا کہ حاتم اُن پتھروں میں چھپ گیا اور وہاں ایک پہاڑ سا ہو گیا
تب جادوگروں نے اپنے سردار سے جاکر کہا کہ حاتم مر گیا اُس نے کہا غلط کہتے ہو وہ ابتک
جیتا ہے اُنھوں نے عرض کیا اگر آہنی تن ہوتا تو بھی خاک سیاہ ہو جاتا یہ تو آدمی تھا کیونکر
بچا احمر جادو نے کہا کہ اگر تم کو باور نہیں تو پتھروں کو سرکا کر دیکھ لو کچھ آسیب بھی نہیں پہونچا
جادوگروں نے پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اس کو سلامت پایا جھنجھلا کر پھر یہاں تک پتھر
برسائے کہ اُس پہاڑ سے دونا ہو گیا پھر پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اُسے کچھ ضرر نہ پہونچا تھا
غرض سات روز اسی طرح گزر گئے تب احمر جادو نے ناچار ہو کر اُن سے کہا کہ تم ہر روز اسی طرح
پتھر مارا کرو اور آپ محل میں جاکر منتر پڑھنے میں مشغول ہوا جب حاتم بھوک پیاس سے عاجز ہو کر
مرنے لگا تب اُن چوکیداروں سے کہا کہ اے یارو تم نے اس مہرے کا خواص دیکھا یہ ایسا
ہے جس کے باعث سے نہ میں آگ میں جلا نہ پتھروں سے موا اب جو کوئی مجھ کو یہاں سے
اُس تالاب پر لے جائیگا یہ مہرہ میں اُسی کو دونگا اُنھوں نے کہا کہ ہمیں تیرا مہرہ ہرگز درکار
نہیں مگر ایک لالچی نے کنکھیوں سے اشارہ کیا کہ میں تجھ کو اُس تالاب پر لیجاؤں گا اور رات ہونے
دے حاتم نے بھی اشارے سے کہا کہ یہ مہرہ تجھی کو دونگا جب آدھی رات ہو گئی سب کے
سب سو گئے مگر ایک وہی چوکیدار اس مہرے کی لالچ سے جاگتا تھا ایک دم کے بعد چپکے سے
اُٹھ کر حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر کہے تو میں تجھے اُس چشمے پر لیچلوں حاتم نے کہا کہ مجھکو ہلنے
کی تاب و طاقت نہیں چلنا تو ایک طرف ان پتھروں سے کیونکر نکلوں اُسنے کہا کہ اپنے جادو کے زور سے
نکال لیتا ہوں اندیشہ نہ کر یہ کہہ کر افسوں پڑھنے لگا اتنے میں ایک کالا دیو پیدا ہوا اُن دونوں کو
تالاب پر پہونچا کر غائب ہو گیا حاتم نے پہلے کپڑے دھوئے پھر نہا کر بدن پاک کیا اور تھوڑا سا پانی
پی کر اُس چشمے سے باہر نکلا کپڑے پہنے تب جادوگر نے کہا اے حاتم میں نے تجھکو اس مہرے کی لالچ

سے اُن پتھروں سے نکالا اور اس تالاب پر بخوبی پہونچا دیا اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا کرے
اور مہرہ مجھے دے حاتم نے کہا اے عزیز تو نے میرے ساتھ نیکی کی میں بھی سلوک کرونگا چنانچہ جسوقت
شام احمر کو مارونگا یہاں کی بادشاہت تجھی کو دونگا اُسنے کہا کہ اے حاتم مہرے کے سوا کوئی چیز
جہان کی مجھے درکار نہیں اگر دینا ہے تو وہی دے حاتم نے کہا یہ مہرہ میرے ایک دوست کی نشانی
ہے تجھے کس طرح سے دوں اور تو جو یہ مہرہ مانگتا ہے کس کام کے لیے اور کس کے واسطے اُسنے
کہا کہ میں اپنے لیے چاہتا ہوں حاتم نے کہا اے نادان بیوقوف اگر تو خدا کے واسطے مانگتا تو میں
ابھی تیرے حوالے کر دیتا اُسنے کہا کہ میرا خدا جادو کملاق شام احمر کا اُستاد ہے تیرے خدا کے
ورنہ واسطے کیوں مانگوں حاتم نے کہا کہ اے کافر بندہ کو خدا کہتا ہے چل دور ہو میرے سامنے سے
معلوم ہوا کہ تو خدا کو نہیں پہچانتا اب مجھکو یقین ہوا کہ تو کتا کافر ہے خیر کیا کروں ناچار ہوں کہ تو نے
مجھ پر احسان کیا ہے اور نیکی کا بدلہ بدی نہیں نہیں تو اپنے کہنے کی سزا پاتا وہ بولا کہ مجھ کو تجھ
سے مہرہ لینا کچھ مشکل نہیں اگر آپ سے دیتا ہے تو تیری جان بچتی ہے نہیں تو یہاں تک غوطے
اس چشمے میں دونگا کہ تیرا جی نکل جائے گا حاتم بولا کہ اے ملعون بس زیادہ نہ بک چل دور ہو
میرے سامنے سے یہ مہرہ میرا مال ہے تو زبردستی کیونکر لے سکیگا لیکن جو تو نے میرے ساتھ
بھلائی کی ہے البتہ یہ ملک تجھی کو دونگا سو بھی اس شرط پر کہ تو نیکی پر کمر باندھے اور خدا کو ایک جانے
جادو کرنا چھوڑ دے اس بات کو سن کر وہ غصے ہو کر افسوں پڑھنے لگا اور حاتم نے اسم اعظم پڑھنا
شروع کیا غرض ہر چند اُسنے منتر پڑھکر پھونکا مگر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اسم اعظم کی برکت سے وہ آپ ہی
آپ کانپ کانپا کر حاتم کے آگے سے بھاگ کر رفیقوں میں آیا اور جان کی دہشت سے چپکا
ہو کر سو رہا کہ اطلاع نہ ہو اور حاتم اُسی چشمے پر بیٹھا اسم اعظم پڑھا کیا اتنے میں فجر ہو گئی سب چوکیدار
جاگے ستون کو خالی دیکھا حاتم کو نہ پایا ڈرے کہ اب شام احمر ہم کو جیتا نہ چھوڑیگا ناچار سر پر
خاک ڈالتے ہوئے آپ ہی اُسکے آگے آئے اور کہنے لگے کہ خداوند حاتم غائب ہو گیا وہ اس
خبر وحشت اثر کے سنتے ہی اور غضبناک ہوا اور اپنے علم نجوم سے دریافت کر کے کہنے لگا کہ حاتم اُسی
تالاب پر بیٹھا ہے اور سرتک چوکیدار نے مہرے کی لالچ سے اسکو وہاں پہونچا دیا ہے بس اب
تم میں سے کوئی جائے اور سرتک کو میرے سامنے لے آئے میں جیتا نہ چھوڑوں گا وہ اُسکے
حکم کے موافق سرتک کو پکڑنے گئے وہ اپنی عیاری سے اس بات کو دریافت کر کے بھاگا اور حاتم
کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اے حاتم تیرے سبب سے میری جان جاتی ہے باوجودا

اُسکے کہیں نے تجھ سے بدی نہیں کی بلکہ نیکی کی ہے کہ قید شدید سے چھڑایا ایک تو مہرہ ہاتھ نہ لگا دوسرے
جان کا خطرہ ہوا حاتم نے میرے اسکے احسان پر نظر کر کے شرمندہ ہوا اور خاطرداری کر کے کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ
کچھ اندیشہ نہیں جب یہ سنا شام احمر نے دیکھا کہ سرتک بھاگ گیا منتر پڑھنے لگا اتنے میں سرتک کو
ایک شعلہ آگ کا دکھائی دیا چلا چلا [illegible] اور پکارا کہ اے حاتم مجھ کو بچالے نہیں تو جلکر خاک ہو جاؤنگا اُسنے
اسم اعظم پڑھکر اُسپر دم کیا شعلہ بجھ گیا پھر [illegible] اُس سے کہا کہ تو میرے پیچھے آکر کھڑا ہو رہ کچھ فکر نہ کر سرتک نے
کہا اے حاتم میں تیرا ہوں مجھ کو شام احمر کے جادو سے بچا حاتم نے فرمایا کہ تو [illegible] خاطر جمع رکھ اسکی کیا
قدرت ہے جو تیرا کچھ کر سکے یہ کہہ کر حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور اسم اعظم پڑھتا ہوا شام احمر کی طرف چلا اور
سرتک بھی ہمراہ اسکے ساتھ ہو لیا جب شام احمر جادو نے علم سے دریافت کیا کہ حاتم اور سرتک
ادھر چلے آتے ہیں اپنا تمام لشکر ساتھ لیکر شہر سے باہر نکلا اور سحر پڑھنے لگا کہ یکایک گھٹا اٹھی بجلی
چمکنے لگی بادل گرجنے لگے یہ حالت دیکھ کر سرتک بید کی طرح لرزنے لگا اور کہا کہ یہ جو نظر آتا ہے جادو
ہے حاتم خبردار رہو اُسنے اسم اعظم پڑھکر آسمان کی طرف پھونکدیا وہ سب آفتیں اُسکے لشکر پر پڑیں یہ
کیفیت دیکھ کر شام احمر جادو حیران ہوا اور کہنے لگا کہ حاتم بڑا ہی جادوگر ہے کہ جسکے جادو نے ہمارے
بھی سحر کو رد کیا ہے اب کیا کیجے اتنے میں ایک سحر اُسے پھر یاد آیا پڑھنے لگا کہ ایک پہاڑ زمین
سے بلند ہوا جب حاتم کے نزدیک پہونچا سرتک پکارا کہ اے حاتم ہوشیار رہو کہ یہ دوسرا سحر ہے حاتم نے پھر
اسم اعظم پڑھکر دم کیا وہ پہاڑ سنگریزے ہو کر انہیں کے سر پر گر پڑا چار ہزار جادوگر واصل جہنم ہوئے
اور ایک بڑا سا پتھر شام احمر کے سر پر آیا وہ اپنے جادو کے زور سے بچ گیا اور وہ پتھر کسی جنگل میں جا کر
گر پڑا پھر حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا آگے بڑھا شام احمر نے جو دیکھا کہ حاتم بے خطر چلا آتا ہے اور
نزدیک ہے کہ مجھ تک آپہونچے پھر ایک افسوں پڑھکر پھونکا چاروں طرف سے چار اژدہے
پیدا ہوئے لیکن اُنہیں کے لشکر پر جا کر پڑے اور لشکر کو نگل گئے مگر تین شخص باقی رہے شام احمر
نے پھر منتر پڑھکر پھونکا اژدہوں نے نگلے ہوؤں کو اُگل دیا اور آپ پھر یہ حالت دیکھ کر تین ہزار
جادوگر جان کے خوف سے بھاگے احمر جادو نے ہرچند پکار پکار کر کہا کہ نہ جاؤ اور دلاسے دیے مگر
کسی نے نہ سنا جب شام احمر نے دیکھا کہ کوئی جادوگر نہیں ٹھہرتا ایک جادو ایسا پڑھا کہ وہ سب
میدان میں درخت ہو گئے اور آپ اکیلا حاتم کے روبرو آکے سحر پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا جب
دیکھا کہ کوئی منتر حاتم پر اثر نہیں کرتا ایک منتر پڑھکر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا حاتم نے جو دیکھا کہ
شام احمر جادو کے پر نکالکر اُڑا اور نظروں سے غائب ہو گیا متفکر ہوا کہ اب کیا کیجیے سرتک بولا کہ

اب وہ اپنے اُستاد کملاق جادو کے پاس گیا ہے اور وہ ایسا جادوگر ہے کہ جسنے ایک آسمان چاند سورج ستارون سمیت بنایا ہے اور ایک پہاڑ کے نیچے شہر عظیم بسایا ہے کہ چالیس ہزار جادوگر اُسمیں رہتے ہیں اور وہ کہا کرتا ہے کہ میں نے تمکو پیدا کیا ہے خاک پڑے اُسکے منھ مین خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم ہر برس میں ایکبار اُسکی خدمت میں جاتے ہیں وہ کافر سخت ساحر ہے اور اُسکا مکان یہان سے تین کوس پر ہے حاتم نے کہا توبہ کر خداوند واحد ہے اُس کا کوئی شہر یک نہیں اُسنے ہر شئے کو پیدا کیا ہے اور وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا بیت ؏ نہ گوہر میں وہ ہے نہ ہے سنگ میں ؛ ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں ✝ سرتاک نے یہ کلمہ سنکر کہا آمنا وصدقنا میں نے اسم اعظم کی برکت دیکھی اب اعتقاد جادوگرون سے بالکل اُٹھ گیا حاتم نے اُسکی تسلی کی اور کہا کہ میں اب کوہ کملاق پر جایا چاہتا ہوں سرتاک نے عرض کی جو آپکی خوشی ہو تو مین بھی غلامی مین حاضر رہون اور یہ درخت جو نظر آتے ہیں شام احمر کے لشکر کے لوگ ہیں یقین ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی رہیں کہ وہ انکو جادو سے درخت بنا گیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو انکو صورت اصلی پر لاکر اپنے ساتھ لے چلو اس بات کے سنتے ہی حاتم نے تھوڑا سا پانی پڑھ کر سرتاک کو دیا کہ اس پانی کو ان پر بسم اللہ کر کے چھڑک دے اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ لے غرض وہ اس پانی کو لے کر گیا اور اُن درختوں پر چھڑکنے لگا خدا کے فضل سے اور اسم اعظم کی برکت سے وہ سب کے سب اپنی اصلی صورت پر آ گئے اور سرتاک سے پوچھنے لگے کہ اے سرتاک شام احمر جادوگر کہاں ہے اُسنے کہا کہ وہ تم سبکو اپنے جادو سے درخت بنا کر کملاق کے پاس گیا اب حاتم نے تمھیں اسم اعظم پڑھ کر پھر آدمی کیا ہے تم اپنا احوال بیان کرو کہ کیونکر تھے اُنھوں نے کہا کہ ہم یہیں پر کھڑے تھے طاقت چلنے پھرنے بولنے کی نہ رکھتے تھے اور بند بند درد کرتا تھا اب اس جوانمرد کی توجہ سے اچھے ہوئے اور نجات پائی حق تو یہ ہے کہ عجیب جوانمرد خدا ترس اور صاحب اقبال و زور آور ہے جو شام احمر پر غالب آیا یہ گفتگو آپس میں کر کے متفق ہو کر حاتم کے پاس آئے اور پانوں پر گر کے کہنے لگے کہ اے حاتم آگے ہم شام احمر کے بندوں میں تھے آج سے تیرے غلاموں میں داخل ہوئے کہ تو نے ہم پر بڑا احسان کیا خدا تجھ کو اسکی جزا اے خیر دے یہ بات سنکر حاتم نے پھر اُن پر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا کہ اُنمیں جادو کا اثر جسقدر باقی تھا وہ بھی جاتا رہا جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے اور حاتم سے کہنے لگے کہ اے خداوند اب کہاں جانیکا ارادہ رکھتے ہو حاتم نے کہا کہ اے یارو مجھے شام احمر جادو سے کچھ کام ہے جبتک وہ میرے ہاتھ نہیں آتا میں کچھ کام نہ کرونگا کیونکہ اُسکی بیٹی سے بیاہ کیا چاہتا ہوں اگر اُس نے خوشی بخوشی بیاہ دی تو بہتر نہیں تو جیتا نہ چھوڑونگا اُنھوں نے کہا کہ اُسکی بیٹی تم نے کہاں

دیکھی ہے جو ایسے فریفتہ ہو گئے حاتم نے تمام ماجراعشق کا اول سے آخر تک بیان کر کے کہا کہ مین
صرف اُسی کے ملنے کی جستجو میں رنج و محنت کھینچتا ہوا یہاں تک آ پہونچا ہوں اور شام احمر نے جو
مجھ پر ظلم کیا کیا کہوں نہ زبان کو قدرت کہ تقریر کرے نہ قلم کو طاقت جو تحریر کرے احسان ہے خدا
کا کہ جسنے مجھ سے ضعیف کو ایسے زبردست پر فتحیاب کیا اگرچہ وہ یہان سے بھاگا اور اپنے اُستاد
کے پاس گیا ہے لیکن اس سے کیا ہو سکتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب میں اُسکو اُسکے اُستاد سمیت
ماروں گا اور نام و نشان اُن دونوں کا اس صفحۂ عالم سے مٹا دونگا اُنھوں نے عرض کی کہ خداوند
کملاق بڑا جادوگر ہے اور اُسکا زیر کرنا نہایت مشکل ہے حاتم نے کہا اے یارو ہمت نہ ہارو اور
اگر کچھ تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو نہیں تو یہیں آرام کرو میں جاتوں اور کملاق اور شام
احمر جادوجانے اُنھوں نے عرض کی کہ آپ نے ہمپر احسان کیا ہے یہ بات مروت سے بعید ہے
جو ہم تم کو تنہا جانے دیں بہتر یہی ہے کہ ہم بھی ہمراہ رکاب چلین بالفرض اگر وہ غالب ہوا تو ہم
بھی تمھارے ساتھ پھر آئینگے اور تم جہاں جاؤ گے ہم بھی ساتھ چلین گے یہاں ہمارا کیا
کام ہے وہ ہمیں ہرگز جیتا نہ چھوڑیگا غرض حاتم نے سب جادوگروں سمیت کوہ کملاق کا رستہ لیا
تھوڑی دور جا کر اُنھوں نے کہا حضرت سلامت شام احمر جادو یہاں سے ایک دن
میں ہم سب کو لیکر اُس پہاڑ پر جا پہونچا تھا حاتم نے جواب دیا سچ ہے وہ جادوگر تھا اپنے جادو
کے زور سے اُس راہ دور و دراز کو اتنا طے کرتا تھا اُنھوں نے عرض کی خداوند اگر آپ جادوگر
نہیں تو ایسے ساحر پر کیونکر غالب ہوئے کیونکہ وہ ایسا جادوگر ہے کہ پہاڑ کو موم اور موم کو پتھر کر دیتا
ہے اتنے میں سرتاک نے کہا کہ اے نادان میں نے آنکھوں سے اسکا تماشا دیکھا ہے یہ بھی ایک روز
میں وہاں جا سکتا ہے اور کملاق اور احمر کو اپنی طاعت میں لا سکتا ہے اگر چاہے تو اُنکو مار ڈالے
تم نہیں جانتے ہو اسکو تائید خدا ہے پھر حاتم نے کہا کہ اے عزیزو میں اسم اعظم جانتا ہوں جہاں
وہ اثر کرے وہاں جادو کا کیا بس چلے دیکھو اس اسم کے اثر سے وہ جلکر خاک ہو جائینگے پھر
وہ سب کے سب حاتم کے ساتھ اُس تالاب پر پہونچے کہ پہلی منزل تھی پر یہ معلوم نہ تھا کہ احمر جادو
اسی راہ سے گزرا ہے اور اس تالاب پر بھی سحر پڑھ گیا ہے بے تحاشا سبھوں نے پانی پی لیا
پیتے ہی اُن کی ناکوں سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے حاتم دیکھ کر حیران رہ گیا پر ان
سے جدا نہ ہوتا تھا اس سے کہ یہ بیچارے میرے ساتھ آئے ہیں اُنکو اکیلا کیونکر چھوڑوں اور
اس پانی میں کیا بلا تھی کہ جسکے پینے سے اُنکی یہ حالت ہوئی القصہ تمام رات گزر گئی

حاتم پیا سارا ہا مگر پانی کا قطرہ ایک بھی اسنے نہ پیا جب صبح ہوئی وہ سب کے سب مشک کی طرح پھول گئے
حاتم اُنکی حالت دیکھ کر ہاتھ ملتا تھا اور روتا تھا لیکن یہ نہ سمجھا کہ شام احمر جادو نے اس پانی پر بھی جادو
کیا ہے آخر اُنکی زندگی سے نا اُمید ہوا اور دل میں خیال گزرا کہ شاید اسم اعظم کی برکت سے وہ بیچارے
اچھے ہو جائیں اور اُنکی جانیں بچیں یہ اندیشہ کر کے وہی اسم مبارک پڑھ کر پھونکا اُنکی سوجن پہلے ہی
مرتبہ میں اُتر گئی دوسری دفعہ پھر پڑھ کر دم کیا تب اُنکی نافوں سے نیلا پانی جاری ہوا غرض تیسری
بار اپنی حالت اصلی پر آ گئے اور حاتم کو دعائیں دے کر تعریفیں کرنے لگے تب حاتم نے پوچھا کہ اے
یارو یہ کیا باعث ہے وہ بولے کہ خداوند ہم کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شام احمر جادو اس تالاب پر بھی
جادو کر گیا ہے حاتم نے اسپر بھی اسم اعظم پڑھ کر پھونکا پہلے وہ جوش میں آیا پھر سُرخ ہو کر سبز ہوتے ہی
نیلا ہو گیا ایک دم کے بعد صاف ہوا اور اپنے اصلی رنگ پر آ گیا حاتم نے جانا کہ اب اس تالاب
سے جادو کا اثر جا چکا ہے تھوڑا سا پانی آپ پیا اور سبکو فرمایا کہ پانی پیو اور نہاؤ تاکہ سحر کی
حرارت اسم اعظم کے سبب تمھارے بدنوں سے جاتی رہے اُنھوں نے اُسکے کہنے پر عمل کیا اور
اعتقاد لا کر کہنے لگے خداوند ہم تمھارے ساتھ ہو کر شام احمر اور کملاق سے لڑینگے اسی
قصد پر آگے بڑھے اور شام احمر جو وہاں سے بھاگا تو کملاق ہی کی ڈیوڑھی پر آ کھڑا ہوا چوبداروں
نے جا کر عرض کی خداوند شام احمر جادو ننگے پاؤں نہایت پریشان حال در دولت پر کھڑا ہے
کملاق نے اُسکو اندر بلا کر گلے لگا لیا اور پوچھا کہ تجھپر کیا حادثہ پڑا ہے جو اس حال سے یہاں آیا ہے

تصویر شام احمر جادو اور کملاق جادو کی کہ فن سحر میں اُس کا اُستاد تھا



اُسنے عرض کی کہ میرے پہاڑ پر حاتم نام ایک جوان بڑا جادوگر کہیں سے آیا ہے اُسنے مجھے ان حالون کو پہونچایا ہے کملاق یہ حال سنکر آتش بگولا ہوگیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ میں اُسکو ابھی چونیٹا کرکے تیرے حوالے کئے دیتا ہوں غرض اُسکی تسلی کرکے ایک منتر پڑھا اور اپنے پہاڑ کی طرف پھونکا دو ہیں ایک آگ نمود ہوئی اور حلقے کی صورت ہوکر اُس پہاڑ کو گھیر لیا حاتم بھی دو چار روز کے بعد کملاق کی حد میں جا پہونچا رفیقون نے عرض کی قبلۂ عالم کوہ کملاق یہی ہے لیکن ہم سکے گرد جو آگ شعلہ زن ہے شاید جادو کا سبب ہے حاتم ٹھہر گیا اور اسم اعظم کو پڑھ کر اُس پہاڑ کی طرف دم کیا آگ بالکل بجھ گئی یہ خبر کملاق جادوگر کو پہونچی اُسنے پھر ایک جادو ایسا کیا جسکے زور سے اُس پہاڑ کے گرد ایک دریائے عظیم پیدا ہوا اور موج مارتا ہوا حاتم کی طرف بڑھا سبھوں نے التماس کیا کہ خداوند یہ دریا جادو کا ہے اب ہم اسمیں بے اجل ڈوبے بچتے نظر نہیں آتے حاتم نے کہا تم نہ گھبراؤ خدا کو یاد کرو یہ کہکر پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا وہ دریا ہوا ہوگیا اور زمین خشک نظر آئی جادوگروں نے دریافت کیا کہ کوئی سحر اس جوان پر کارگر نہیں ہوتا ہے دیکھیے کیا ہوتا ہے اتنے میں کملاق نے ایک اور منتر پڑھا اُسکے پڑھتے ہی دس دس پانچ پانچ من کے پتھر برسنے لگے غرض اسقدر برسے کہ اُس پہاڑ کے گرد ایک اور پہاڑ ہوگیا اور وہ نظر آنے سے رہ گیا اس حال کو ملاحظہ کرکے حاتم بیٹھا اور اسم اعظم پڑھنے لگا اسکی برکت سے ایک ایسی ہوا چلی کہ اُن پتھروں کو اُڑا لے گئی کوہ کملاق نظر آنے لگا حاتم آگے بڑھا کملاق جادوگر نے پھر ایک ایسا افسون پڑھا کہ وہ پہاڑ حاتم کے ہمراہیوں کی نظر سے غائب ہوگیا تب اُنھوں نے عرض کی خداوند اس پہاڑ کو کملاق نے جادو کے سبب سے چھپایا ہے یہ سن کر حاتم وہیں بیٹھ گیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کے پھونکنے لگا فضل الٰہی سے دو تین روز کے بعد وہ پہاڑ پھر نظر آیا حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور ساتھیوں سمیت اُس پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں کے جادوگروں نے اُسکو دیکھتے ہی غل مچایا کہ یہ جوان صحیح وسلامت یہاں آپہونچا تب کملاق شام احمر جادو سمیت اُس آسمان پر جو اُس پہاڑ سے تین ہزار گز بلند تھا چڑھ گیا اور اپنے لشکر کو چڑھا لیا حاتم نے جو دیکھا کہ اب سامنا کرنیوالا کوئی نہ رہا بےخوف وخطر شہر میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر بہت بڑا عالیشان اور اُسکی عمارت دلچسپ اور ہر مکان پاکیزہ دکانیں ستھری صاف درستہ کشادہ اُنمیں ہر طرح کی جنس رکھی اور قسم قسم کے جواہر جگمگا رہے ہیں اور انواع واقسام کے میوے اور مٹھائیوں سے خوانچے معمور قرینے سے جابجا چنے ہوئے پر آدمی کا کہیں نام نہ تھا حاتم نے

یہ تماشا دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہا کہ یہاں کے رہنے والے کیا ہوئے اُنھوں نے کہا خداوند کملاق پیچھے
ڈر سے اُن سبھوں کو لے کر اُسی آسمان پر گیا ہے جو اُسنے بنایا ہے حاتم اس بات کو سُنکر ہنسا اور کہنے لگا
کہ اب تم کیوں بھوکے مرتے ہو خدا نے نعمتیں دی ہیں اُنکو مزے سے چکھو اور سجدۂ شکر جناب الٰہی
میں بجالاؤ وہ بھوکے تو تھے ہی بے اختیار کھانے لگے جب کھا چکے سوج کر دم سم ہو گئے اور
ہر ایک کی ناک سے لہو ٹپکنے لگا حاتم نے معلوم کیا کہ وہ کمبخت ان نعمتوں پر بھی جادو کر گیا ہے
یہ سمجھ کر تھوڑا سا پانی منگوایا اور اُس پر اسم اعظم پڑھ کر ہر ایک کو پلا دیا وہیں سحر کا اثر جاتا رہا وہ
اچھے ہو گئے پھر حاتم نے اسم اعظم ہر ایک چیز پر پھونک کر کہا کہ اب شوق سے کھاؤ کہ جادو کا
عمل باطل ہو گیا تب اُنھوں نے دلجمعی سے پیٹ بھر کر کھایا پھر حاتم نے پوچھا کہ جادو کا آسمان
کہاں ہے اُنھوں نے عرض کی کہ وہ اس زمین پر گنبد کے مانند نظر آتا ہے حاتم اسطرف متوجہ ہوا اور
اسم اعظم پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا آخر وہ گنبد بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو ہو کر پہاڑ پر گر پڑا اور بہت سے
جادوگر واصل جہنم ہوئے مگر کملاق اور خام احمر جادو بچکر پہاڑ پر گر پڑے اور کسی طرف کو بھاگے
اور حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا اُنکے پیچھے پیچھے چلا آخر وہ دونوں گھبرا کے پہاڑ سے گرے اور
پاش پاش ہو گئے حاتم بہت شاد ہوا اور سجدۂ شکر بجالایا پھر سر تک سے کہنے لگا کہ میں نے
تجھ سے وعدہ کیا تھا جب کملاق کو مارونگا تجھ کو اُسکے ملک کا بادشاہ کرونگا اب ملک تجھ کو
دیتا ہوں اور اپنا وعدہ وفا کرتا ہوں بشرطیکہ تو خدا کو ایک جانے اور اُسکی پرستش کرے اور
کسی بندۂ خدا کو دُکھ نہ دے عدل و انصاف میں رات دن مشغول رہے یہ کہکر پھر اُن سب جادوگروں
سے بھی کہا کہ تم سر تک کی سرداری قبول کرو اور یاد الٰہی میں رہو اور اپنے آپ کو بندۂ خدا سمجھو اور
اگر ان باتوں کے خلاف کروگے تو اپنی سزا کو پہونچوگے اور اب میں ملکہ زرّین پوش کے پاس
جاتا ہوں تم سب یہاں آپس میں اتفاق سے خوش و خرم رہو اُنھوں نے کہا کہ خوشی تو ہماری
یہی ہے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں لیکن حکم سے باہر نہیں ہو سکتے غرض حاتم نے اُنکو وہیں
چھوڑا اور آپ ملکہ زرّین پوش کے مقام کی طرف روانہ ہوا چند روز میں وہاں جا پہونچا کیا
دیکھتا ہے کہ نہ وہ تالاب ہے نہ وہ پانی ہے مگر وہ درخت اُسی طرح ہرا بھرا کھڑا ہے
اور اُس تالاب کی جگہ ایک شیش محل نہایت عالیشان جگمگا رہا ہے حاتم اُسکے دروازے پر
جا کر کھڑا ہوا کیا دیکھتا ہے کہ وہی نازنینیں سب کی سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑی ہیں یہ اُن کو
دیکھ کر خوش ہوا اور وہ اُسکے پاس آکر پوچھنے لگیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو اُس نے

کہا کہ میں وہی شخص ہوں جو تمہارے ساتھ اس درخت پر لٹکتا تھا اب میری طرف سے ملکہ کی خدمت میں سلام شوق کہو انہیں سے ایک دوڑ کر شہزادی کے پاس گئی اور عرض کرنے لگی اے شہزادی حاتم نام ایک جوان جو سحر میں آلودہ ہو رہا تھا اب اچھا ہو کر آیا ہے تم سنتے سنتے ہی سر نیچا کر لیا ایک دم کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ اب تک وہ کہاں تھا شاید کوہ احمر کو گیا تھا جاؤ جلد دریافت کرو وہ خواص پھر آئی اور حاتم سے پوچھنے لگی کہ اے حاتم کوہ احمر کے کچھ احوال سے واقف ہو تو بیان کرو تم اسنے کہا کہ ملکہ زرین پوش کا باپ کافر تھا اپنے اعمالوں کے باعث مارا گیا اور جہنم میں پہونچا اتنا تجھ سے کہا اور باقی ملکہ سے کہونگا اس نازنین نے حضور میں جا کر یوں ہی عرض کی بادشاہزادی سنتے ہی آنسو بھر لائی کہ وہ نازنین تسلی دیکر التماس کرنے لگی کہ اے شہزادی ایسے بڑے باپ کے واسطے غم کھانا اور رونا عبث ہے اس نے اپنے فعل بد کی سزا پائی اور ہم تم اس قید شدید سے چھوٹے لازم ہے کہ اب اس جوان کو محل میں بلوا کر بخوبی ملاقات کرو اسنے اس بات کو سن کر خوب سا بناؤ سنگار کیا اور تخت مرصع پر آن واوا سے آ کر بیٹھی پھر ایک اغماض و ناز سے کہا اچھا بلواؤ وہیں ایک سہیلی دوڑی گئی اور اسکو بلوا لائی اس کی نظر جوں ہی ملکہ پر پڑی بیہوش ہو گیا اور وہ بھی بھوچک سی رہ گئی ایک دم کے بعد آپ کو سنبھال کر تخت پر سے اٹھی ہاتھ میں گلاب کا شیشہ لے کر حاتم کے پاس آئی اور گلاب اس کے منہ پر چھڑکا حاتم ہوش میں آیا اور اس رشک گلشن خوبی کو اپنے سرہانے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا غرض بادشاہزادی تخت مرصع پر آ بیٹھی اور حاتم کو بھی ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر اپنے باپ کا احوال پوچھنے لگی حاتم نے تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے تیرے واسطے اسقدر رنج کھینچے اور دکھ سہے اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ میری محبت کی داد دے اور اپنی مہربانی اور دوستی سے میری مصیبت کو راحت سے بدلے اور اس ناامید کی امید بر لائے اس بات کو سن کر وہ سر بزانو ہوئی اتنے میں ہمجولیوں نے کہا کہ بی بی حاتم بھی یمن کا شہزادہ ہے تمہارے نصیب اچھے تھے جو یہ خود بخود یہاں آیا تم جو اس سے اپنی شادی کرو گی ہر طرح سے نام آوری اور بہتری ہے اور اپنے باپ کے مرنے کا غم نہ کرو وہ کمبخت جادوگر خوب ہوا جو موا تمام جہان کا فساد مٹا اب سرانجام شادی کا کیا چاہیے بادشاہزادی شرما کر تخت سے اٹھی اور محل میں چلی گئی مصاحبین اس کی شادی کی تیاری کرنے لگیں سات روز تک ناچ راگ کی صحبت رہی آٹھویں دن نویں شب حاتم نے اپنے جد و آبا کی رسموں کے موافق شہزادی سے نکاح کیا اور خواب گاہ میں لیجا کر ہم کنار ہوا

چاہتا تھا کہ ہم بستر ہو اور شربت وصال پیئے کہ منیر شامی شہزادے کا حال یاد آگیا خوف الٰہی دل
میں لایا اور بید کی طرح کانپنے لگا جلد ملکہ سے الگ ہو گیا بادشاہزادی حیران رہ گئی اُس نے دل
میں کہا مجھ میں کیا عیب دیکھا کہ عین وصل میں جدا ہو گیا اُس سے کیونکر پوچھوں یہ سوچ کر کچھ
چپ سی رہ گئی جب اُس نے اُس آئینہ رو کو آب حیرت میں غرق دیکھا کہا اے راحت و جان
آرام دل اسقدر پریشان خاطر کیوں ہوئی خدا نہ کرے کہ میری زندگی میں تجھکو کسی طرح کا غم و الم
ہو اگر میری اس حرکت سے اندیشہ میں ہوئی ہو بجا ہے کیونکہ چاند اور سورج میں عیب ہے اور تو
اُن سے بھی حسن میں کہیں بہتر ہے لیکن میں خدا کی راہ میں کمر باندھ کے اپنے گھر سے منیر شامی کے لئے
نکلا ہوں وہ حسن بانو کا عاشق ہے اور وہ نازنین سات سوال رکھتی ہے جو کوئی اُس کے سوال
پورے کریگا وہ اُسکو قبول کریگی اور منیر شامی اُس کے ایک سوال کا بھی جواب نہ دیسکا چنانچہ
حسن بانو نے اپنے شہر سے نکلوا دیا وہ روتا پیٹتا آہیں بھرتا یمن کی طرف آ نکلا تھا میں بھی ایک دن
شکار کھیلتا ہوا اُس طرف گیا تھا اتفاقاً اُس سے ملاقات ہو گئی حال پوچھنے لگا اُسنے فقیرون
کے طور پر اپنا احوال ظاہر کیا غرض اُس کی بیکسی پر میرا دل بھر آیا اور آنسو ٹپک پڑے آخر کار
میں تاب نہ لا سکا اُسکے ساتھ ہو کر شاہ آباد میں آیا اور حسن بانو کے سوال کا جواب اپنے ذمہ
لیکر اُس بیچارے کو کاروانسرا میں بٹھا کر جنگل کی راہ لی چنانچہ خدا کے فضل سے اُس کے
تین سوال پورے کر چکا ہوں یہ چوتھے سوال کی نوبت ہے ایسا اتفاق ہو گیا کہ تجھ کو دیکھ کر دل
ہاتھ سے جاتا رہا اور تیرے عشق کے تیر نے کلیجا چھلنی کر دیا کہ تمام جہان کے کام سے گزر گیا
بارے بہت خاک چھان کر نصیبوں کی مدد سے تیرا دامن وصال ہاتھ لگا آرزو یہ تھی کہ تیرے
باغ حسن سے گل راحت چنوں اور اپنے غنچۂ دل کو کھولوں پر کیا کروں کہ میں نے اُس کے ساتھ
قسم کھائی ہے کہ بھائی میں دریغ نہ کرونگا بلکہ جب تک تو اپنی مراد کو نہ پہونچے گا تب تک مجھ پر
عیش و عشرت حرام ہے پس یہ بات ہمت اور مروت سے بعید ہے کہ وہ بیچارہ انتظار کھینچے اور حاتم
عیش و عشرت میں مشغول رہے صلاح یہ ہے کہ تم اپنی خوشی سے مجھ کو رخصت کرو کہ شہر خوارزم کو
جاؤں اور اُسکا چوتھا سوال پورا کروں یہ بات سنکر شہزادی نے کہا کہ پھر مجھ کو کہاں چھوڑ جاؤ گے
آگے تو میرا باپ جیتا تھا وہ میری خبر لیتا تھا اب کیونکر گزرے گی حاتم نے کہا میں تجھے یمن میں بھیجے
دیتا ہوں میرا باپ وہاں کا بادشاہ ہے تجھے اچھی طرح رکھے گا اور تو کسی طرح سے غمگین نہ ہو گی
یہ کہکر وہ اپنے باپ کو اس مضمون کی عرضی لکھنے لگا کہ اے قبلۂ کونین اگر عمر وفا کرتی ہے تو میں اس کام

سے فراغت کرکے حضور کی قدمبوسی کے واسطے آؤنگا اور سرفراز ہونگا بالفعل ملکہ زرّیں پوش کو اپنے عقد میں لاکر خدمت عالی میں بھیجتا ہوں یقین ہے کہ آپ اُس کے احوال پر توجہات اور الطاف فرماتے رہیں گے القصہ جب عرضی تمام ہو چکی تو سپرد کرکے ملکہ کے حوالے کی وہ اپنی خان و خواص اور فوج اور لشکر سمیت یمن کو روانہ ہوئی اور حاتم بھی شہر خوارزم کو چلا چند روز کے بعد ایک شہر میں داخل ہوا اور وہاں جاکر پوچھنے لگا کہ اے صاحبو وہ کون شخص ہے جو ہمیشہ کہا کرتا ہے کہ سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے اُنھوں نے کہا کہ ایسا شخص تو یہاں کوئی نہیں جو یہ کہتا ہو گا مگر ایک بوڑھے نے یہی بات جو تم کہتے ہو لکھکر اپنے دروازے پر لگادی ہے حاتم نے پوچھا کہ اُسکا مکان کہاں ہے وہ بولے کہ یہاں سے تین کوس پر شہر خوارزم ہے وہ وہیں رہتا ہے یہ بات سُن کر حاتم اُسی طرف روانہ ہوا تین پہر میں جا پہونچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عمارت عالیشان و بلند کھڑی ہے اور اُسکے دروازے پر یہی کلام خط جلی سے لکھا ہے یہ اُسکو پڑھکر نہایت خوش ہوا اور دروازے پر جاکر دستک دی ایک دم کے بعد کئی دربان دروازہ کھول کر باہر آئے اور حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اے جوان تو کون ہے اور یہاں کس کام کو آیا ہے ہمسے کہا کہیں، ایک کام واسطے شاہ آباد سے آیا ہوں اس بات کو سُن کر دربانوں نے دوڑ کر اپنے خاوند سے اظہار کیا وہ شخص ظاہر میں امراء اور حقیقت میں کہنہ سال تھا بولا کہ مسافر کو بلا لو جب حاتم اندر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوش رو مسند پُر تکلف پر تکیہ لگائے امتیاز سے بیٹھا ہے اُس نے جھک کر سلام کیا وہ بھی مسند سے اُٹھ کر بغلگیر ہوا اور نہایت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھالیا انواع و اقسام کے کھانے منگوا کر اُسکے روبرو رکھے جب کھانے سے فارغ ہوا صاحب خانہ نے پوچھا کہ صاحب تم کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے ہو اور کس کام کے واسطے تم نے یہ سفر دور دراز اختیار کیا جو اسقدر رنج کھینچے اور دُکھ سہے سچ تو یہ ہے کہ دو شخصوں کے سوا اس مکان پر اور کوئی نہیں آیا اُن میں کا ایک تو ہی ہے یہ سُنتے ہی حاتم کہنے لگا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں پر اب شاہ آباد سے منیر شامی کے کام کے لیئے تم تک آیا ہوں الغرض ماجرا حسن بانو پر عاشق ہونے اور اُس کے سوالوں کے پورا کرنے پر اپنے مستعد ہونے کا تفصیل وار کہکر سُنا دیا پھر یہ پوچھا کہ آپ نے دردولت پر یہ کلام لکھکر کس لئے لگایا ہے اس نے کہا کہ اے جوانمرد یمن کے رہنے والے تو دنیا میں بڑے نیک کاموں میں مشہور ہوگا کیونکہ کوئی شخص نظر نہیں آتا جو اوروں کے واسطے اپنے اوپر اسقدر بار محنت لے اور رنج سہے تو ہی ایسا تھا جو یہ بوجھ تو نے اپنے سر پر لیا آج رہ جا کہ راہ کا

تھکا ماندہ آیا ہے قدرے آرام کر اسکی حقیقت میں تجھ سے کل کہونگا غرض حاتم تمام رات دن بآرام
تمام رہا صبح کو کھانا کھا کر کہنے لگا کہ ارشاد کیجیے اُسنے کہا کہ اے جوان شہر خوارزم کو سات سو برس
ہوئے ہیں کہ یہ یہاں آباد ہوا ہے، اور میری عمر آٹھ سو برس کی ہے جس صورت سے تو مجھے اب دیکھتا ہے
اسی شکل پر میں اسوقت بھی تھا چنانچہ میں جواریوں میں مشہور تھا، اور جوا کھیلنے کے سوا کوئی کام
جہان کا نہ کرتا تھا اتفاقاً ایک روز نہایت تنگدست ہوا کہ ایک پیسہ بھی میرے ہاتھ نہ آیا جب
رات ہوئی چوری کو نکلا اُسوقت یہ بات جی میں گزری کہ کسی غریب غربا کے گھر کیا چوری کیجیے
بہتر یہی ہے کہ بادشاہ کے دولتخانہ میں جا کر خوب سا مال و جواہر چرا لائیے یہ ٹھہرا کر میں نے آدھی
رات کے بعد بادشاہ کی حویلی میں کمند ڈال کر آپکو بادشاہ کی خوابگاہ خاص میں پہونچایا کیا دیکھتا
ہوں کہ ایک بھی چوکیداروں میں سے کیا خواص کیا خواجہ کوئی نہیں جاگتا اور بادشاہ بھی اپنے
مرصع پلنگ پر بیخبر سوتا ہے میں آگے بڑھا اور اسکے گلے سے گوہر شب چراغ اُتار کر کمند کی راہ سے
باہر آیا اور کسی طرف چل نکلا جب جنگل میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے نیچے بہت سے چور
کہیں سے مال چرا لائے ہیں اور بیٹھے حصہ کر رہے ہیں اتفاقاً انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور بلا کر پوچھا
کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں راست گو تھا اُنسے سچ سچ کہکر گوہر شب چراغ دکھا دیا اُسکو
دیکھتے ہی چوروں کو یہ لالچ ہوا کہ میرے ہاتھ سے چھین لیں اتنے میں ایک شخص جنگل میں غیب سے
پیدا ہوا اور اس ہیبتناک آواز سے للکارا کہ تمام صحرا کانپ گیا اور وہ اپنی جان کی دہشت سے
بھاگ گئے میں تن تنہا وہاں کھڑا رہگیا وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو کون ہے میں نے پہلے
بھی سچ کے سوا اور نہ کہا تھا اُس سے بھی سچ کہدیا یہ سُن کر وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا
اسواسطے یہ سب مال و متاع گوہر شب چراغ سمیت میں نے تجھ کو دیا لیکن تو چوری سے توبہ کر
اسکی یہ بات میں نے مان لی اور جوا کھیلنے اور چوری کرنے کی دل و جان سے توبہ کی پھر اُس نے
کہا کہ اگر جوا نہ کھیلے گا اور چوری نہ کریگا تو تیری عمر نو سو برس کی ہوگی یہ کہہ کر چلا گیا میں اُس مال و
متاع کے پشتارے باندھ کر اپنے گھر لے آیا اور ایک عمارت عالیشان بنائی اور رہنے لگا محلے
والے میرے دشمن ہوئے اور کوتوال سے یوں کہنے لگے کہ خداوند کل کی بات ہے کہ یہ شخص
کوڑی کوڑی کو محتاج تھا آج اُسکے ہاتھ اسقدر زر نقد کہاں سے لگا کہ اتنا بڑا محل بنایا اس بات
کے سنتے ہی کوتوال نے مجھے بلوا کر پوچھا اُسکے سامنے بھی سچ کے سوا کچھ اور نہ کہا وہ مجھے بادشاہ
کے پاس لے گیا میں نے اُس کے روبرو بھی جو بات سچ تھی وہی کہی جان کی دہشت کچھ نہ کی یہ

سخن سُن کر بادشاہ نے میرے حال پر نہایت نوازش کی کہ یہ شخص عجیب راست گو ہے کہ اسقدر زرجواہر کسی سے نہ چھپایا صاف کہہ دیا اسکی راست گوئی پر میں نے یہ مال اسکو دیا اور اس کا گناہ بھی بخشا بلکہ اُس نے اور بھی زر وجواہر اپنے خزانے سے اسقدر دیا کہ مالامال ہوگیا اب بھی اُس میں سے میرے پاس بہت ہے اگرچہ بہت خرچ کیا ہے اُسی دن سے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ہے کہ سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے مردوں کو چاہیئے کہ سچ کے سوا کبھی جھوٹ نہ کہیں بقول شیخ سعدی شیرازی بیت راستی موجب رضائے خدا است ✻ کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست یہ کہہ کر اُس نے حاتم سے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ میں یمن کا شہزادہ حاتم بن طے ہوں یہ سنتے ہی وہ اپنی مسند سے اُٹھا اور بغلگیر ہوا اور نہایت تعظیم و تواضع کے بعد کہنے لگا کہ سچ ہے حاتم کے سوا اور کون ایسا کرسکتا ہے پھر اُس نے کئی دن تک اُسکو مہمان رکھا ایک دن حاتم نے کہا اے عزیز مجھے ایک کام بہت ضروری ہے اب رخصت کر اُسنے نہایت منت و معذرت سے رخصت کیا وہ اپنی منزل مقصود کو راہی ہوا رات دن چلا جاتا تھا ایک دن ملکہ زریں پوش کی صورت اُسے یاد آئی ارادہ کیا کہ ملکہ کو دیکھ کر شاہ آباد کو جاؤنگا یہ دل میں ٹھہرا کر یمن کی طرف روانہ ہوا چند روز کے بعد یمن کے قریب جا پہونچا خوشی سے ایک تالاب پر بیٹھ گیا اتفاقاً اُس کے کنارے ایک جوڑا طوطی کا بیٹھا تھا اور آپس میں باتیں کر رہا تھا حاتم نے بھی اپنے کان اُدھر لگا دیے اسواسطے کہ دیکھوں یہ کیا کہتے ہیں اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ تو مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جاتا ہے برائے خدا نہ جا نر نے کہا کہ اے نادان تو کیوں کار خیر میں حارج ہوتی ہے کیا قیامت کے دن تو میرے کام آویگی جو دنیا میں تجھ سے مشغول رہوں اور نیک کام چھوڑ دوں تو نے نہیں سُنا ہے کہ ایک بادشاہ کسی دن شکار کو نکلا تھا ہر چند پھرا مگر کوئی شکار اُسکے ہاتھ نہ لگا آخر اپنے لشکر سے جدا ہوکر ایک جنگل میں جا پڑا وہاں ایک باغ خوش قطع دیکھ کر اُس میں چلا گیا اور شادان اور فرحان سیر کرتا ہوا ایک بنگلے کے پاس جا پہونچا وہاں ایک حوض لبالب لانبے برابر نظر آیا دیکھنے میں نہایت پاکیزہ خوبصورت اسکا پانی صاف اور بے کدورت بادشاہ اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا اور کنارے اُسکے بیٹھ کر ہاتھ سے پانی اُچھالنے لگا یکایک ایک زنجیر اُسکے ہاتھ لگی اُسکو پکڑ کر جو کھینچا تو صندوق مقفل کنجی سمیت نکلا اُسنے جو اُس صندوق کا قفل کھولا تو ایک ماہ جبین پری طلعت کو اُس میں بیٹھا پایا بادشاہ ڈر گیا اُس نازنین نے کہا اے جوان کیوں ڈرتا ہے میں بھی انسان ہوں یہ کہہ کر صندوق سے باہر نکل آئی اور صراحی پیالہ گزک لاکر بادشاہ کے سامنے

رکھدی پھر بوس وکنار کی امیدوار ہوئی بادشاہ نے جو دیکھا کہ عورت جمیلہ ورشکیلہ ہے اور اسباب
عیش وعشرت بھی مہیا ہے اُسکو ہاتھ سے نہ دیا چاہیے شراب پی اور اُس سے صحبت کی جب
فارغ ہوا لشکر یاد آیا اُٹھ کھڑا ہوا اور انگوٹھی اپنی چھنگلیا سے نکال کر اُسکو دی کہ یہ میری نشانی
اپنے پاس رکھ تاکہ پھر جو ملاقات ہو تو مجھ کو بھول نہ جائے وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی اور ایک تھیلی
انگوٹھیوں کی نکال کر بادشاہ کو دکھا دی اور کہنے لگی اے جوان خدا عالم الغیب ہے اور دانا بینا ہے
سچ تو یہ ہے کہ میرے خاوند نے حفاظت کے واسطے مجھے جنگل میں لاکر اس باغ کے اندر صندوق
میں بند کر کے حوض میں لٹکا دیا ہے اور آپ سوداگروں کے ساتھ سوداگری کرتا پھرتا ہے
اور میرے کھانے پینے کو بھی اس جگہ مہیا ہے کچھ کمی نہیں لیکن کبھی کبھی کوئی مسافر بھولا بھٹکا
خواہ بادشاہ خواہ سوداگر اس باغ میں تیری طرح سے آنکلتا ہے اور اسی طرح مجھے حوض سے
نکال کر ہمبستر ہوتا ہے پھر انگوٹھی دیکر چلا جاتا ہے چنانچہ بہت سی انگوٹھیاں میرے پاس موجود
ہیں لیکن نہیں جانتی کہ کون کس کی ہے اسی طرح اس انگوٹھی کو اور تجھے بھی بھول جاؤنگی کیونکہ
ایک دو ہوں تو کوئی یاد رکھے سیکڑوں ہزاروں کہاں تک دھیان کرے اس بات کو سن کر وہ
حیران ہوا اور اُسکو صندوق میں بند کر کے اُسی صورت سے تالاب میں لٹکا کر اپنے لشکر کو ساتھ
لے کر شہر میں آیا اور تمام اسباب بادشاہی فقیروں کو دے کر آپ جنگل کو نکل گیا اور بیٹھکر یاد الٰہی
میں مشغول ہوا پھر جبتک جیتا رہا عورت کا نام نہ لیا بس اے نادان تو میرے ساتھ کیا سلوک
کریگی جو کار خیر سے باز رکھتی ہے حاتم نے بھی برائے خدا کمر کوشش باندھی اور کیسی کیسی آفتیں
اُٹھا کر کچھ کچھ نیکنامی پیدا کی سو اب ملکہ زریں پوش کو یاد کر کے شاہ آباد کی راہ چھوڑ کر اسکی
ملاقات کے واسطے یمن کو جاتا ہے افسوس اس بات کا ہے کہ وہ اپنی محنت خواہ مخواہ خاک
میں ملاتا ہے جونہیں اسنے یہ بات سنی وہیں سجدۂ شکر ادا کر کے یہ بات اپنے دل میں نقش کی کہ
اے حاتم یہ آواز خدا کی طرف سے آئی ہے اب تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ یمن کی طرف سے
قدم پھیر اور شاہ آباد کا رستہ لے یہ بات جی میں ٹھہرا کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا ایک مدت
کے بعد جا پہونچا وہاں کے رہنے والے اسے پہچان کر حسن بانو کے دروازے پر لے گئے وہ
اطلاع ہو گئی اُسنے پردے کے باہر بلوا کر بٹھایا اور احوال پوچھا حاتم نے پہلے وہی راہ کی مصیبت
بیان کی پھر اُس پیر مرد کی حقیقت جو ٹھیک ٹھیک تھی تمام وکمال کہی حسن بانو نے کہا کہ اے
حاتم جو تو کہتا ہے سو سچ ہے اس میں کچھ شک نہیں یہ کہکر اسی وقت طعام پُر تکلف اور لذیذ منگوا کر

حاتم کے سامنے رکھوا دیا تب اُس نے کہا کہ اے حسن بانو میں کاروانسرا میں جا کر اپنے بھائی کے ساتھ کھاؤنگا یہ کہکر وہاں سے اُٹھا اور سرا میں آکر منیر شامی سے ملاقات کر کے باہم کھانا کھایا اور تمام سرگزشت بیان کی یہ سن کر منیر شامی نے بہت تحسین و آفریں کی اپنے اپنے پلنگ پر دونوں بآرام سو رہے صبح کو حاتم نے حمام کیا کپڑے نئے پہنے اور حسن بانو کی ڈیوڑھی پر آیا چوبداروں نے خبر پہونچائی کہ حاتم آیا ہے اُس نے پردہ کر کے اندر بلالیا اور ایک کرسی پر بٹھا کر کہا کہ اے حاتم سننے میں یوں آیا جو ایک پہاڑ سے آواز آتی ہے اسی واسطے اُسکا کوہ ندا نام رکھا ہے اب اُس کی خبر لا کہ وہاں آواز کرنے والا کون ہے دور پہاڑ کے اُدھر کیا اسرار ہے حاتم یہ سن کر وہاں سے رخصت ہوا اور کاروانسرا میں آکر منیر شامی سے کہنے لگا کہ اے منیر شامی اب میں کوہ ندا کی خبر لینے جاتا ہوں اگر زندگی وفا کرتی ہے تو اس بات کو تحقیق کر کے پھر تجھ سے آکر ملتا ہوں اور نہیں تو اللہ کی مرضی مگر تو کسی بات کا خطرہ نہ کرنا

پانچواں سوال حاتم کے جانے کا اور کوہ ندا کی خبر لانے کا

غرض حاتم نے دو چار باتیں نصیحت آمیز منیر شامی سے کہکر جنگل کی راہ لی آخر جس بستی میں حاتم جاتا وہاں کے لوگوں سے پوچھتا تھا کہ اے عزیزو اگر تم میں سے کوئی کوہ ندا کی راہ سے واقف ہے تو مجھے بتادے یہ بات سن کر وہ لوگ حیران ہو ہو کر کہتے تھے کہ بھائی اتنی بڑی عمر ہوئی ہے ہم نے اسکا نام بھی نہیں سنا راہ تو ایک طرف اور حاتم جوانمردی سے بے دیکھے بھالے راہ طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا ایک مہینے بعد کسی شہر کے گرد و نواح میں جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ تمام زن و مرد اُس شہر کے صحرا میں جمع ہوئے ہیں یہ اُنھیں کی طرف چلا اُنہوں نے جو دیکھا کہ ایک شخص چلا آتا ہے سب کے سب اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور باواز بلند کہنے لگے کہ مرحبا اے مسافر خوب ہوا تو جو یہاں آیا ہم کب سے تیری راہ دیکھتے ہیں حاتم آگے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان پر طرح بطرح کے کھانے چنے ہیں اور ایک جنازے کے گرد بہت سے لوگ بیٹھے ہیں یہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اُس مردے کو کیوں نہیں گاڑتے اور اسقدر کیوں روتے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہماری قوم کی یہ رسم ہے کہ کوئی شخص کیا امیر کیا غریب مرجائے تو ہم سب اُس کے جنازے کو جنگل میں لے آتے ہیں اور کھانے بہت سے ستھرے پکا کر ایک دسترخوان پر چن کے مسافر کی راہ دیکھتے ہیں اگر کوئی مسافر اس عرصہ میں آگیا تو مردے کو گاڑ دیتے ہیں اور کھانا اُس مسافر کے آگے رکھ دیتے ہیں

چنانچہ اس مردے کو سات روز ہوئے کہ یہ اسی طرح یہاں پڑا ہے اور ایک مسافر بھی اس طرف نہ آیا تھا ہم عجیب مصیبت میں گرفتار تھے کہ ہر روز کھانا شام کے وقت اپنی عورتوں کو بھیجدیتے تھے اور آپ یوں ہی پڑے رہتے تھے الحمد اللہ کہ اب ساتویں روز تیری صورت دیکھی اب اسکو دفن بھی کرینگے اور کھانا بھی کھائیں گے حاتم نے کہا کہ اگر ایک مہینہ تک کوئی مسافر یہاں نہ آئے تو اس مردے کا کیا حال ہوا ور تم کس صورت سے جیو اُنھوں نے کہا یہ بات سچ ہے پر ساتویں دن خواہ مخواہ کہیں نہ کہیں سے مسافر آہی رہتا ہے اور اگر کبھی پندرہ روز نہ آیا تو تمام دن روزہ رکھیں اور شام کو صرف پانی پئیں اور مردہ بھی ایک مہینے تک نہیں سڑتا حاتم نے کہا اگر مہینے سے زیادہ گزرے جب تو بدبو آئیگی اُسوقت کیا کروگے وہ بولے کہ اگر ایسا ہو تو مردے کو گاڑدیں اور تمام مردوزن چھ مہینے تک روزہ رکھیں شام کے وقت درگاہ الٰہی میں توبہ کریں اور ہر روز ہمسایوں میں کھانا باٹیں پھر مردے کی قبر پر جاکر بہت سا مال وزر خیرات کریں بعدہٗ اپنے اپنے کام

تصویر حاتم اور اس قوم کی جنھوں نے بغیر آئے ہوئے کسی مسافر کے جنازے کو سات دن تک نہ دفن کیا تھا



میں مشغول ہوں یہ بات سن کر حاتم حیران ہوا اُنھوں نے اس مردے کو تہخانے میں اتار کر فرش بچھا کر اُسپر لٹادیا اور طرح بطرح کے کھانے رکھے خوشبو کی بتیاں روشن کرکے سات بار اُسکے گرد پھر کر قدم بوس

ہو کر باہر نکل آئے اور دستر خوان پر جا بیٹھے پھر حاتم سے کہا کہ اے مسافر پہلے کھانے میں تو ہاتھ ڈال اور پیٹ بھر کر کھا کہ یہ قبول ہوا اور تیری توجہ سے ہم بھی روزہ کھولیں یہ بات سُن کر حاتم کھانے لگا پھر وہ شریک طعام ہوئے اُس کے بعد جو بچا اُس کو اپنے اپنے گھر بھجوا دیا وہ اُنکی عورتوں نے کھایا وہ نہائے پاک و پاکیزہ کپڑے پہنکر گھر چلے اور حاتم سے کہا اے جوان اگر تیرا جی چاہے تو چند روز ہمارے گھر میں مہمان رہ حاتم نے کہا بہت بہتر تمہاری خاطر سے دو چار روز رہ سکتا ہوں غرض وہ اُسکو شہر میں لے گئے اور ایک مکان ستھرا اُس کے رہنے کو خالی کر دیا اور خورد و نوش کے لوازم خوبصورت لونڈیاں سمیت بھجوا دیے حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں کی عجیب رسم ہے اگر میں ان کاموں سے فرصت پاؤں اور خدا میرے مطلب کو پورا کرے تو میں بھی اپنے شہر میں جا کر اسی طرح مہمانداری کروں گا اور وہ عورتیں آرزومند تھیں کہ اگر اس جوان کا جی ہم میں سے جسکو چاہے اُس سے بشوق تمام ملے اور شراب وصل خوب مزے لے کر پیے لیکن حاتم نے کسی کی طرف خواہش کی نظر سے بھی نہ دیکھا کرنا تو معلوم جب سات روز گزر گئے تب اُن عورتوں نے اپنے سرداروں سے حاتم کی نیکذاتی اور نیک طینتی کی خبر دی حاکم شہر نے اُسکو روبرو بلوا عزت اور حرمت سے مسند پر بٹھایا اور کہا کہ اے جوان اگر اسی شہر میں تو اپنی بود و باش کرے تو عین مہربانی ہے اور میں بھی اپنی بیٹی تیری خدمت میں دوں حاتم نے کہا کہ مجھ کو ایک کار ضروری درپیش ہے میں اس سبب سے ناچار ہوں نہیں تو رہتا یہ سن کر اُس نے کہا کہ اگر ہم بھی اس کام سے مطلع ہوں تو تیری رفاقت کریں حاتم نے التماس کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی میرے ساتھ تکلیف کھینچے وہ بولا کہ اے جوان اگر ساتھ نہیں لیتا تو بھلا یہی کہہ دے کہ وہ ایسا کیا کام ہے حاتم نے کہا کہ ایک عورت حسن بانو نام سات سوال رکھتی ہے جو کوئی اُن کا نجوبی جواب دے اُسی سے وہ اپنا نکاح کرے حاصل یہ ہے کہ شہزادہ منیر شامی اُسپر عاشق ہوا ہے نہ جدائی کی طاقت رکھتا ہے نہ وصال کی قدرت اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اُسکے سوال پورے کر سکے مگر اُس کے فراق میں جنگل جنگل روتا پھرتا تھا اتفاقاً ایک دن مجھ سے ملاقات ہو گئی میں نے جو اُسے بحال تباہ آہیں بھرتے دیکھا نہایت غمگین ہوا بلکہ رو دیا آخر کار میں تاب نہ لا سکا برائے خدا اُسکے لیے اپنے شہر سے نکلا اور مسافرت اختیار کی خدا کے فضل سے چار سوال پورے کر چکا ہوں یہ پانچویں سوال کی باری ہے اور وہ یہ ہے کہ کوہ ندا کی خبر لایا چاہیے اسی تلاش میں چھ مہینے گزر گئے ہیں جس سے پوچھتا ہوں کوئی نہیں بتاتا اگر تجھ کو خبر ہو تو اُسکا نشان بتا دے گویا تو نے میرے ساتھ دریا حد کی مہربانی فرمائی یہ بات سن کر اُس

دیرینہ سال نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکھن کی طرف طلسمات ہے اور اس کے بائیں طرف ایک شہر عالیشان آباد ہے وہاں آج تک کسی نے مردہ نہیں دیکھا نہ قبر دیکھی ہے اور نہ کوئی کسی کے واسطے روتا ہے یہ ماجرا سن کر حاتم نے کہا کہ مجھ کو اسی سمت کو جانا ہے وہ بولا کہ اے عزیز بستی ہوئی راہ تو کس طرح چلے گا اور منزل مقصود کو کیونکر پہونچے گا حاتم نے کہا کہ جو مجھے یہاں تک لایا ہے وہی وہاں بھی پہونچائے گا اس سخن کو سن کر اس دیرینہ سال نے بہت زر و جواہر اس کے سامنے رکھ دیا حاتم نے اس میں سے خرچ راہ کے موافق لیا اور باقی فقیروں کو دیکر اسی طرف کا رستہ لیا ایک مدت کے بعد ایک شہر کے قریب جا پہونچا اور اسکے گرد و پیش کوئی قبر نہ دیکھی جانا کہ وہ شہر یہی ہے اندر گیا وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا کہ اے جوان تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائیگا حاتم نے کہا شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا کو جاؤنگا انھوں نے کہا کوہ ندا کا رستہ یہاں سے بہت دور ہے تو نہ جا سکے گا اس نے جواب دیا کہ جو مجھ کو یہاں لایا ہے وہ کریم کارساز وہاں بھی پہونچائیگا پھر انھوں نے کہا کہ تو آج کی رات یہیں رہجا ہماری دال روٹی قبول کر حاتم یہ بات سنکر وہیں اتر رہا اور وہاں ایک شخص کتنے دنوں سے بیمار تھا اسکے وارثوں نے جمع ہو کر اسے ذبح کیا اور آپس میں گوشت بانٹ لیا اور یہ شخص جس نے حاتم کو مہمان رکھا تھا اپنا حصہ پکا کر پانی کا ایک کوزہ اور دو چار روٹیاں شام کے وقت حاتم کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ اے مسافر جلد اس کو کھا کہ کبھی ایسی نعمت نہ کھائی ہوگی حاتم نے کہا اے عزیز جتنے چرند اور پرند حلال ہیں سب میں نے کھائے ہیں یہ کس جانور کا گوشت ہے جو میں نے کبھی نہیں کھایا اس نے کہا البتہ تو نے جانوروں کا گوشت کھایا ہوگا لیکن یہ آدمی کا گوشت ہے ایسا کبھی نہ کھایا ہوگا حاتم نے یہ بات سن کر کہا کہ تم آدم خور ہو تم سے ڈرا چاہیے شاید کسی مسافر کو تم نے مارا ہے اسکا گوشت کھایا چاہتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا یہی قاعدہ ہے کہ جو مسافر بھولا بھٹکا یہاں آ نکلتا ہے تم اس کو ذبح کر کے آپس میں گوشت بانٹ کر کھا لیتے ہو وہ بولا کہ اے مسافر توبہ کر خدا سے ڈر ہم مسافروں کو مار کر نہیں کھاتے تب حاتم نے کہا کہ یہ طرفہ ماجرا ہے تو آپ ہی تو کہتا ہے کہ یہ گوشت آدمی کا ہے پس کوئی اپنے ہمجنس کو ذبح کر کے نہیں کھاتا مگر غیر کو اس شخص نے جواب دیا کہ یہ تو غلط سمجھا ہے ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ جو کوئی بیمار پڑتا ہے اس کے قبیلے کے لوگ اسکو ذبح کر کے آپس میں گوشت کے حصے کر لیتے ہیں چنانچہ اسی سبب سے ہمارے شہر میں اپنی موت سے کوئی نہیں مرتا اور نہ قبر بنتی ہے حاتم نے اس ماجرے کو سنکر کہا کہ لعنت خدا کی تمہاری اس رسم پر

اور تمہارے اس شہر میں خدائے کریم اکثر بیماروں کو اچھا کرتا ہے اور اکثر اچھوں کو بیمار ڈالتا ہے پس
جو عقلمند ہو تم اس کو ذبح کر کے کھاؤ یہ فعل کس قوم میں درست ہے یہ کیا ظلم ہے اس حرکت سے
تم سب کے سب گنہگار ہو اور ہزاروں خون تمہاری گردنوں پر ہیں تمہارا منھ دیکھنا روا نہیں یہ
کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر مارے بھوک
کے زمین پر تڑپ رہا ہے یہ حالت دریافت کر کے اُس نے ایک ہرن کو شکار کیا اور اُس شیر
کے آگے ڈال دیا اُس نے بخوبی تمام پیٹ بھر کر کھایا پھر سجدۂ شکر ادا کر کے جنگل کی راہ لی اور
حاتم نے بھی کچھ کباب کھا کر ایک تالاب پر جا کر پانی پیا اور درگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کر کے
آگے کا رستہ لیا جب کسی جنگل میں کچھ میوہ دانہ نہ پاتا اُسی طرح سے شکار کر کے گوشت ہی
کھاتا چند روز کے بعد ایک آبادی نظر آئی اُس کی طرف چلا جب قریب جا پہونچا کیا دیکھتا
ہے کہ بہت سے لوگ میدان میں آگ جلا کر اُس کے گرد کھڑے ہیں اُس نے بڑھ کر اُن سے
پوچھا کہ اے یارو یہ کون سا ملک ہے اور تم کون ہو اور اس جگہ اتنی لکڑیاں جمع کر کے
آگ کیوں لگائی ہے اُنھوں نے کہا کہ اے فقیر تو اپنی راہ لے تجھے اسکے دریافت کرنے سے
کیا حاصل یہاں کچھ رسوئی ہوتی جو ہم تجھے کچھ دیں ہماری قوم سے ایک شخص آج مر گیا
ہے اُس کی جورو اُس کے ساتھ جلتی ہے حاتم نے کہا کہ اے یارو تم اس مردے کو زمین میں
کیوں نہیں گاڑتے اور اس غریب عورت کو جیتے جی کیوں جلاتے ہو اُنھوں نے کہا کہ اے عزیز
معلوم ہوا کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں یہ ملک ہندوستان ہے یہاں کی رسم یہ ہے
کہ جورو اپنی خوشی سے خاوند کے ساتھ جلتی ہے حاتم نے کہا صاحب جو مردے کے ساتھ جیتے
جی کو جلانا یہ رسم نہایت بد ہے یہ کہہ کر اُن سے رخصت ہوا اور کسی گانوں میں جا پہونچا وہاں
ایک شخص سے پانی مانگا وہ ایک کٹورا دودھ کا اور ایک مٹھے کا بھر کر لے آیا اور کہنے لگا کہ
تیرا جی چھاچھ کو چاہے تو یہ حاضر ہے اگر دودھ کی طرف طبیعت رغبت کرے تو یہ دودھ موجود ہے
ان دونوں میں سے جسے جی چاہے اُسے پی حاتم نے پہلے مٹھا پی لیا پھر دودھ کا پیالہ مانگا
اُس نے تھوڑی سی شکر اُس میں ڈال کر وہ پیالہ بھی حوالہ کیا اور کہا کہ اے مسافر اسوقت میرے
گھر میں اچھے بہین خاصے خوشبودار باسمتی کے چاول پکے ہیں بلکہ تیار دھرے ہیں اگر
تو کہے تو وہ بھی لے آؤں ان کے ساتھ کھا نہایت مزا ملے گا حاتم بولا بہت اچھا نیکی کا
پوچھنا کیا اور اپنے دل میں اس کی ہمت پر عش عش کرنے لگا غرض وہ ہندو ایک تھالی میں

تھوڑا بھتا ہے آیا حاتم نے اُسکو بخوبی کھایا اور رات کی رات اُسی گانوں میں بسر کیا صبح کے
ہوتے ہی اُس ہندو کی جورو نے آکر کہا کہ رسوئی تیار ہے کچھ اس میں سے کھاؤ اور دو چار دن
یہیں رہو تا راہ کی ماندگی دور ہو یہ بات سن کر حاتم نے اُن دونوں کو کہا کہ تمھاری اس ہمت
اور مسافر پروری پر صد آفرین یہ سُن کر اُنھوں نے نہایت عجز سے کہا کہ ہم سے تمھاری خدمت
کب ہوئی یہ کھانا گھر میں معمولی لڑکے بالوں کے لئے موجود تھا وہی ہم بے تکلف لے آئے
اب اگر دو تین دن یہاں تشریف رکھو تو البتہ ہم اپنے مقدور کے موافق کچھ خدمت بجا لائیں
حاتم نے کہا بہت اچھا میں تمھاری خاطر سے دو چار روز رہونگا اس بات کو سن کر وہ
خوش ہوئے پھر اُس ہندو نے ایک مکان خوش اسلوب میں پلنگ نہایت تکلف سے بچھایا
اور اُس کے آگے فرش بھی ستھرا صاف پھر اقسام اقسام کے کھانے پکوا کر اس کے سامنے
رکھدیے اور کہا کہ اس میں سے نوش جان فرمائیے تو عین احسان اور مہربانی ہے حاتم
نے تو ایسے کھانے نہ کھائے تھے اُن کو کھا کر نہایت محظوظ ہوا اور بہت تحسین و آفرین
کی بعد اُن سے کہنے لگا کہ یہ ملک ہندوستان عجیب گلستان ہے لیکن یہاں کی یہ رسم
بد ہے کہ جیتی عورت کو موئے خصم کے ساتھ جلاتے ہیں باوجود اس کے کہ مردے کا
بھی جلانا بُرا ہے اس بات کو سُن کر اُس ہندو نے کہا کہ سچ ہے کہ زن و شوہر باہم
بہت التفات رکھتے ہیں بلکہ آپس میں عاشق و معشوق ہوتے ہیں حیف ہے کہ خاوند
مرے اور جورو جیتی رہے ہم ہرگز نہیں جلاتے وہ اپنی خوشی سے آپ جلتی ہے
اگر تھوڑے دن اس شہر میں رہو تو ہم تمھیں دکھلا دینگے یہ وہاں رہا اتفاقاً وہاں
رئیس بیمار ہو کر دو چار دن میں مر گیا اور اُس کی چار جورویں تھیں اور پہلی بی بی کا لڑکا
بھی تھا جب اُس کی ارتھی بنا کر لے چلے تب وہ چاروں کمخواب کے لہنگے پہن کر لعل تاش
کی ساڑیاں باندھ کر گہنے پاتے سے آراستہ ہو کر پھولوں کے ہار گلے میں ڈال کر بالوں
کو بکھرا کر ساتھ ہولیں قبیلے کے لوگ اُن کے پانوں پر گر پڑے کہ تم بھری پُری ہو تمھیں جلنا
مناسب نہیں اُنھوں نے کسی کا کہنا نہ مانا تب حاتم اُن کے پاس جا کر کہنے لگا اے
ہرزادو تمھیں شرم نہیں آتی جو اپنے گھر سے نکل کر نامحرموں میں آئی ہو اور ایک مردے
کے ساتھ جلا چاہتی ہو وہ ہنس کر کہنے لگیں کہ اے جوان تجھے ہمیں دیکھنے سے
حیا نہیں آتی ہم تو مردے ہیں ہم کو ستر و پردے کی کچھ خبر نہیں کیونکہ وہ کونسا

تصویر ستی ہونا چار عورتوں کا اپنے خاوند کیساتھ اور آگ سے دیکھنا حاتم کا اور افسوس کرنا



دن کتھا کہ اس مردے کے ساتھ ہم نے عیش و آرام کیا تھا اب جو وہ مرگیا ہے تو ہم اس سے جدا ہوں اور جیتے رہیں یہ بات محبت اور مروت سے بعید اور دور ہے اس کے سوا تمام عمر آتش فراق میں بھی جلنا پڑے گا اس سے بہتر یہی ہے کہ ایک ہی بار ہم اس کے ساتھ جل بجھیں جو تمام عمر کے رنج و غم اور آتش فراق سے چھوٹیں آگے پر میشور جانے کیونکہ اس بات سے جی ڈرتا ہے کہ کہیں شیطان اپنے مکر سے ہمارے دلوں میں ایسا وسوسہ نہ ڈالے کہ جس کے سبب سے ہم اپنے سوامی کو بھول کر کسی غیر کی طرف نظر بد سے دیکھیں اور اپنی عصمت کو کھو دیں ایسی زندگی پر لعنت ہے غرض انھوں نے حاتم کا کہنا بھی نہ مانا اور دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتی بھالتی چتا تک جا پہونچیں پھر اس مردے کو لیکر چتا میں رکھا اور آپ ہنستی ہوئیں اسکے گرد گئیں پھر کسی نے اسکا سر زانو پر رکھ لیا کسی نے پاؤں گود میں لے لئے یکایک چتا کو آگ لگا دی تب حاتم نے جانا کہ اس آگ کی گرمی سے ڈر کر بھاگ جاوینگی لیکن یہ گمان غلط ہوا وہ ہنسی خوشی سے اسکے ساتھ جلکر راکھ ہو گئیں حاتم یہ احوال دیکھ کر گھبرایا اور افسوس کرنے لگا جب وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے حاتم بھی اس ہندو کیساتھ چلا آیا تب اس ہندو نے کہا کہ اے جوان کیوں دیکھا تو نے عورتیں اپنی رضا و رغبت سے جلتی ہیں کوئی ان پر زور ظلم نہیں کرتا اور محبت کی شرط یہی ہے حاتم نے کہا یہ سچ کہتے ہو اور وفاداری کا طریق یہی ہے کہ مرے کے بعد

آتشِ فراق میں نہ جلیں کیونکہ وہ آگ اس آگ سے تیز تر ہے غرض کئی دن کے بعد حاتم نے کہا کہ اے
عزیز مجھ کو کوہ ندا کی طرف جانا ہے رخصت کر یہ بات سُن کر اس ہندو نے کہا اے جوان کوہ ندا
بہت دور ہے تو نہ پہونچ سکیگا حاتم نے کہا کہ خدا کریم و کارساز ہے وہ بہر صورت پہونچا دیگا یہ کہکر
وہاں سے رخصت ہوا ملک ملک گانوں گانوں کی سیر کرتا ہوا اُتر کی طرف جب پہونچا کہ ایک شہر
دکھائی دیا جب اُس کے قریب جا پہونچا تو لوگوں کو دیکھا کہ بہت سے جمع ہیں اور شور و غل کرتے
ہیں اگر دو تین دن [illegible] اے یارو اس شور کرنے کا سبب کیا ہے کسی نے کہا کہ یہاں کے رئیس کی بیٹی مر گئی
ہے ہم سب چاہتے ہیں کہ اُسکے خاوند کو بھی اُسکے ساتھ جیتا گاڑ دیں وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا
اسواسطے یہ شور و غوغا ہے حاتم نے کہا کہ تمھارا رئیس کہاں ہے مجھ کو اُس کے پاس لیچلو میں اُس سے
کچھ کہونگا یہ بات سُن کر وہ اس سردار کے پاس لے گئے حاتم نے اُس کو دیکھتے ہی کہا کہ اے
مرد بزرگ تمھارے یہاں یہ کیا رسم ہے کہ جیتے کو مردے کے ساتھ گاڑتے ہو اُس پر ظلم یہ
کہ وہ غریب راضی نہیں زبردستی کرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے ہو وہ بولا کہ اے عزیز یہ جوان بھی
تیری طرح سے مسافر اس شہر میں وارد ہوا تھا چند روز یہاں رہ کر میری بیٹی کو چاہنے لگا
اور فوراً ہم لوگوں میں مل گیا اور ہماس شہر کا یہ دستور ہے کہ جبتک لڑکی یا لڑکا اپنی جوانی پر نہیں
آتا تب تک ہم لوگ اُسکو اپنی رضا و رغبت سے نہیں بیاہتے جب تک کہ آپس میں عشق اور محبت
نہولے بلکہ حد سے نہ گذر جائیں یہاں تک کہ ہر ایک اپنی خوشی سے اقرار کرے کوئی ہم میں سے
مر جائیگا تو اُسکے ساتھ دوسرا جیتے جی گڑ جائیگا تب ہم اُن دونوں کو بیاہ دیتے ہیں چنانچہ یہ جوان
بھی ہماری رسم سے آگاہ ہوکر اس لڑکی پر عاشق ہوا تھا جب محبت کامل دیکھی تب میں حاکم
شہر کے پاس اُن دونوں کو لے گیا اُس نے اُن سے کہا کہ ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ عورت
مر جائے تو شوہر کو اُسکے ساتھ دفن کرتے ہیں جو خاوند مر جائے تو جورو کو اُسکے ساتھ گاڑ دیتے ہیں
اس بات کو دونوں نے قبول کیا تب ہم نے اُنکا عقد باندھ دیا یہ کیا انصاف ہے کہ ایک مدت
تک وہ اس سے چین کرتا رہا اور اُسکے باغ جوانی سے گل عیش لوٹتا رہا اب جو وہ مر گئی ہے تو اپنی خوشی
سے اُسکے ساتھ نہیں گڑتا اور اپنے اقرار پر ثابت قدم نہیں رہتا اس میں کس کا قصور ہے کچھ
ہم زبردستی سے کسی کو نہیں گاڑتے اگر اُسکو باندھ کر قبر میں رکھدیں تو البتہ ظلم ہے تو ہی بوجھ
کہ یہ اپنے قول سے کیوں پھرا ہے اور اپنے وعدے کو کیوں نہیں وفا کرتا یہ بات سُنکر حاتم اُس کے
پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے جوان تو کس لئے اپنے کہنے پر عمل نہیں کرتا کب تک جیے گا آخر مرنا ہے

بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تو نے کہا ہے اُس پر ثابت رہ اُس نے کہا کہ اے مسافر تو بھی اُنھیں میں مل گیا ہے جو یہ بات کہتا ہے تو اپنے شہر کا دستور بیان کیوں نہیں کرتا حاتم نے کہا کہ میں کیا کہوں تو آپ ہی اقرار کر چکا ہے اب پھرنے سے تجھے شرم نہیں آتی اُس نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا جو میں اُن کا کہنا کروں اور جیتے جی مردے کے ساتھ گڑ جاؤں حاتم نے معلوم کیا یہ سب کے سب اُس کو بے گاڑے نہ رہیں گے اور یہ بھی اپنی خوشی سے نہ گڑیگا اس بات کا لحاظ کر کے اُس سے اپنے شہر کی بولی میں کہا کہ تو خاطر جمع رکھ کہ میں تجھے اس قبر سے کسی نہ کسی طرح نکال لوں گا پر اب اُن کے سامنے اس میں گڑ اُس نے کہا اگر گڑ جاؤنگا تو تیرے نکالنے کے وقت تک جیتا کیونکر رہوں گا پھر حاتم نے اُس کی تسلی کر کے اُن لوگوں سے کہا کہ یارو یہ آبل گرفتہ اپنی بولی میں کہتا ہے کہ ہمارے شہر کا دستور ہے کہ قبر کو حجرے کے طور پر بناتے ہیں اگر یہ بھی اُس طرح بنائیں گے تو میں اپنی خوشی سے گڑ جاؤنگا اس سخن کو سُن کر وہ کہنے لگے کہ یہ بات حاکم سے تعلق رکھتی ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے جو وہ کہیگا وہی کریں گے حاتم اُن سبھوں کو اُن کے پاس لے گیا وہ سب کے سب کہنے لگے خداوند یہ شخص گڑنے پر راضی نہیں ہوتا پر یہ بات کہتا ہے کہ جس صورت سے میرے ملک میں گور بنتی ہے اگر اُس ڈھب کی بناؤ گے تو میں قبول کرونگا حاکم نے کہا اُس کے شہر میں قبریں کس طرح بنتی ہیں حاتم نے کہا حضرت سلامت کوٹھری کی طرح بہت بڑی کہ جس میں دس بیس آدمی اچھی طرح لیٹیں بیٹھیں یہ بات حاتم کی زبانی سُنتے ہی حاکم نے اپنا سر جھکا لیا ایک دم کے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگا کہ خیر جس صورت کی وہ گور بنانے کو کہتا ہے ویسی ہی تیار کردو کہ وہ اپنی خوشی سے گڑے یہ سن کر وہ لوگ پھر آئے اور ایک قبر ویسی ہی بنائی تب حاتم نے اُن لوگوں کی آنکھ بچا کر اُس سے کہا کہ تو ہرگز اندیشہ نہ کر میں رات کے وقت تجھے اس میں سے نکال لیجاؤنگا وہ حاتم کی اس بات پر راضی ہوا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ اے یارو اب دیر نہ کرو جو تم کیا چاہتے ہو وہ مجھے قبول ہے آخر اُنھوں نے اُن دونوں کو اُس قبر میں گاڑ دیا اور ایک پتھر سے اُسکے مُنھ کو بند کر کے حاتم سمیت اپنے شہر کو گئے پھر اُس کی مہمانداری کی اور ایک مکان ستھرا سا سونے کو دیا پر وہ رات ہونے کا منتظر تھا کہ کسی طرح سے اُس شخص کو قبر سے باہر نکال لے جب رات ہوئی اور گھر والے سو رہے تب حاتم اپنے بچھونے سے اُٹھا اور اُس گور کی طرف گیا اس ملک کا دستور تھا کہ تین روز تک قبر پر مردے کے وارث تمام رات جاگا کریں اور گھر نہ آئیں جو رات کا سنھر نہ دیکھیں چنانچہ اسی سبب سے حاتم نے تین رات دن قابو نہ پایا خالی پھر آیا

چوتھی رات کو لوگ اپنے اپنے گھر آئے حاتم اٹھ کر اس گور پر گیا اور وہ شخص گور کے
اندر حاتم کو اس طرح سے برا بھلا کہہ کر سو رہا کہ وہ مسافر نہایت جھوٹا اور دغا باز تھا جو مجھ
غریب کو اپنی دغا بازی سے اس گور میں گڑوا گیا میں نے خود برا کیا جو ایسے کا کہنا مانا اور
اس کے سخن کو سچ جانا کسی کا اس میں کیا دوش اپنا کیا اپنے آگے آیا الغرض حاتم نے اپنا
منھ نابدان پر رکھ کر پکارا کہ اے جوان میں تجھے نکالنے کو آیا ہوں اس نے جواب نہ دیا
اس لیے جانا کہ شاید مر گیا پھر پکارا تب بھی نہ بولا پھر تو حاتم کو یقین ہوا کہ یہ ہرگز نہیں جیتا ہے
نہایت افسوس کیا بے اختیار رو دیا تیسری بار آواز بلند پکارا کہ اے جوان اگر جیتا ہے
تو جواب دے نہیں تو قیامت تک اسی گور میں رہیگا میں اپنے وعدہ کو وفا کر چکا ہوں اتنے
میں وہ چونکا اور سنا کہ کوئی شخص قبر پر چلا رہا ہے اٹھ کھڑا ہوا اور نابدان کے پاس آیا اور
کہنے لگا کہ تو کون ہے جو پکارتا ہے حاتم نے جو اسکی آواز سنی سجدۂ شکر بجا لایا اور بولا کہ میں وہی
ہوں کہ جس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا یہ کہہ کر کمر سے خنجر نکال لیا اور کھود کر نکالا کھانا کھلایا ایک
ساعت کے بعد کہا اب جدھر جی چاہے ادھر چلا جا اس نے کہا کہ میرے پاس خرچ نہیں ہے حاتم
نے کئی درم کیسے سے نکال کر دئیے پھر رخصت کیا اور آپ اس قبر کو درست کر کے اپنی جگہ پر آ کے
سو رہا اس لیے کہ کوئی معلوم نہ کرے اتنے میں صبح ہوئی تب اٹھ کر ان لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھکو
کوہ ندا کی خبر کو جانا ہے رخصت کرو انھوں نے کہا کہ اے جوان کوہ ندا یہاں سے بہت نزدیک
ہے بہتر ہے تشریف لیجائیے پر اتنی بات یاد رکھو کہ تھوڑی دور جا کر ایک دوراہا ملیگا تجھ کو
چاہیے کہ اس کے داہنے طرف کی راہ اختیار کرے یقین ہے کہ منزل مقصود کو پہونچیگا حاتم
ان سے رخصت ہوا اور دس روز تک رات دن منزلیں طے کرتا ہوا چلا گیا گیارھویں دن
اس دوراہے پر جا پہونچا اور انکی نصیحت کو بھول کر بائیں طرف چل نکلا حیف ہے کہ جس راہ
کو انھوں نے منع کیا تھا وہی اس نے اختیار کی دو دن کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ تمام جانور کیا
درندے کیا گزندے بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں یہ ایک کونے میں کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ
شاید کوئی بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پیچھے پڑا ہے جو اپنا جی چھپائے گرتے پڑتے چلے آتے ہیں
یہ سمجھ کر ایک درخت پر چڑھ گیا دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے ہاتھی مست اور گینڈے سے بھی
گھبرائے ہوئے بے اختیار دوڑے آتے ہیں اور ان کے پیچھے ایک چھوٹا سا جانور عجیب صورت
چراغ سی آنکھیں سر پر دم چتر کیے چلا آتا ہے حاتم ڈرا سمجھا یہ کوئی بلائے عظیم ہے کہ جس کے

ڈر سے اتنے اتنے بڑے جانور درندے بھاگے چلے آتے ہیں میں غریب کس شمار کس قطار میں ہوں پھر اپنے دل کو مضبوط کر کے خنجر کھینچکر مستعد ہو کر بیٹھا اتفاقاً وہ جانور اسی درخت کے نیچے آیا اور آدمی کی بو پاتے ہی غرّا کر اچھلا چاہتا تھا کہ حاتم کو پکڑ کر چیر ڈالے وہیں اُس ایک خنجر ایسا مارا کہ دونوں ہاتھ قلم ہو کے گر پڑا اور پھر سنبھل کر نہایت غضب سے لپکا حاتم نے پھر اُسکے پیٹ میں ایک خنجر مارا کہ انتڑیاں نکل کر زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی پیشاب کر کے دُم کو اُسمیں بھگو کر ہلانے لگا حاصل کلام جہاں جہاں اُس کی بوندیں پڑیں وہاں وہاں آگ لگ گئی جب اُس درخت کے پاس آگ پہونچی حاتم جست کر کے ایک چشمے میں جا پڑا اور وہ جانور مر گیا جب آگ بجھ گئی حاتم جست کر کے پانی سے نکل کر اُسی درخت کے نیچے آیا اور اس جانور کے چار دانت جو خنجر کے برابر تیز تھے اُکھاڑ لیے اور دُم دونوں کانوں سمیت کاٹ لی پھر ترکش میں رکھ کر آگے چلا کئی دن کے بعد دور سے ایک قلعہ دکھائی دیا اُسی طرف متوجہ ہوا جب نزدیک پہونچا اُسے سنسان پایا اور اُس کے کنگورے آسمان سے لگے دیکھے پھر اندر گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی عمارتیں اُس میں آئینہ دار چمک رہی ہیں اور چوپڑ کا بازار نہایت ستھرا صاف آراستہ ہو رہا ہے اور جس دوکان میں جو چیز چاہیے موجود ہے مگر آدمی کا نام و نشان نہیں یہ احوال دیکھ کر حیران ہوا دل میں کہنے لگا کہ کوئی بلا یا دیو اس شہر میں آیا ہے کہ جس کے ڈر سے یہاں کے لوگ اپنی اپنی دُکانیں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یہ بات دل میں کہتا ہوا آگے بڑھا یہانتک کہ خاص قلعہ بادشاہی تک جا پہونچا اُسمیں بادشاہ اپنے اہل و عیال مال و اسباب و اجناس سمیت رہتا تھا اور دو چار نوکر بھی باہر کے دروازے پر دریچوں میں بیٹھے تھے حاتم کو دیکھ کر ایک بولا کہ مدت کے بعد ایک مسافر اس شہر میں آیا دوسرے نے کہا اُس کو پکارو جو ادھر آئے بلاؤ یہ بات سُن کر ایک شخص نے پکارا حاتم ایک دریچے کے نیچے کھڑا ہو رہا بادشاہ نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا کہ اے جوان تو کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا حاتم نے عرض کی کہ یمن کا رہنے والا ہوں شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا جانیکا قصد رکھتا ہوں یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ اے جوان تو راہ بھول گیا جو بائیں طرف کے رستے سے آیا شاید تیری موت تجھ کو یہاں لائی ہے اسی وقت سے تو جان کہ جہان سے جا چکا حاتم نے التماس کیا کہ اگر یہی خدا کی مرضی ہے تو میں جان و دل سے راضی ہوں لیکن تو اپنا ماجرا کہہ کہ ظاہر دولتمند معلوم ہوتا ہے پھر قلعہ بند کیوں ہوا ہے سچ بتا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں اس شہر کا بادشاہ

ہوں اور اس ملک میں چند روز سے بلائے عظیم آتی ہے اُسکے سبب سے کیا رعیت کیا سپاہ جس
طرف جسکی بنی مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں شہر ویران ہو گیا اور میں محتاج لیکن اُنکا بھی اُس میں
کچھ قصور نہیں کیونکہ اُس بلا سے کسی شیر کی طاقت نہیں جو عہدہ برآ ہو سکے اور میں اپنی شرم
وحیا سے عیال و اطفال سمیت قلعہ بند ہو کے بیٹھا ہوں اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اُسے ماروں
ناچار ہو کر گوشہ گیری توکل بخدا اختیار کی حاتم نے کہا اے بادشاہ وہ بلا کیا کوئی دیو ہے یا
کوئی درندہ عظیم ہے کہ کوئی اُسکا سامنا نہیں کر سکتا بادشاہ نے فرمایا کہ اسکا مسکن کوہ قاف
میں ہے مگر تھوڑے دنوں سے یہاں اُسکا گذر ہونے لگا ہے اُسی کے باعث سے تمام ملک ویران
ہو گیا ہے ہر روز ایک وقت اسکو آنا اور دو چار آدمیوں کو کھا کر چلے جانا مگر آج تک اُس کا قدم
قلعے میں نہیں آیا اس واسطے کہ اسکے گرد ایک خندق عظیم پانی سے مدام بھری رہتی ہے معلوم
نہیں وہ کیا ہے یہ بات سُن کر حاتم بولا کہ اے بادشاہ تجھے مبارک ہو کہ میں نے جنگل میں اُس کا
کام تمام کیا خدا مسبب الاسباب ہے کہ میں کوہ ندا کی راہ بھول کر بائیں طرف آنکلا پھر تمام ماجرا
اُس جانور کا اور اپنا بیان کیا اس بات کے سُنتے ہی وہ اپنے قلعے سے اُترا اور حاتم کو گلے لگا کر
اندر لے گیا بعزت تمام مسند پر بٹھایا اقسام اقسام کے کھانے منگوا کر اُسکے سامنے چنوائے حاتم نے
اُسکو بخوبی تناول فرمایا اور بادشاہ بھی اُسکا شریک طعام رہا پھر آب خاصہ منگوا کر نوش جان کیا
اور اُسکو بھی پلایا اس کے بعد کہا میں کیونکر باور کروں کہ وہ بلائے بد ماری گئی تب حاتم نے اُسکی
دم اور دانت اور کان ترکش سے نکال کر دکھلا دیے بادشاہ اُنکے دیکھتے ہی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا
اور بہت سی شکر گزاری کی پھر ہر طرف لوگوں کو شقے پروانے لکھ کر بھیجے کہ وہ بلا دفع ہوئی اب
تم بیدھڑک آکر اپنے ملک میں بسو اور بخوبی اوقات بسر کرو چند روز کے بعد حاتم نے رخصت چاہی
اور عرض کی کہ ایک رہبر میرے ساتھ کر دو کہ کوہ ندا کا رستہ بتا دے بادشاہ نے فرمایا کہ اے
جوان یہ شہر اب خدا کے فضل سے آباد ہو جائیگا اسے اپنا ہی سمجھو یہیں بود و باش اختیار کرو میں
اپنی بیٹی تمہاری خدمت میں دیتا ہوں اُسکو قبول کرو حاتم نے کہا جبتک میں بندگان خدا کے
کاموں سے فراغت نہیں پاتا دنیا کا عیش حرام جانتا ہوں بادشاہ نے یہ کلمہ سُن کر کہا کہ آفرین تیری
ہمت اور جوانمردی پر اور ایک رہبر ہمراہ دیکر رخصت کیا حاتم اُسکے ساتھ ہو تھوڑی دور
جا کر وہ کہنے لگا کہ اے حاتم کوہ ندا کی یہی سیدھی راہ ہے اب اس سڑک پر بیدھڑک چلا جا
حاتم اُسکو رخصت کر کے اُدھر متوجہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر آباد میں جا پہنچا وہاں کے

لوگ اسکو حاکم کے پاس لے گئے اُس نے اُٹھکر تعظیم کی اور پوچھا کہ اے مسافر تو یہاں کہاں سے آیا ہے کیونکہ اس شہر میں یا تو اسکندر بادشاہ تشریف لائے تھے یا اب تجھ کو دیکھا اسکا سبب کیا ہے سچ کہہ حاتم نے کہا مجھ کو حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی نے بھیجا ہے کہ تو جاکر کوہ ندا کی خبر جو ٹھیک ٹھیک ہو سو لے آ حق تو یہ ہے کہ یہاں تک پہونچتے پہونچتے میں نے بہت سے رنج کھینچے اب اس بات کا اُمیدوار ہوں کہ اگر تم اُس کے بھید سے واقف ہو تو عنداللہ کہدو عین بندہ نوازی اور مسافر پروری ہے کیونکہ میری مصیبت راحت سے مبدل ہو جائے رئیس شہر نے کہا کہ کوہ ندا کا ایسا راز نہیں جو سرسری بیان ہو سکے اگر تو چندروز یہاں رہے گا تو معلوم ہو جائیگا حاتم نے کہا بہت اچھا حاکم نے اُس کے رہنے کو ایک مکان عالیشان فرش پاکیزہ سے آراستہ کر دیا حاتم اُسمیں رہنے لگا اور وہ دونوں وقت آب و طعام سرد و گرم پاکیزہ لطیف بھیجنے لگا اور آپ بھی اکثر اس سے صحبت ہوا کرتا تھا ایک دن سودہ سوا آدمیوں میں حاتم سمیت بیٹھا ہوا کچھ باتیں کر رہا تھا اتنے میں کوہ ندا کا ذکر آ گیا اُن لوگوں سے پوچھا کوہ ندا کون سا ہے اُنھوں نے عرض کی کہ خداوند کوہ ندا وہ ہے کہ جس کے قلعے کی ہر ایک دیوار آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور اُس سے خود بخود ایک آواز آتی ہے یہ اسی گفتگو میں تھا کہ اتنے میں ایک آواز اُس پہاڑ کی طرف سے آئی یا اخی یا اخی اس مجلس میں سے ایک خوشرو بے اختیار دوڑا لوگوں نے اُس کے وارثوں سے جاکر کہا کہ فلانے شخص کی کوہ ندا سے طلبی ہوئی ہے وہ چلا اس بات کے سنتے ہی وہ سب دوڑے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکا تمام منہ سُرخ ہو رہا ہے لوگ اُس کے گرد ہیں وہ بے اختیار کوہ ندا کی طرف چلا جاتا ہے یہ حال دیکھ کر حاتم بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اے یارو اس جوان کو بیٹھے بٹھلائے کیا ہوا کہ دیوانوں کی طرح دوڑا جاتا ہے نہ کچھ کہتا ہے نہ سنتا ہے لوگوں نے کہا کہ اس کو کوہ ندا سے آواز آتی ہے تب حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ بارے معلوم ہوا کسی نے بلایا ہے جو ایسا اُڑا جاتا ہے اس بات کو سوچ کر اُس کو پکڑ لیا اور کہا اے بھائی یہ مروت سے بعید ہے جو تو نہیں بتاتا ابر سے تر اکہدے کہ کس کے بلانے پر ہم سب کو چھوڑے جاتا ہے غرض ہر چند حاتم نے سر پٹکا پر اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور ہاتھ جھٹک کر بھاگا اور پہاڑ کے نیچے جا پہونچا حاتم طائی بھی اُس کے پیچھے لپکا چلا گیا کہ یکایک حاتم کی نظروں سے پہاڑ غائب ہو گیا جس نے ہر چند نظر گاڑ گاڑ کر دیکھا سوائے تعین تپیر دل کے سوا کچھ نہ سوجھا تب بہت حیران ہوا آخر سب لوگوں کے ساتھ شہر میں پھر آیا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنے گھر آیا پر کوئی اُسکے واسطے نہ رویا

بلکہ بہت سا کھانا بانٹا خوشی کی پھر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے تب حاتم نے پوچھا اے صاحبو تم میں سے کسی کو بھی معلوم ہوا کہ اُسپر کیا گزری اُنھوں نے جواب دیا کہ تو بھی موجود تھا جو تو نے دیکھا وہی ہم نے بھی دیکھا پھر ہم سے کیوں پوچھتا ہے یہ سُن کر حاتم چپ ہو رہا اور اس جوان کے واسطے آبدیدہ ہو کر تاسف کرنے لگا اُنھوں نے کہا اے شخص ہمارے ملک کی یہ رسم نہیں ہے جو کوئی کسی کے واسطے روئے یا غم کرے اگر تو اس شہر میں دو چار روز رہا چاہتا ہے تو ہمارے طریق پر رہ نہیں تو اس بستی سے نکالا جائے گا اس سخن کے سنتے ہی وہ آنسو پی گیا دل میں اس کا غم کھانے لگا اُنھوں نے اُس کو متفکر دیکھ کر کہا کہ اے عزیز اب کیوں اندیشہ مند ہے کوہ ندا کا یہی احوال ہے جو تو نے دیکھا حاتم بولا کہ میں نے کیا خاک دیکھا مجھ کو معلوم نہ ہوا اسی حیرت میں ہوں کہ حسن بانو کو جا کر کیا جواب دونگا غرض چھ مہینے حاتم کو اس ملک میں گزر گئے اور اس عرصہ میں اسی طرح سے پندرہ آدمی اس پہاڑ کی طرف آ گئے اور پھر نہ پھرے اتفاقاً ایک شخص حاتم نامے وہاں تھا حاتم میں اور اُس میں نہایت دوستی تھی اور محبت ازبس ہو گئی تھی وہ دونوں رات دن ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بہت سے لوگ بھی اُن کے ہم صحبت تھے کہ ناگاہ کوہ ندا کے قلعے کے اندر سے آواز آئی یا اخی یا اخی اس بات کے سنتے ہی وہ بیچارہ اس پہاڑ کی طرف متوجہ ہوا اُس کے خویش و اقربا کو خبر پہونچی کہ حاتم بھی وہاں بلایا گیا سب آ کر جمع ہوئے اور اُسے گھیر لیا تب حاتم اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ بھی اسی طرح چلا جائے گا افسوس ہے کہ مجھ کو اس سے محبت اور اُلفت بہت سی ہو گئی تھی یہ بھی جدا ہوتا ہے میں اس کو ہرگز نہ چھوڑونگا اس کا ساتھ دینا مجھ کو ضرور ہے جو ہونی ہو سو ہو کیونکہ یہاں کے لوگوں سے کوہ ندا کا احوال مفصل معلوم نہ ہوا یہ بات دل میں ٹھہرا کر کمر کس کر باندھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پہاڑ کی طرف دوڑا ہر چند کہتا تھا کہ بھائی یہ کیا احوال ہے اور تجھے کون کھینچے لیے جاتا ہے وہ کچھ جواب نہ دیتا آخر کار جھنجھلا کر بولا کہ اے بے مروت یہ کیسی دوستی تھی آخر ہم تم ایک مدت تک ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے اب ایک بات سے بھی گئے گزرے تیری زبان کیوں بند ہو گئی سچ کہہ تجھے کون کھینچتا ہے اور تو کدھر جاتا ہے اُس نے کچھ دھیان یہ کیا کہ کون ہے اور کیا بکتا ہے بلکہ حاتم کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ چھڑانے لگا یہاں تک بھی زور کیا کہ اس کے ہاتھ چھٹ گئے اور حاتم زمین پر گر پڑا تب وہ کوہ ندا کی طرف روانہ ہوا حاتم بھی اُٹھ کر اس کے پیچھے چلا گیا ایک دم میں دونوں آگے پیچھے پہاڑ کے نیچے جا پہنچے حاتم نے اُچھل کر اُس کی کمر زور سے پکڑ لی ہر چند اُس نے چاہا کہ اس کو جدا کر دے لیکن جدا نہ

نہ کر سکا آخر اسی طرح سے دونوں گرتے پڑتے پہاڑ کے اوپر جا پہونچے جو ہیں قلعے کے نزدیک گئے

تصویر حاتم طائی کا حاتم ثانی کی کمر سے لپٹ کر کوہ ندا پر چڑھنا



ایک کھڑکی جو دکھائی دی دونوں لپٹے لپٹائے اُس کے اندر چلے گئے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے وہ ناچار وہاں سے حاتم کا افسوس کرتے ہوئے شہر میں آئے اور حاکم کو خبر پہونچائی کہ مسافر بھی حاتم کے ساتھ اُسی پہاڑ پر چلا گیا اس بات کے سنتے ہی حاکم غضب ہوکر کہنے لگا کہ اے نادانو آج تک کوئی بے بلائے اُس پہاڑ پر نہیں گیا تم نے اُس کو کیوں چھوڑا اور کس واسطے جانے دیا وبال اُس غریب کا تمھاری گردن پر ہو، انھوں نے عرض کی خداوند ہمنے تو اُسے بہتیرا سمجھایا کہ تو وہاں نہ جا اُس نے ہمارا کہنا نہ مانا اور کہا کہ وہ میرا یار جانی ہے میں اُس کو ہرگز تنہا نہ چھوڑوں گا بلکہ جو مصیبت اُس پر پڑے گی میں بھی اُس میں شریک ہونگا غرض یہ باتیں کرتے رہیں اور رعیت سب کے سب حاتم کو یاد کر کے کڑھنے لگے اور وہاں کا احوال یہ ہوا کہ جب وہ دونوں کھڑکی سے آگے بڑھے تو محلہ خموشاں تھا غرض ایک میدان وسیع میں جا پہونچے وہاں ایسا ایک سبزہ زار نظر آیا کہ نظر کام نہ کرتی تھی گویا فرش زمردیں چار طرف بچھا ہے پر تھوڑی سی زمین اُس میں خالی تھی وہ جوان اُس پر پانوں رکھنے لگا پانوں رکھتے ہی چت گر پڑا حاتم نے چاہا کہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھائے

اتنے میں اُس کا منھ زرد ہو گیا آنکھیں پتھرا گئیں ہاتھ پانوں سخت ہو گئے اُس کا یہ احوال دیکھکر حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مرگیا آنکھوں میں آنسو بھر لایا بے اختیار رونے لگا کہ اتنے میں زمین تڑق گئی اور وہ جوان اُس میں سمایا وہیں وہ جگہ سبز ہو گئی اس ماجرے کو دیکھ کر حاتم نے سجدہ شکر کیا اور کہا کہ دنیا فانی ہے سب کو مرنا ہے واقعی اب کو وندا کی حقیقت کماحقہ معلوم ہوئی بس یہاں سے چلیے یہ دُھن باندھ کے روانہ ہوا تمام دن پھرا مگر اُس کھڑکی اور قلعہ کا کھوج کہیں نہ ملا خدا جانے کھڑکی کیا ہوئی اور قلعہ کدھر گیا چند روز تک حیران و سرگرداں بے آب و دانہ رہا غرض چلنے سے مایوس ہو کر دل میں کہنے لگا کہ اے حاتم تیری موت یہاں لائی ہے جو تو بے بلائے آیا کیونکہ نہ اب وہ قلعہ ہی نظر آتا ہے نہ وہ پہاڑ نہ وہ شہر اتنے میں دریا کے کنارے جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ وہ بڑے زور شور سے بہہ رہا ہے اور اسکا چھور نہیں ملتا ہے یہ نہایت متفکر ہوا اور کہنے لگا یا الٰہی اب اس سے کیونکر پار اُتروں تیرے سوا کون بیڑا پار کریگا اتنے میں ایک ناؤ نظر آئی کہ ادھر ہی چلی آتی ہے اُس نے جانا کہ کوئی ملاح لیے آتا ہے جب کنارے آ لگی تو اُس پر کسی کو نہ دیکھا متعجب ہوا پھر شکر خدا بجا لا کر سوار ہو لیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان میں کچھ لپٹا دھرا ہے بھوکا تو تھا ہی فوراً ہاتھ بڑھا کر کھولا تو دو روٹیاں اور مچھلی کے کباب گرما گرم پائے چاہتا تھا کہ کھائے پھر یہ دھیان آیا کہ شاید ملاح نے اپنے واسطے نہ رکھا ہو پرایا حق کھانا خوب نہیں اتنے میں ایک مچھلی نے دریا سے سر نکال کر کہا کہ اے حاتم یہ روٹیاں اور کباب تیرا ہی رزق ہے شوق سے کھا کچھ اندیشہ جی میں نہ رکھ یہ کہکر غوطہ لگا گئی حاتم نے اسی وقت اُس کو نوش جان کیا پانی پیا اور سجدۂ شکر بجا لایا وہیں ایسی ایک آندھی چلی کہ تین دن میں کشتی کو کنارے پر لے گئی حاتم خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا اُس پر سے اترا اور دل میں کہنے لگا کہ شہر کی راہ کہاں ہے جو وہاں جا کر اس جوان کی حقیقت لوگوں سے بیان کروں غرض سات رات دن چلتے چلتے گزر گئے اُس نے کہیں سراغ راہ و آب و دانے کا نام و نشان نہ پایا بلکہ ایک درخت بھی نہ دیکھا کہ جس کی پتی چباتا حیران و سرگرداں چلا جاتا تھا کہ ایک پہاڑ عظیم الشان نظر آیا اسی کی طرف متوجہ ہوا تین دن کے بعد اُس کے نیچے جا پہنچا اور جب سر کو اُٹھا کر دیکھا اُس کے نیچے لہو بہتا پایا فکر کرنے لگا کہ کوئی یہاں نہیں ہے جس سے اس کا احوال پوچھوں آخر ناچار ہو کر پہاڑ پر چڑھنے لگا بارہ دن کے بعد اُس پر جا پہونچا تو ایک میدان کشف دست دکھائی دیا کہ وہاں کی خاک اور جانور چرند اور پرندے بیربہوٹی کی طرح لال ہو رہے ہیں

حاتم بھوک پیاس بھولا اور قدم بڑھائے چھ کوس چلا ہی گیا کیا دیکھتا ہے کہ لہو کا ایک دریا لہریں لے رہا ہے اور اُس میں جتنے جانور ہیں ایسے سُرخ ہو رہے ہیں گویا لہو سے بنے ہیں گھبرایا کہ اس دریا سے کیونکر پار ہو نگا ناچار کنارے کنارے چل نکلا کہ کہیں اس سے پار اُترنے کا قابو ملیگا جب بھوک لگتی تو شکار کر کے کھاتا جب پیاس لگتی تو مہرہ منھ میں رکھ لیتا ایک مہینہ اسی طرح سے گذر گیا ایک اسی جگہ پہونچا کہ جہاں دریائے خون کے سوا نہ زمین تھی نہ درخت نہ چرند تھے نہ پرند جی میں کہنے لگا اے حاتم ایک مہینے تک تو نے یہ کچھ رنج و الم سہے کہ پاؤں چلنے سے رہے پر نہ گھاٹ نظر آیا اگر دس برس تک یوں ہی پھریگا دریائے خون کے سوا کچھ نہ دیکھے گا خدا کے کارخانے میں دم مارنا آسان نہیں اور جن چیزوں کو اس نے چھپایا ہے اُن کا کھولنا امکان نہیں اگر وہی فضل کرے تو یہاں سے سلامت منزلِ مقصود کو پہونچے ورنہ تجھ سے کچھ تدبیر نہیں ہو سکتی حیف ہے کہ وہاں بیچارہ منیر شامی تیری راہ تک رہا ہے اور تو یہاں اس گرداب بلا میں پڑا سسک رہا ہے لیکن اس سے سخت حیرانی ہے کہ کوہ ندا کی خبر حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کو کیونکر ملے وہ جو اس کی خبر لانے کے لیے لوگوں کو بھیجتی ہے اور بیابانِ محنت میں ڈالتی ہے یقین ہے کہ اکثر اُس کی خبر لینے کو آئے ہونگے پر ناچار محروم ہی پھر گئے ہونگے اتنے میں یہ سوچ کر کہنے لگا کہ تو نے کچھ اپنے حظِ نفس کے واسطے یہ کام نہیں کیا بلکہ ایک بندۂ خدا کے لیے تو یہاں تک آیا ہے اُس کے کرم سے اُمیدوار رہ وہ تجھ کو اس بلا سے نجات دیگا اور البتہ مراد کو پہونچائیگا اسی ادھیڑبن میں تھا کہ کوئی چیز دریا میں نمودار ہوئی حاتم اُسی کی طرف بنظر غور دیکھنے لگا کہ شاید یہ کوئی جانور ہے یا لکڑ بہا چلا جاتا ہے جب تک اور قریب آئی دیکھا تو کشتی ہی تھی خدا کا شکر کیا اور سوار ہو لیا پھر ایسی ہی روٹیاں اور کباب بدستور پائے بے تامل کھایا اور خدا کی حمد بجا لایا جب کشتی منجدھار کے قریب جا پہونچی زور سے ہوا چلنے لگی اور موجیں بڑی بڑی اُٹھنے لگیں حاتم ڈرا اور خدا کو یاد کرنے لگا آخر آنکھیں بند کر کے ناؤ میں لیٹ گیا اتنے میں وہ کشتی منجدھار پر آ گئی تب اُس کی لہریں مانند شعلہ آتش بلند ہوئیں کہ فلک تک جانے لگیں یہ اور بھی بیچواس ہو گیا قریب تھا کہ مارے خوف کے جی ڈوب جائے بلکہ جان کی نوبت آئے غرض سات دن اسی تلاطم میں گزر گئے آٹھویں روز کشتی کنارے پر آ لگی حاتم اُترا ناؤ اُلٹی پھر گئی حاتم کنارے کنارے چلنے لگا اور دل میں کہتا تھا کہ یہ راز کچھ نہ کھلا کہ یہ کشتی کون لایا ہے اور کباب روٹی کون دھر گیا سات روز تک اُٹھتے بیٹھتے چلا گیا کہ

دور سے ایک چیز سفید مانند امواج دریا نمایاں ہوئی حاتم جھجک کر رہ گیا آگے بڑھ کر گیا دیکھتا ہے
ایک دریا نہایت شفاف لہریں مار رہا ہے اور چمکتا ہے کہ گویا کسی نے چاندی گلا کر بہائی ہے حاتم
تشنگی سے جان بلب تھا کنارے پر آ بیٹھا اور اس میں بایاں ہاتھ ڈالا جس وقت نکالا پانی تو نہ
پایا مگر ہاتھ چاندی کا ہو گیا ہر چند اسکو داہنے ہاتھ سے پاک کیا لیکن وہ اسی طور پر رہ گیا بلکہ
بوجھ ہو گیا تب حاتم نے کہا کہ یہ عجب دریا ہے اگر غوطہ ماروں تو تمام چاندی کا ہو جاؤں لیکن مارے
بوجھ کے چلنا پھرنا نہایت مشکل ہوگا آخر سر بزانو ہو کر بیٹھ گیا جوش اضطراب سے کبھی داہنی
طرف دیکھتا تھا اور کبھی بائیں جانب اور کبھی گریبان میں منھ ڈال دیتا تھا اتنے میں کشتی اسی طرح
سے کنارے پر آ پہونچی یہ ہوش میں آ کر بسم اللہ کر کے چڑھ بیٹھا ایک طباق حلوے کا
گرما گرم پاک و پاکیزہ نظر آیا اس نے اپنی طرف کھینچ لیا اور خوب سا کھایا پھر پاؤں پھیلا کر با آرام
تمام سو رہا کتنے دن کے بعد کشتی کنارے پر جا پہونچی اتر کر آگے بڑھا پر ہر وقت اپنا ہاتھ دیکھا
کرتا تھا چار دن کے بعد ایک پہاڑ نمودار ہوا اس نے جانا کہ یہ نزدیک ہے حالانکہ وہ ایک مہینے
کی راہ پر تھا غرض شکار کرتا ہوا اور میوہ کھاتا ہوا چلا جاتا تھا جب وہ تین دن کی راہ پر گیا سنگریزے
سفید و زرد و سرخ و سبز نہایت خوشرنگ نظر آنے لگے اس سے جو آگے بڑھا تو الماس و زمرد
و لعل جابجا پڑے تھے اسوقت طمع نے لیا کتنا جواہر قسم اول کا اٹھا کر جیب و دامن میں ڈال لیا
اور آگے چلا تھوڑی دور چل کر گیا دیکھتا ہے کہ اس جواہر سے بھی بیش قیمت بہت سا پڑا ہے
اسکو پھینک دیا اسکو جیب و دامن میں بھر لیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ جواہر شہروں میں پہونچے تو
اسکی قیمت کوئی نہ دیسکے اسی خیال سے چلا گیا آخر اس کے بوجھ سے تھک کر کسی جگہ بیٹھ گیا
اور کئی لعل و زمرد و الماس بیش قیمت جو سب سے بڑے تھے جن لیے باقی وہیں پھینک دیے پھر راہی
ہوا ایک چشمہ پر جا پہونچا اس کے کنارے بیٹھ گیا اپنے ہاتھ دھوئے اتنے میں بائیں ہاتھ پر
جو نظر پڑی تو اسکو جیسا تھا ویسا ہی پایا ناخن چاندی کے رہے خدا کا شکر کیا اور کہنے لگا کہ
یا الٰہی اس دریا میں تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا تھا اس چشمے میں حالت اصلی پر آ گیا اسمیں کیا بھید ہے
اتنے میں رات ہو گئی اس جگہ پر فور رہا ایک دو شخص اس چشمہ سے نکلے کہ ان کے سر آدمی کے مانند
تھے اور پاؤں ہاتھی کے سے تھے اور ناخن شیر کے سے رنگ نہایت سیاہ حاتم ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا
کہ یہ کیا بلا ہے اگر بھاگوں تو شرم دامنگیر ہوتی ہے اور ٹھہر نہیں سکتا دیکھیے تقدیر میں کیا ہے
یکایک تیر و کمان اٹھا کر تیر مارا ایک نے پکڑ لیا چاہتا تھا کہ دوسرا تیر مارے انھوں نے

فریاد کی کہ اے حاتم طائی تو اپنی جان کے ڈر سے ہمیں مارتا ہے ہم بھی خدا ہی کے بندے ہیں تجھے ایذا دینے نہیں آئے تھے اُس نے تیر و کمان کو ہاتھ سے ڈال دیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا پھر دل میں اندیشہ کیا کہ اُن کو تجھ سے کیا کام ہے جو ادھر آتے ہیں تیر اُنھوں نے درمیان ہی میں پکڑ لیا اگر دوسرا تیر مارونگا کاہے کو کارگر ہوگا اتنے میں وہ نزدیک آکر کہنے لگے اے حاتم تجھ کو شرم نہیں آتی جو جواہر کی طمع کی وہ بولا میں نے کس کا جواہر لیا کیا لالچ کیا اُنھوں نے کہا کہ فلانے جنگل میں سے تو جواہر لایا ہے اب تک تیرے پاس موجود ہے یہ سُن کر حاتم نے جواب دیا کہ اے یارو خدا کا ملک وسیع ہے اگر میں نے وہاں سے اُٹھا لیا تو کسی کا کیا کچھ تمھارا تو نہیں ہے وہ بولے کہ یہ ایک خلقت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے حاتم نے کہا کہ وہ خلقت کونسی ہے جو انسان سے شریف تر ہوگی بلکہ انسان ہی سب سے بہتر ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ سچ ہے مگر جواہر خالق نے پریوں کے واسطے رکھا ہے کہ وہ اپنے کام میں لائیں اُس نے کہا کیا آدمی اس جواہر کے لائق نہیں جو اسے پہنے اور اپنے تصرف میں لائے میں نے تو لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اُٹھا لیا ہے کہ خدا نے کیا کیا چیزیں کس کس افراط سے جنگلوں میں پیدا کی ہیں سب دیکھیں اور اُس کی صنعت کا کسی طرح انکار نہ کریں اس بات کو سن کر دیووُں نے کہا سچ ہے واقعی تجھ کو لالچ نہیں لیکن اگر سلامت اپنے گھر کو جایا چاہتا ہے تو اُن جواہر سے ہاتھ اُٹھا یہ سنتے ہی حاتم نے سب پھینکدیا اور کہا کہ تم ہی لے جاؤ لیکن حیف ہے کہ میں اس کو بہت دور سے اُٹھا لایا تھا اور بڑی محنت مشقت اس کے لیے کی تھی تم نے بڑا ظلم کیا کہ اس کو مجھ سے لے لیا میں کچھ چرا کر نہیں لایا تھا یہ کیا چلن ہے کہ کسی کی محنت مفت ضائع کیجیے اُنھوں کہا کہ اگر تو اس کو اُٹھانے کی مزدوری چاہتا ہے تو یہ بھی نہیں پہونچتی کیونکہ کسی کے بے کہے اسقدر مال اُٹھانا اور اپنے پاس رکھنا کب روا ہے بلکہ محنت کی گنہگاری دینی پڑتی ہے حاتم یہ باتیں سن کر سر جھکا کے چپ ہو رہا وہ ایک لعل ایک الماس ایک زمرد اپنی اپنی قسم میں جو سب سے بیش قیمت تھا دینے لگے اور بولے کہ تجھ کو یہی بہت ہے لے اُس نے لے لیا اور کہا کہ اے بندگان خدا برائے خدا مجھ کو راہ بتاؤ جو میں کسی طرح سے اپنے ملک کو پہونچوں وہ بولے اے جوان غنیمت جان جو تو صحیح و سلامت آیا اور جیتا جاگتا چلا کیونکہ اس حد سے آج تک کوئی جان سلامت لے کر نہیں گیا اب اسقدر اندیشہ نکر کیونکہ تیری عمر بڑی ہے اس سے آگے ایک جواہر کا دریا ملیگا اُس کے بعد دریائے آتش اگر ان سے صحیح و سلامت اُتر گیا تو مقرر اپنے ملک میں پہونچنے کا مگر

کسی چیز کا لالچ نہ کرنا اسی میں تیری سلامتی ہے خدا نخواستہ اگر کسی چیز پر دل دوڑائیگا تو اپنے کیے کی سزا پائیگا یہ کہہ کر وہ پانی میں اُتر پڑے اُس کی نظر سے چھپ گئے حاتم اُسی مقام پر بیٹھا تمام رات اللہ اللہ کیا کیا صبح کو وہاں سے اُٹھکر آگے بڑھا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک دریا دکھائی دیا کہ اُس کا تمام پانی مثل آب زر تھا بارے اُس سے صحیح وسلامت پار اُتر گیا چند روز کے بعد ایک اور دریا نظر آیا یہ اس کو دیکھکر نہایت شاد ہوا اس واسطے کہ بہت پیاسا تھا جب اُس کے نزدیک پہونچا نگاہ کی تو اُس کے کنارے ہزاروں موتی سنگریزوں کی طرح پڑے تھے لیکن ہر ایک انڈے کے برابر تھا کہ اُن کی چمک سے آنکھیں جھپکی جاتی تھیں اور قیمت کا تو ٹھکانا نہ تھا حاتم لالچ میں آکر چاہتا تھا انہیں اُٹھائے اتنے میں اُن دیووں کی نصیحت یاد آئی ڈر کر اُس حرکت سے باز رہا اور اُس کے کنارے پر بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہے کہ اُس کا پانی دودھ اور شہد کے مانند ہے پیاسا تو تھا ہی خوب سا پیٹ بھر کر پیا غرض اُس سے بھی بخوبی گذر گیا اور آگے بڑھا کہ دور سے ایک روشنی نظر آئی گویا کہ سونے کا ایک تختہ ہوا میں چمک رہا ہے اُسی کی طرف چلا ایک مہینے کے بعد قریب جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ سونے کا ایک پہاڑ آسمان سے لگا جھمجھما رہا ہے یہ اُس پر چڑھ گیا وہاں ہر ایک درخت سونے کا پھولا پھلا دیکھا متعجب ہو تین روز تک اُس پر چلا گیا یکایک میدان وسیع نظر آیا کہ اُس کی تمام زمین سنہری تھی پھر اُس سے آگے بڑھا تو سونے کا ایک محل نہایت خوش اسلوب دیکھا جب قریب پہونچا دروازہ کھلا پایا اندر چلا گیا وہاں باغ نہایت پر فضا گل و ثمر سے بھرا نظر آیا اُس میں سونے کے ہزاروں درخت چمک رہے تھے اور اُن میں جڑاؤ میوے دمک رہے تھے حاتم دیکھکر حیران ہوا اور صانع کی صنعت کا شکر کہنے لگا پھر تھوڑا سا میوہ توڑ کر کھایا کہ ایک حوض نظر آیا اس کا پانی صاف اور شفاف مانند بلور تھا اُس کے کنارے پر جا بیٹھا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ یہ باغ کس کا ہے اور اس کا مالک کون ہے کس سے پوچھیے اتنے میں کئی پریاں بھانتی بھانتی کی پوشاک اور جڑاؤ گہنے سے آراستہ جلوہ گر ہوئیں اور حاتم کو دیکھتے ہی مسکرا کر حیران سی رہ گئیں کہ یہ مکان کہاں اور آدم زاد کہاں حاتم بھی اُن کو دیکھ کر حیرت میں آیا کہ الٰہی یہ کیا حسن ہے جو تو نے ان کو بخشا وہیں ملکہ زرین پوش یاد آئی کہ وہ بھی ایسا حسن رکھتی ہے خدا اُس سے جلد ملائے اور اُس کا جمال جلد دکھائے

القصہ ان سے کہنے لگا کہ اے خدا کے بندو تم کون ہو سچ کہو اور اس جگہ کا بادشاہ کون ہے بتاؤ انھوں نے کہا کہ یہ محل پری نوش کا ہے اتنے میں وہ آن

پہونچی حاتم اُس کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا وہ اُس کے سرہانے آکر کھڑی ہوئی اور کہنے لگی ارے کوئی ہے جلد آکر اس کے منھ پر گلاب چھڑکو وہیں ایک نازنین دوڑی گئی اور جڑاؤ گلاب پاش لاکر اُس کے منھ پر گلاب چھڑکنے لگی حاتم ہوش میں آیا پھر پری نوش لب ایک تخت مرصع پر جا بیٹھی اور اُس کو ایک کرسی جواہر نگار پر بٹھا کر کہنے لگی کہ اے جوان خوشرو سچ کہہ تو کہاں سے آیا ہے کس کام کے ارادے پر یہاں تک پہونچا ہے اور اب کدھر جائیگا حاتم نے اپنا تمام احوال ابتدا سے انتہا تک اُس کے سامنے بیان کرکے پوچھا کہ اس مکان کا مالک کون ہے اور اس پہاڑ کا نام کیا ہے پری نوش لب نے کہا کہ اس پہاڑ کو کوہ زریں کہتے ہیں مکان شاہ پال بادشاہ کا ہے اور اُس کی ایک بیٹی کا آسا نام ہے میں بھی اُس لڑکی کی ایک خواص ہوں چنانچہ ساتواں روز میری باری کا ہے اُس روز میں اس کی خدمت

تصویر وارد ہونا حاتم کا ایک حوض پر اور آنا پری نوش لب کا اور بیٹھ کر تخت مرصع پر احوال پوچھنا



میں حاضر رہتی ہوں اور یہ مکان کوہ قاف سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ یہ دنیا کی حد میں ہے اور یہ جو دور سے دکھائی دیتا ہے اُسی کا قلعہ ہے غرض چار روز تک حاتم کو مہمان رکھا انواع و اقسام کے کھانے میوے کھلائے اور بہت سی مدارات کی پانچویں روز کہا کہ یہ

کہ یہان سے تشریف لے جاؤ حاتم اُس پری سے رخصت ہوکر پہاڑ ہی پہاڑ چلا دس بیس دن
کے بعد پہاڑ سے اتر کر کسی جنگل میں جا پہونچا وہان سونے کا ایک دریا دکھائی دیا کہ اُس کا پانی
گلے ہوئے سونے کی صورت لہریان لے رہا ہے اور اُس کی موجین آسمان سے ٹکرین لے رہی
ہیں یہ دریائے فکر مین غرق ہوکر اُس کے کنارے بیٹھ گیا کہ اس سے کیونکر پار ہو جیسے اتنے
مین سونے کی ایک ناؤ دور سے نظر آئی اور جھٹ سے کنارے پر پہونچی حاتم نے خدا
کا شکر کیا اور اُس پر بیٹھ گیا وہین ایک طباق گرما گرم حلوے سے بھرا ہوا نظر آیا بھوکا تو
تھا ہی کمال رغبت سے کھایا چاہتا تھا کہ دریا مین ہاتھ ڈال کر پانی پئے ڈرا کہ مبادا ہاتھ
سونے کا نہ ہو جائے کھینچ لیا پھر ایک کٹورا بغل سے نکال کر بھرا از بسکہ تشنگی غالب تھی تھوڑا سا
پانی حلق کے اندر ٹپکایا اتنے مین کیا دیکھتا ہے کہ کٹورا اور دو چار دانت سونے کے
ہو گئے غرض چالیسوین دن کشتی کنارے پر پہونچی حاتم نے کنارے اُتر کر شکر کا دوگانہ ادا کیا
اور آگے بڑھا سات روز تک چلا گیا اور ایسے ایسے عجائبات دیکھے کہ اتنی مدت
مین نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے آٹھوین دن پتھرون کے میدان مین جا پہونچا وہان کا ہر
ایک کنکر پتھر ایسا گرم تھا گویا آگ سے ابھی نکلا ہے بمشکل چند قدم چلا آخر طاقت نہ
رہی مجبور ہوکر بیٹھ گیا مارے گرمی کے ہونٹھ سوکھ گئے بلکہ تمام بدن جل اٹھا تب تو نہایت
بیقرار ہوکر مُہرہ منھ مین رکھ لیا پر کچھ فائدہ نہ دیکھا آخر اُسکو نکال کر پھینک دیا اور آپ
زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا یہانتک کہ بیہوش ہو گیا بلکہ قریب مرگ پہونچا منھ
کھل گیا زبان باہر نکل پڑی اتنے مین وہ دونون شخص جو جواہر لے گئے تھے پیدا ہوئے اور
اسکو اٹھا کر آب شیرین اور سرد پلایا حاتم ہوش مین آیا آنکھین کھولکر دیکھا وہین وہ دونون شخص
نظر آئے بولا اے یارون آفرین ہے کہ وقت پر پہونچے اور بڑی مدد کی اب کہو کس طرف جاؤن
یہ گرمی کس سبب سے ہے انھون نے کہا اس سے آگے دریائے آتش ہے یہ گرمی اُسی کی ہے
پر رستہ یہی ہے چلا جا خدا کی قدرت سے اپنے ملک مین پہونچ جائیگا راہ بتلانا ہمارا کام نہین
مگر اتنا ہو سکتا ہے کہ یہ آگ دھیمی ہو جائے اُس نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہو سکے قصور نہ کرو یہ بھی احسان
سے خالی نہین ہے تب انھون نے ایک مہرہ نکال کر حاتم کو دیا اور کہا آگے دریائے آتشین ہے
اگر اسکو اپنے منھ مین رکھیگا تو آگ تجھ پر کارگر نہ ہوگی ٹھنڈے ٹھنڈے چلا جائیگا پر یہ یاد رہے
کہ دریا کے پار ہوتے ہی اس مہرے کو پھینک دینا یہ کہکر حاتم کی نظر سے غائب ہو گئے

وہ رات کی رات وہین رہا صبح کو منہ مین مہرے کو رکھکر آگے چلا تین روز کے بعد سامنے سے آگ
کے معلوم ہونے لگے یہ ڈرا اور بعظمتہ للہ کہکر آگے بڑھا جب کنارے پر پہونچا تو کیا دیکھتا ہے
کہ شعلے کی لہرین آسمان تک جاتی ہین اور آتی ہین حاتم مدہوش سا ہوکر کبھی آسمان کو دیکھتا تھا
کبھی زمین کو اتنے مین ایک ناؤ بہتی کنارے آلگی وہ دل میں خدا کی حمد کرنے لگا کہنے لگا
کہ یہ دیدۂ و دانستہ آپ کو آگ مین ڈالنا ہے پر کیا کرون راہ یہی ہے خدا آسان کریگا ورنہ جو
اسکی رضا یہی ہے تو راضی رہا چاہیئے تن بتقدیر کشتی پر جا بیٹھا اور منہ مین مہرہ رکھ لیا اتنے مین ایک
قاب نان وکباب سے بھری ہوئی دیکھی اسکو بے اختیار کھینچا اور پیٹ بھر کھایا غرض کشتی چلی
جاتی تھی یہ ڈر کے مارے کبھی آنکھین نہ کھولتا تھا جو کبھی کھل جاتی تھین تو جان نکلنے لگتی تھی
وہین بند کر لیتا تھا قصہ کوتاہ ناؤ دریا کے بیچ دھار میں آپہونچی اور چکی کی طرح پھرنے لگی حاتم
کو یقین ہوا کہ اب ڈوبتی ہے خدا کی یاد مین مشغول ہوا اور آنکھون پر پٹی باندھ کر سر بزانو ہو گیا
کہ اب جینا نہین بچتا بارے بفضل الہی سے تین دن کے بعد کشتی کنارے پر جا لگی حاتم اتر پڑا
آنکھین کھولکر جو دیکھتا ہے تو نہ وہ دریائے آتشین ہے اور نہ وہ کشتی ایک سہانا سا جنگل
نظر آتا ہے مہرے کو منہ سے نکال کر پھینکدیا اور آگے چلا تھوڑی سی راہ طے کی تھی جو معلوم ہوا کہ
سواد یمن ہے نہایت شاد ہوکر شکر کیا پھر کسی گانوں کیطرف گیا وہان ایک کھیت پر کھڑا ہوکر
کسان سے کہنے لگا کہ یہ نواح کس شہر کی ہے اس نے کچھ جواب نہ دیا اور ٹکٹکی باندھکر اس کا
منھ دیکھنے لگا حاتم بولا اے عزیز تو بہرا ہے کہ نہین سنتا اسنے عرض کی کہ تیری صورت میں اپنے
حاتم بادشا ہزادے کی سی دیکھتا ہون حاتم نے یہ سن کر کہا تو کون ہے اور کیا جانتا ہے وہ بولا
اے جوان یہ ملک یمن ہے اور حاتم ہمارا شہزادہ ہے اسکا باپ طے نام یہان کا بادشاہ ہے لیکن
شاہزادے کو سات برس ہوئے کہ اس ملک سے نکل گیا ہے ایک مرتبہ اسکی خبر زرین پوش سے پہونچی
تھی اس سے ہر ایک شخص کو تسکین ہوتی تھی اب تو اسکے باپ ماں اور اقربا کا نہایت برا احوال
ہے ہر ایک پر اپنی زندگی وبال ہے خصوصاً ملکہ زرین پوش کی تو جان ہی پر آبنی ہے دیکھیے اس
کی ملاقات ہونے تک جیتی رہتی ہے یا نہیں حاتم نے کہا چند روز ہوئے کہ میں تمھارے
شہزادے سے راہ مین ملا تھا وہ خیر و عافیت سے ہے تو یمن مین جا کر اس کی طرف سے چھوٹے
بڑے کی خدمت مین دعا سلام پہونچا کر یہ کہنا کہ حاتم شاہ آباد کیطرف گیا ہے پھر کہا اے دہقان
مین بہت پیاسا ہون تھوڑا سا پانی پلادو جلدی سے ایک پیالہ دودھ کا اور ایک چھاچھ کا لے آیا

حاتم نے نہایت مزے سے پیا اور کہا ہزار شکر ہے کہ مدت کے بعد میں نے اپنے ملک کو دیکھا اور یہ نعمت کھائی پھر اٹھ کھڑا ہوا اور شاہ آباد کا راستہ لیا تھوڑے دنوں میں وہاں جا پہونچا لوگ دوڑے اور حسن بانو کو اس کے آنے کی خبر دی اُس نے پردہ کر کے اندر بلا لیا اور ایک سونے کی کرسی پر بٹھا کر کہا آفرین ہے اے جوان کیا خوب ہوا جو تو آیا بارے کوہ ندا کی خبر کہہ اور وہاں کے بھید سے مجھے آگاہ کر حاتم نے نئے سر سے قصہ شروع کیا اور آخر تک کہہ سنایا حسن بانو نے کہا سچ کہتا ہے ولیکن کچھ نشان بھی دکھا کہ یقین آجائے حاتم نے بایاں ہاتھ دکھا دیا کہ یہ سب چاندی کا ہو گیا تھا پر میں ایک دن کسی آب زلال کے چشمے پر پہونچا اور اُسکو دھویا یہ اپنی صورت پر آ گیا لیکن ناخن اب تک چاندی کے ہیں دوسرا نشان یہ ہے کہ دریائے زرّین کے پانی سے ہی چار دانت سونے کے ہو گئے ہیں اور وہ تینوں قسم کے جواہر بھی دکھا دیے تب حسن بانو نے بہت آؤبھگت کی اور کھانا نہایت پرتکلف منگوا کر روبرو رکھوایا حاتم نے کہا بہتر یہ ہے کہ اسکو میرے ساتھ کر دو میں کاروانسرا میں جا کر منیر شامی کے ساتھ کھاؤں گا پھر وہاں سے اٹھ کر کاروانسرا میں آیا اور منیر شامی سے ملکر کھانا مزے سے باہم کھایا اور اپنی سرگزشت مفصل بیان کی اُس نے اُس کی ہمت اور جوانمردی کی نہایت تعریف اور توصیف کر کے بہت سا عذر کیا حاتم نے دو تین دن آرام کر کے حمام کیا اور نئے کپڑے پہنکر حسن بانو کے پاس گیا دربانوں نے خبر کی اس نے اسی طور سے پردہ کرا کے بلا لیا اور کرسی جواہر نگار پر بٹھایا حاتم نے کہا صاحب ابکا چھٹا سوال کیا ہے اُس کو بھی کہو تاکہ میں پورا کر دوں یہ بات سن کر حسن بانو نے کہا کہ ایک موتی میرے پاس ہے اُس کے برابر کا دوسرا تلاش کر کے لا دے حاتم نے کہا میں اُسے ذرا دیکھوں اُس نے منگوا کر دکھا دیا دیکھا تو وہ مرغابی کے انڈے کے برابر تھا حاتم نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے اسے نہ دیگی لیکن نمونہ حوالہ کر جو اُسکے برابر ڈھونڈھ لاؤں حسن بانو نے ایک موتی چاندی کا اتنا بڑا نکالکر حاتم کو دیا وہ اُسکو لے کر کاروانسرا میں آیا اور منیر شامی کو دکھا کر کہنے لگا کہ حسن بانو اب اتنا بڑا ایک موتی مانگتی ہے میں نے تو اتنا بڑا موتی اپنی عمر میں نہ دیکھا نہ سنا ہے خدا جانے کس دریا میں اور کس جگہ پیدا ہوتا ہے منیر شامی نے کہا بھائی جس جگہ ایسا موتی پیدا ہوتا ہے پہلے اس مکان کو تحقیق کر لو تب جاؤ حاتم نے کہا پوچھنا کچھ ضروری نہیں مجھ کو میرا خدا وہاں پہونچا دیگا جس نے اتنی مشکلیں آسان کی ہیں وہ اسے بھی آسان کریگا یقین ہے کہ میں اُس دریا پر پہونچونگا اور ایسا موتی لے آؤنگا میں خالق پر توکل کیے ہوں اور اُس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا منیر شامی

نے اس بات پر بہت سی آفریں کی اور کہا کہ چند روز ابھی آرام کرو ناچار ہو کر حاتم نے کہا بھائی آخر یہ کام ہمیں کو کرنا ہے پھر دیر لگانی کیا ضرور آخر حاتم منیر شامی سے رخصت ہو کر ویسے موتی کی تلاش میں روانہ ہوا

چھٹا سوال حاتم کے جانے کا اور مرغابی کے انڈے برابر موتی لانے کا

جب حاتم شاہ آباد سے نکلا پانچ چھ کوس پر جا کر ایک پتھر کی سل پر بیٹھ کر سر بزانو ہوا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ یا الٰہی ایسا موتی کس دریا میں سے ہاتھ لگے گا مگر تو ہی فضل کرے تو وہ گوہر نایاب ملے اتنے میں شام ہو گئی ایک جوڑا ناطقہ کا ہفت رنگی کہ جس کے بسیرے کا مقام دریائے قہرمان کے کنارے تھا قدرت الٰہی سے ایک درخت پر وہاں آبیٹھا مادہ بولی کہ ہم کو یہاں کی آب و ہوا خوش نہیں آتی اگرچہ اس جگہ ہمارے کھانے پینے کی چیزیں قسم قسم کی ہیں بہتر یہ ہے کہ یہاں سے اڑ چلیں نر نے کہا کہ میرا قصد تو یہ تھا کہ چند روز اس جنگل میں رہوں پر تیرے کہنے سے اب صبح کو اپنے وطن چلوں گا خاطر جمع رکھو ایک گھڑی چپکی رہ مادہ نے پھر کہا کہ یہ شخص کون ہے جو اس جنگل میں پر جھکائے غمگین و متفکر بیٹھا ہے نر بولا یہ حاتم یمن کا شہزادہ ہے کیا کرے حق اس کی جانب ہے جسقدر غمگین ہو بیجا نہیں کیونکہ اس کو مرغابی کے انڈے کے برابر موتی کی تلاش ہے اپنے لیے نہیں بلکہ خدا کی راہ پر غیر کے واسطے اس نے کمر باندھی ہے منیر شامی شہزادہ حسن بانو پر عاشق ہوا ہے وہ سات سوال رکھتی ہے شہزادہ نہ سوال پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہے نہ اس کے چھوڑنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس سبب سے دیوانہ دار پھرتا پھرتا صحرائے یمن میں جا نکلا تھا اور یہ بھی شکار کھیلتا ہوا اسی جنگل میں آ پہونچا باہم ملاقات ہو گئی منیر شامی نے اپنا احوال اس سے کہا اس نے ترس کھا کر اسی کے واسطے غربت اختیار کی اور مصیبت اپنے سر پر لی چنانچہ اس کے پانچ سوال پورے کر چکا ہے اب چھٹے سوال کی باری ہے اور اسے اس موتی کا لانا ہے یہ بیچارہ اس درخت کے نیچے اسی سوچ میں حیران بیٹھا ہے کہ کدھر جاؤں اور ایسا موتی کہاں سے لاؤں فی الواقع بے دیکھے راہ کیونکر چلے اور ایسا موتی کس طرح سے پیدا کرے لیکن تو کہے تو میں اس کو راہ بتاؤں وہ بولی اس سے کیا بہتر ہے کہ حیوان کا احسان انسان پر ہو جب مادہ کی مرضی پائی نر کہنے لگا کہ ایسے موتی کی پیدائش یوں ہے کہ اگلے زمانے میں کہتے ہیں کتنے پرندے تیس برس کے بعد دریائے قہرمان کے کنارے انڈے دیتے تھے ان میں سے ایک

شمس شاہ کے ہاتھ آگیا تھا ہر چند کہ وہ آگے سے مال و جواہر بہت سا رکھتا تھا
بلکہ اس نے ایک شہر بھی بڑا سا بسایا تھا اب وہ ویران پڑا ہے اتفاقاً وہی کا خزانہ حسن بانو
کے ہاتھ آیا ہے وہ انڈا اُسی میں تھا جو اس نے پایا القصہ جب جمجاہ قہرمانی مرگیا اور اس کا
ملک کسی اور نے لے لیا اُس کی جورو حاملہ تھی وہ موتی لے کر محل سے بھاگی اور ایک جنگل میں
جا پڑی پہر دن تھا کہ دریائے قہرمان کے کنارے جا نکلی قضا را سوداگر بھی اُس وقت
کشتی پر بیٹھا ہوا وہاں آنکلا اس عورت نے اس کشتی کو دیکھ کر غل مچایا کہ خدا کے واسطے مجھ
بیکس کو بھی ناؤ پر چڑھا لو سوداگر نے رحم کھا کر کنارے پر ناؤ لگا دی اور اس کو بٹھا کر حقیقت
پوچھی اس نے اپنا تمام احوال کہدیا مسعود سوداگر نے اس کو اپنی بیٹی کیا اور شہر میں لے آیا چند روز
کے بعد وہ عورت لڑکا جنی اور اس کا نام برزخ رکھا جب وہ لڑکا ہوشیار ہوا مسعود سوداگر
مرگیا اُس کی سرداری اس لڑکے کو ملی اور ایک مدت تک اُس کے مال و دولت سے لاکھوں سپاہی
نوکر رکھا گیا کئی ہزار گانوں اپنے قبضے میں لایا کہ یک وہاں کا بادشاہ ہوا جب وہ مرگیا حضرت
سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے تب انھوں نے کوہ قاف کی تمام نواحی اور دریائے قلزم اور
دریائے قہرمان اور دریائے زرین و آتشین بلکہ جو کچھ کوہ قاف سے علاقہ رکھتا تھا سب کا سب
دیووں پریوں جادوگروں مردم آزاروں کے رہنے کو دیا اور کہا کہ تم سب اسکو آباد کرو آدمیوں کے
شہر کی طرف نہ جاؤ چنانچہ وہ جزیرے اور شہر انھیں قوموں سے آباد ہیں آدمی کو وہاں سے کچھ
تعلق نہیں غرض رفتہ رفتہ وہ موتی ہشام پری سرخ کلاہ کے ہاتھ لگا تھا اب ماہ یار سلیمانی جو
آدمی اور پری سے پیدا ہوا ہے اُسی نے لیا ہے بالفعل ہلکی استقامت برزخ کے جزیرے میں
ہے وہ ایک لڑکی نہایت حسین اور مہ جبین رکھتا ہے لیکن اُسکا بیاہ اس شرط پر ٹھہرا ہے کہ جو
کوئی اس موتی کی پیدائش کا احوال ظاہر کریگا میں اس لڑکی کو اس کے ساتھ بیاہ دونگا یہ سن کر
ہزاروں پریزاد اس کے پاس آئے پر کوئی اُس موتی کی پیدائش سے آگاہ نہ تھا جو بیان کرتا ہر
ایک مایوس ہو کر پھر گیا اور ماہ یار سلیمانی بڑا عالم اور فاضل ہے اس کے سوا اس وقت کی کتابیں
اُس کے ہاتھ لگی ہیں اس نے انکو پڑھکر اس موتی کی پیدائش کا حال دریافت کر لیا ہے اور اُن
جانوروں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت سے حکم نہیں جو کہیں انڈے دیں اس
واسطے ایسے موتی کا پیدا ہونا موقوف ہے بلکہ اس بات کے کہنے کی بھی منادی ہے پر میں نے
جو اس جوان کو اہل ہمت اور خدا ترس دیکھا اس لیے یہ احوال ظاہر کیا یہ دل سے نیک کا مون

کی سعی مین کمر باندھے پڑا پھرتا ہے یقین ہے کہ اپنی مراد کو پہونچے مادہ نے کہا کہ اس عاجز غریب کی
رسائی دریائے قہرمان تک کس طرح ہوگی کیونکہ وہ دیوؤن کے ملک کی سرحد ہے اس کے سوا اور
بھی آفتین اس راہ مین بہت سی ہیں اس نے کہا کہ اس بے پر و بال کا وہان پہونچنا بشرط حیات
خدا کی قدرت سے کچھ دور نہیں لیکن لازم ہے کہ تھوڑے سے ہمارے پر اپنے پاس
رکھے کس واسطے کہ جب کوہ قاف کی حد میں پہونچے گا تو ایک صحرائے عظیم ایسا ملے گا کہ جس کا
اور چھور نہیں چاہئے کہ اس مین داخل ہونے کے وقت ہمارے لال پر جلا کر پانی میں گھولے
اور اپنے تمام بدن مین مل لے پھر بیدھڑک چلا جائے اس کی بو سے تمام جانور درندے
گزندے بھاگ جائیں گے اس کی صورت بھی دیو کی سی ہو جائے گی جب اس جنگل کو طے
کر کے برزخ کے جزیرے مین پہونچے گا سفید پر جلا کر اس کی راکھ پانی میں گھول کر بدن
مین ملے پھر نہا دھو کر صاف کر ڈالے خدا کے فضل و کرم سے اسی گھڑی اپنی اصلی صورت پر
آجائے گا لیکن وہان کے لوگ اس کو پکڑ کر ماہ یار سلیمانی بادشاہ کے پاس لیجائین گے چاہئے
کہ یہ اپنا مطلب اس سے کہے پر وہ اسی مطلب اصلی کو درپیش کرے گا کہ جو کوئی اس موتی کے
پیدا ہونے کی حقیقت سے مجھ کو اطلاع دے اس کو میں اپنی بیٹی موتی سمیت دوں بہتر یہ ہے
کہ اس ماجرے کو من و عن یاد رکھے بھول نہ جائے ممکن نہیں کہ ماہ یار سلیمانی اپنے قول سے
پھرے کیونکہ وہ وعدے کا بہت سچا ہے مقرر اپنی بیٹی بیاہ دے گا مادہ نے کہا کہ یہ بے
پر ہمارے پر کیونکر پائے اس بات کو سنتے ہی نر نے اپنے بازو پھڑپھڑائے کتنے ہی پر گر پڑے
حاتم نے سب کے سب چن لیے نہایت خوش ہوا پھر وہ مادہ بولی اے نر تو نے کیونکر
جانا کہ یہ شخص اس کام کے واسطے آیا ہے اور اتنے قصے تو نے کیونکر یاد رکھے ہیں
اس نے کہا کہ ہماری قوم میں جتنے نر ہین تمام جہان کا احوال ابتدا سے انتہا تک جانتے ہیں
وہ اور بات چیت کے سوا کچھ نہین جانتے اتنے میں صبح ہو گئی وہ جوڑا اڑ گیا حاتم اٹھ
کھڑا ہوا اور ایک سمت کو چل نکلا دو چار دن کے بعد ایک رات کسی درخت کے نیچے سو گیا
تھا اتنے میں بہت سے جانور فریاد کرنے لگے کہ ہے ہے کوئی خدا کے بندوں میں سے
ہماری داد کو نہیں پہونچتا اس آواز کو سن کر حاتم اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم تو بھی
خدا ہی کا بندہ ہے پس تجھ کو لازم ہے کہ تو چل کر ان کا احوال پوچھے اور مدد کرے یہ سوچ کر
اسی طرف دوڑا جب قریب گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی

ہاتھ پاؤں زمین پر دے دے مار رہی ہے اور چلاتی ہے ۔ اس کو اس حال سے دیکھ کر حاتم نے نہایت دلسوزی سے پوچھا کہ تجھ کو بندگان خدا میں کس سنگدل نے ستایا ہے

تصویر حاتم اور ایک لومڑی کی اور حکایت بیان کرنا اسکا بندریا کی حاتم سے



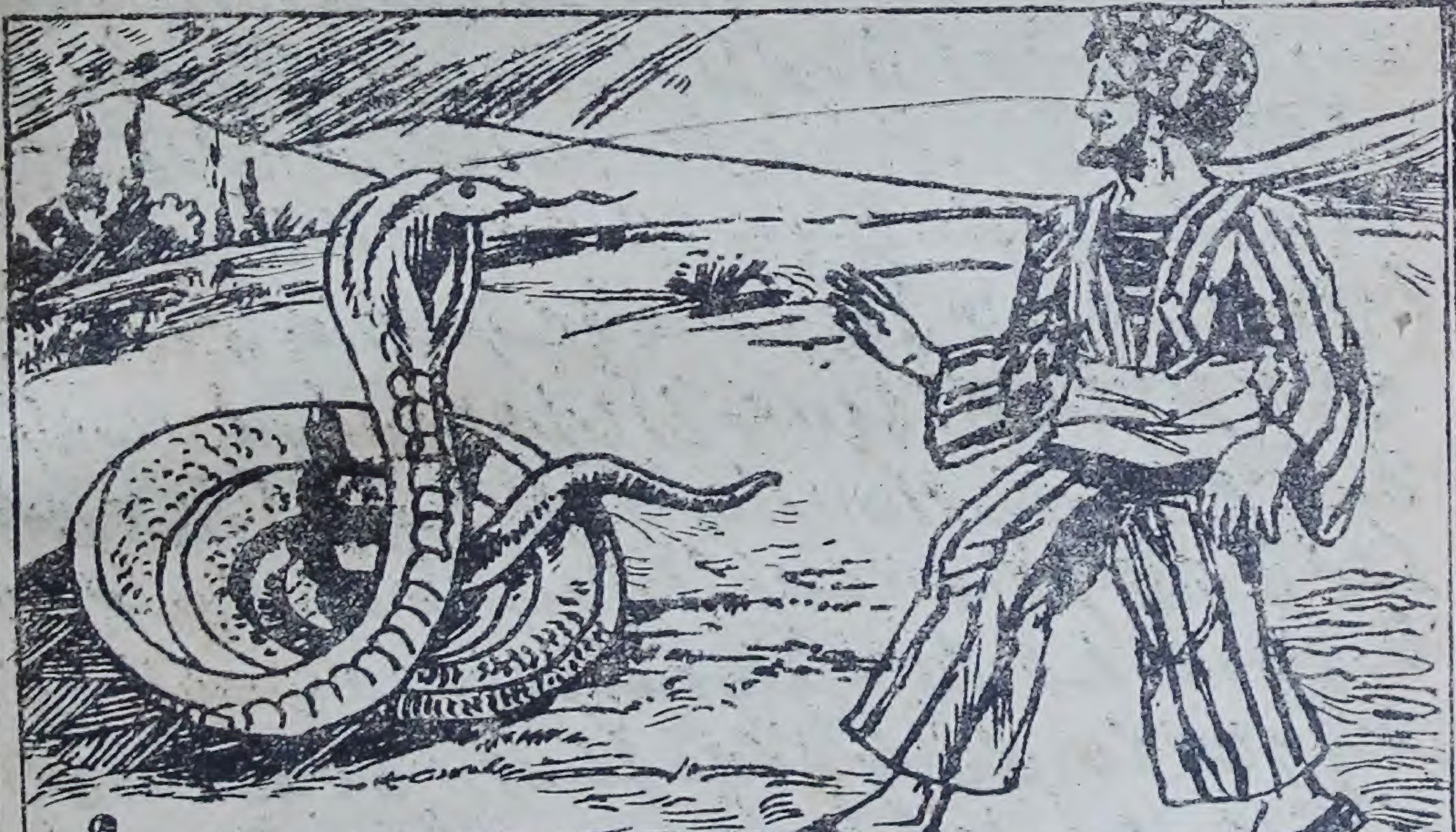
جو اس طرح بلبلا رہی ہے لومڑی نے کہا اے جوان رحمت خدا تجھپر اور تیری ہمت اور دلاوری پر جو تو اس برے وقت میں میرے پاس آیا اور احوال پوچھا حقیقت یہ ہے کہ ایک صیاد میرے نر کو بچوں سمیت پکڑ لے گیا ہے میں ان کی جدائی میں روتی ہوں اور پچھاڑیں کھاتی ہوں بلکہ ہر ایک طرف فریاد کرتی ہوں اس پر بھی کوئی آہ و زاری نہیں سنتا مگر ایک تو آیا ہے سو دیکھیے کیا ہو کیونکہ تو انسان ہے اور میں حیوان ہوں یقین ہے کہ اپنی قوم کی خاطر کریگا حاتم نے کہا کہ تو یہ کیا کہتی ہے ہماری قوم میں انسان سب ایک سے نہیں کتنے ہیں موم دل اور غمخوار کتنے ہیں سنگدل اور مردم آزار اگرچہ میں بھی انسان ہوں لیکن تو سچ کہہ کہ تیرے نر کو اور بچوں کو کون لے گیا ہے لومڑی بولی کہ یہاں سے چھ سات کوس پر ایک گاؤں ہے اس میں ایک بہیلیا رہتا ہے اس کمبخت کا یہی کام ہے پر یہ کچھ معلوم نہیں کہ اس کو ہم غریبوں کے دکھ دینے سے کیا فائدہ ہے یقین ہے کہ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا حاتم نے کہا کہ آندھی کو مودن کے گرانے سے اور ایذا دہندوں کو مردم آزاری کا کیا اندیشہ ہے کہ انھوں نے وہی اپنا پیشہ کیا ہے لازم ہے کہ تو مجھے راہ

بتائے تو مین جاکر تیرے خاوند کو بچون سمیت صیاد سے چھڑا دون اگر ان کے بدلے وہ میرا سر بھی مانگے گا تو عذر نہ کرونگا کیونکہ یہ خدا کی راہ کا سودا ہے لومڑی نے کہا اے جوان اگر مین تیرے ساتھ چلون مبادا تو اُس سے ملکر مجھے پکڑے تو میرا حال بھی اُسی بندریا کا سا ہو حاتم نے کہا کہ اُس کی حقیقت کیونکر ہے بیان کر لومڑی بولی کہ ایک بندریا نے کسی جنگل مین جاکر ایک گڑھے مین بچے دیے تھے اتفاقاً اُس جنگل مین کوئی صیاد جا نکلا بچے اس گڑھے مین اپنے باپ کے ساتھ بیٹھے تھے صیاد نے گھات سے پکڑا اور لیجا کر ایک دولتمند کے ہاتھ بیچ ڈالا ہرچند بندریا حیوانون مین بڑی دانا اور ذوفنون تھی لیکن برے دن جو آگے آگئے ہوشیاری کچھ کام نہ آئی بگڑی کیسی اُس کی صورت یہ ہے کہ بندریا اپنے شوہر اور بچون کی جدائی مین سر پکڑ پکڑ کر روتی پھرتی تھی ایک دن ناچار ہو کر زمیندار کے پاس فریاد کو گئی اُس نے اُسکا حال تباہ دیکھ کر ترس کھاکر کہا کہ اسے کس نے ایذا دی ہے جو ایسی بلبلاتی ہے کسی نے کہا کہ اس کے خاوند کو بچون سمیت فلانا بہیلیا پکڑ لے گیا ہے فلانی جگہ رہتا ہے دہقان نے کہا ابھی تو جاکر اس کے بچون اور نر کو جلدی چھڑا دے اسکے حکم کے بموجب وہ شخص ادھر کو روانہ ہوا بندریا بھی ساتھ ہوئی جب وہ مرد بندریا سمیت گانو مین پہونچا بہیلیا کے دروازے پر جاکر پکارا وہ وہین نکل آیا بندریا نے چاہا کہ اچھلکر اس کے جامے کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اتنے مین اُس دولتمند نے دولت خانے سے نکلکر کہا اے عزیز تو نے اس کے بچون اور نر کو کیا کیا اُس نے عرض کی کہ خداوند کئی دن کی بات ہے کہ مین نے آپ ہی کے ہاتھ بیچے ہین اگر اسکی بیکسی پر رحم کرتے ہو تو انکو اُس کے حوالے کرو اور قیمت مجھ سے پھیر لو اُس نے کہا کہ اب تو بیچے مین ان سے جی بہلاتا ہون کیونکر دون کوئی اور تدبیر بتلا کہ جس سے اُس کو بھی تسکین ہو اور وہ بھی میرے پاس رہین صیاد نے کہا مناسب یہ ہے کہ اسکو بھی پکڑ کر انھین مین بندھوا دیجئے حاصل کلام یہ کہ صیاد نے مکر اور فریب سے بندریا کو بھی پکڑوا دیا جب دہقان نے سنا کہ وہ بھی پکڑی گئی اس کو کہلا بھیجا کہ تو بندریا اور اُس کے بچون اور نر سمیت حاضر ہو وہ ان سبھون کو لیے ہوئے زمیندار کے پاس گیا اُس نے دیکھتے ہی بندریا کے بچون کو پسند کیا کہ میرے پاس رہین نر اور مادہ کو تم لیجاؤ آخر بچون کے درد جدائی سے بندریا مرگئی نر بھی اُس کے غم مین ہلاک ہوا اے جوان انسان کی بیوفائی اور جفاکاری سنی تو نے پھر تیری بات کس طرح باور کرون شاید ایسا ہی سلوک تو مجھ سے کرے اور مجھے ایک بلا مین ڈالدے حاتم نے کہا اے لومڑی اپنی خاطر جمع رکھ مین ان

میں نہیں خدا کی قسم تجھ بدسلوکی نہ کرونگا تو بیدھڑک مجھ کو اس گانوں تک لے چل تاکہ میں
اس شخص سے تیرے خاوند اور بچوں کو چھڑاؤں اس بات کو سنکر وہ خوش ہوئی اور اس کی
ہمت پر آفریں کرکے آگے ہوئی حاتم اس کے پیچھے چل نکلا پہر رات گئے اس گانوں کے قریب
جا پہونچا حاتم نے کہا اب تو یہاں چھپ رہ میں بستی میں جاکر صیاد کو ڈھونڈھ نکالتا ہوں وہ
کسی جھاڑی میں دبکی مار کر بیٹھ رہی حاتم صبح تک یاد الٰہی میں مشغول رہا جب آفتاب نکلا اٹھکر
صیاد کے دروازے پر گیا دستک دی وہ نکل کر یہ کہنے لگا کہ اے جوان تجھے مجھ سے کیا کام
ہے جو ایسا صبح ہی صبح آیا ہے تو تو ہمارے گانوں کا نہیں معلوم ہوتا حاتم نے کہا اے
صیاد مجھے ایک ایسا ہی آزار ہوا ہے کہ جس کا علاج مجھ مسافر سے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک
حکیم نے بتلایا ہے کہ اگر تو لومڑی کا تازہ لہو اپنے بدن پر ملے تو ابھی اچھا ہوتا ہے اسواسطے
میں تیرے پاس آیا ہوں کہ تو اکثر لومڑیوں اور گیدڑوں کا شکار کرتا ہے اگر تیرے پاس لومڑی
کے تین چار بچے ہوں تو مجھے دے اور ان کی قیمت جو چاہے سو لے صیاد نے کہا کہ سات لومڑیاں
میں نے پکڑی ہیں جتنی درکار ہوں ان کو پسند کر یہ کہکر ان ساتوں کو حاتم کے روبرو لے
آیا اس نے سات دیکھکر ساتوں کو لے لیا اور جنگل میں لاکر ہاتھ پانوں کی رسیاں کھولکر چھوڑ دیا
بچے تو کچھ طاقت رکھتے تھے دوڑ کر اپنی ماں کے پہلو سے جا لگے وہ ان کو پیار کرکے نر کے پاس
جو آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ قریب المرگ پہونچا ہے رونے پیٹنے لگی اور سر پر خاک ڈالنے لگی حاتم
نے کہا اے روباہ اب کیوں جزع اور فزع کرتی ہے وہ بولی کہ آج میرے سر کا تاج
ڈھلا جاتا ہے کیونکر نہ سر پیٹوں تو نے نہیں سنا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے سر کا چتر بولتے
ہیں یہ بھوک پیاس سے مرا جاتا ہے حاتم نے کہا کہ اے نادان اسکی عمر اتنی ہی تھی کیونکہ
شیر خوار تندرست رہیں اور یہ ایسا بے طاقت ہو جائے کہ سانس بھی نہ لے سکے لومڑی نے کہا
اس کی یہ حالت میری جدائی اور بچوں کے غم نے پہونچائی ہے اگر ابھی اس کا علاج ہو تو اغلب
ہے کہ نہ مرے حاتم نے پوچھا کہ کونسی دوا ہے بتا کہ تلاش کی جائے اس نے کہا کہ اگر جیتے
ہوئے آدمی کو مار کر اسکا گرم گرم لہو اس کے منہ میں ٹپکاؤ تو ابھی بحال و توانا ہو جائے
حاتم بولا کہ مجھ کو آدمی سے کیا ایسی دشمنی ہے جو حیوان کے واسطے اس سے ماروں اگر تجھ
کو آدمی کا لہو درکار ہے تو کہہ کس جگہ کا چاہیئے ابھی حوالے کردوں اس نے کہا کہیں کا ہو
مگر گرم ہو حاتم نے ترکش سے تیر نکال کر بائیں ہاتھ کی ہفت اندام کھولی اور

کہا کہ اے روباہ جتنا لہو درکار ہو لے وہ اپنے نر کو اسکے پاس لے گئی اور کہا جس قدر اسکے منھ میں ڈالو گے عین مہربانی ہوگی حاتم نے اُس کے کہنے کے موافق اپنا لہو اس قدر پلایا کہ اُس کا پیٹ بھر گیا اور قوت اصلی پر آگیا تب حاتم نے اُٹھ کر پٹی باندھ کر کہا کہ اے روباہ تو مجھ سے راضی ہوئی لومڑی بچوں سمیت اُس کے پانوں پر گر پڑی حاتم اُس کو دلاسا دیکر آگے بڑھا جب بھوک لگتی تھی جنگل کا میوہ کھا لیتا تھا اور پیاس میں ندی نالوں کا پانی پی لیتا تھا ایک مدت کے بعد کسی جنگل میں جا پہونچا آفتاب کی تپش اسقدر تھی کہ مارے پیاس کے بیتاب ہو گیا ہر طرف پانی ڈھونڈھنے لگا کہ ایک چشمہ برف سا سفید دور سے نظر آیا حاتم اشتیاق سے بے اختیار اس کی طرف دوڑا جب نزدیک پہونچا تو کچھ نہ دیکھا مگر دیکھا ایک سفید سانپ گنڈلی مارے بیٹھا ہے چاہتا تھا کہ پھرے جو وہ بول اٹھا

تصویر حاتم اور شمس شاہ پریزاد کی جو بسبب فساد نیت کے ایک سفید سانپ کی صورت میں بن گیا تھا



اے جوانِ حسینی کیوں پھر چلا تو یہاں کس کام کے لیے آیا تھا حاتم نے جو اس کو باتیں کرتے دیکھا گھبرا کر کہنے لگا اے بندۂ خدا میں شدت سے پیاسا تھا دور سے تیرے رنگ کی سفیدی پانی کی طرح جو نظر آئی ادھر چلا آیا اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ کر پھر چلا سانپ نے کہا اے عزیز تجھ کو یہاں سب کچھ میسر ہو جائیگا خاطر جمع رکھ سانپ روانہ ہوا اور حاتم اپنے

دل مین سوچا کہ ہر چند یہ سانپ باتین کرتا ہے پر اس کے ساتھ جانا خوب نہین کیونکہ موذی ہے
اتنے مین یہ خیال گذرا کہ جو کچھ تقدیر مین ہے وہی ہوگا چلا چاہیے اسیطرح آہستہ آہستہ قدم رکھنے
لگا سانپ نے جو دیکھا کہ جانے مین آہستگی کرتا ہے کہا اے مرد خدا کچھ وسواس نہ کر پانوءن اٹھا
حاتم بے کھٹکے اسکے ساتھ روانہ ہوا غرض ایک گلزار جنت بہار مین جا پہونچا وہان کی فضا سے
اسکا جی کھل گیا نہایت باغ باغ ہوا کیونکہ اس قطع کا باغ کہین نہ دیکھا تھا غرض پریون کے
ملک مین پھر ادھر ادھر کی سیر کرتا ہوا ایک چمن مین جا نکلا وہان فرش لگا ہوا نہر انہر بچھا ہوا تھا اور
حوض کے کنارے ایک مسند پر تکلف لگی ہوئی تھی سانپ نے کہا کہ یہان ذرا توقف کرو مین ابھی
آتا ہون یہ کہکر حوض مین گر پڑا ایک دم کے بعد کئی پریزاد سونے چاندی کے خوان جواہر سے
بھرے ہوئے سرون پر رکھے اس حوض سے نکلے حاتم کو سلام کر کے خوان اسکے آگے رکھدیے اس نے
پوچھا کہ اے خدا کے بندو تم کون ہو سچ کہو انھون نے عرض کی ہم اس کے خدمتگار ہین جو تم کو
اپنے گھر لایا ہے اور یہ جواہر تمھارے واسطے بھجوایا لازم ہے کہ قبول کرو اس نے کہا یہ میرے کس
کام کے ہین اسقدر مال مین کیونکر اٹھاؤن اور کس پر لادکر لیجاؤن اتنے مین اور کئی پریزاد اسی
طرح سے کئی خوان جواہر کے لیے ہوئے حاتم کے پاس آئے اس نے پوچھا اس مین کیا ہے
وہ بولے کہ جواہر تحفے کے طریق پر تمھین بھیجا ہے حاتم نے کہا یہ بھی میری نظرون مین نہین سمایا اس
مین اور بہت سے پریزاد سر پر کنگا جمنی خوان زربفت اور بادلے کے خوان پوش سے ڈھانکے
ہوئے اس چشمے سے نکلے اس نے پوچھا اس مین کیا ہے انھون نے عرض کی آپ ہی کے لیے
لائے ہین حاتم نے کہا بہت اچھا مہمان حاضر ہے پر صاحب خانہ کہان ہے وہین وہ سانپ
ایک جوان حسین بنا ہوا چالیس پریزادون کو ساتھ لیے حوض سے نکل آیا حاتم اسکو دیکھ کر
متعجب ہوا کہ یہ جوان خوشرو کون ہے پھر تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اس نے حاتم کو پکڑ کر بائین
شائستہ مسند پر بٹھایا اور پوچھا کہ تم مجھکو پہچانتے ہو وہ بولا اگر کبھی دیکھا ہوتا تو البتہ پہچانتا
اس نے مسکرا کر کہا مین وہی ہون جو تمھین یہان لے آیا ہون حاتم بولا اے عزیز پہلے صورت
سانپ کی تھی اب آدمی کی شکل کیونکر ہوئی اس نے کہا کہ یہ بھید کھانا کھانے کے بعد کھل
جائیگا پھر دسترخوان بچھوا کر کھانا چنوایا اتنے مین چند اور بعضے آفتابہ زر رنجی زبرجد اندر سمیت
دو پریزاد لائے اور ان کے ہاتھ دھلائے تو وہ کھانے مین مشغول ہوئے پریزاد سب
اپنے کامون مین لگ گئے حاتم کھانا کھاتا جاتا تھا اور جی مین کہتا تھا کہ مین نے م

مزے کا کھانا یہاں کھایا ہے یا پری نوش لب کے ساتھ کوہ ندا پر کھایا تھا۔ اغلب کہ یہ شخص بھی پریزاد کی قوم سے ہے جب خاصہ نوش کر چکے خواص عطردان پاندان مرصع لے کے آئے حاتم نے جو عطر ملا اس کا دماغ مہک گیا حیران ہوا کہ بارخدایا ایسی نعمتیں اور ایسی خوشبوئیں تو نے اس قوم کو عطا کی ہیں کہ انسان کو میسر نہیں اس میں کیا حکمت ہے تو ہی جانتا ہے اس کے بعد صاحب خانہ سے پوچھا تمہاری شکل سانپ کی تھی اب پری کی ہوئی اس کا کیا سبب تھا وہ بولا اے جوان میں پری کی قوم سے ہوں اور میرا نام شمس شاہ ہے ایک دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا یوں خیال گزرا کہ اپنا لشکر لیکر آدمیوں کے ملک پر چڑھ جاؤں اور ان کو قتل کر کے ملک چھین لوں کیونکہ وہ ملک نہایت پاکیزہ اور آراستہ ہے یہ سوچ کر اہلکار سے کہا کہ تمام لشکر تیار رہے صبح کو مجھے ایک مہم درپیش ہے اتنے میں رات ہو گئی فراغت کے بعد خوابگاہ میں جا کر آرام کیا صبح کے وقت جو چونکا آپ کو مع تمام لشکر سانپ کی صورت پایا سارے دن ماہی بے آب کی طرح زمین پر تڑپا کیا اور شام سے صبح تک جناب الٰہی میں توبہ کی بارے فضل الٰہی سے میری تمام فوج صورت اصلی پر آگئی لیکن پر کسی کے نہ ہوئے پھر میں نے بہت سی گریہ و زاری کی تب یہ آواز آئی کہ جو کوئی اپنے قول سے پھرتا ہے اس کا یہی احوال ہوتا ہے قصہ مختصر ہر رات یہی صدا آیا کرتی تھی ایک رات میں نے بہت عجز و زاری سے توبہ کی اور کہا کہ پھر ایسا خطرہ دل میں کبھی نہ لاؤنگا الٰہی میرے گناہ بخش حکم ہوا کہ تھوڑے دن اور صبر کر میں نے پھر الحاح و زاری کی کہ اب میری نجات ہو ایسا دھیان پھر خاطر میں نہ لاؤنگا تب یہ ندا آئی کہ ایک جوان یمنی تیس برس کا ادھر آئیگا تو اس کے دیکھتے ہی اپنی اصلی صورت پر آئیگا چاہیئے کہ تو اس کی خدمت میں بدل مصروف رہنا کیونکہ جو وہ تیرے حق میں دعا مانگے گا تو تو ہمیشہ اپنی اصلی صورت پر رہے گا نہیں تو سانپ کی شکل پہ ہو جائیگا غرض اسی برس سے میں سانپ کی صورت ہو گیا ہوں تیس برس سے اس جنگل میں منتظر تھا تجھے دیکھتے ہی میں نے جانا کہ جوان یمنی یہی ہے اس امید پہ تیری خدمت دل و جان سے کی اگر تو میرے حق میں دعا کرے تو عین مہربانی و بندہ پروری ہے حاتم نے کہا وہ قول کون سا تھا جس سے تو پھر گیا وہ ایک آہ بھر کر بولا کہ ہماری قوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اقرار کیا تھا کہ اگر تمہارے بعد ہم آدمیوں کو ایذا دیں یا ان کے ملک کا قصد کریں تو خدا کا قہر ہم پر پڑے اس دن سے ہماری قوم نے کبھی کسی بشر کو تکلیف

نہیں دی مگر ایک دن میرے دل مین یہ خیال فاسد گزرا تھا جس کی یہ کچھ سزا پائی اب تیرے حضور
صدق دل سے توبہ کرتا ہون کہ بار دیگر ایسا دھیان نہ کرونگا میرا حق گواہ ہے حاتم نے اٹھکر غسل
کیا کپڑے پاکیزہ پہنے پریزاد کے حق میں دل سے دعا کی دعا اسکی درگاہ خالق ارض وسما مین قبول
ہوئی حاتم اگرچہ قوم ہود سے تھا پر خدا کو ایک جانتا تھا دن رات اسکے ذکر مین مشغول رہتا تھا چنانچہ
مرنے کے وقت اُس نے اقربا سے کہا تھا کہ ہماری قوم نے گمراہی مین اوقات کاٹی خبردار تھوڑے دنون
کے بعد پیغمبر آخر الزمان صلعم پیدا ہونگے یہ سخن میرا راست ہے وہ لوگون سے بیعت چاہینگے تم میرا سلام
ان سے کہیو کہ وہ میرے حق مین دعا کرین لوگون نے کہا اُسوقت تک ہم رہینگے جو تیرا اسلام
پہونچا دینگے یا ہماری تمھاری اولاد مین سے کوئی رہیگا جو کہیگا حاتم بولا مین خوب جانتا ہون کہ
کوئی میری اولاد مین سے ایمان لائیگا اور میرا سلام آداب سے پہونچائیگا جب حضرت کا زمانہ
آیا حاتم کی اولاد سے ایک لڑکی بنی طے کے ساتھ بندی مین آئی تھی حضرت صلعم نے فرمایا
جو کوئی اس مین سے ایمان نہ لائے اُسکی گردن مارو اُس لڑکی نے فریادکی اے مومنو میرا
سلام حضرت صلعم کی خدمت مین عرض کرو کہ ایک لڑکی حاتم کی اولاد سے اس گروہ مین ہے
حضرت صلعم نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو کیونکہ وہ مرد سخی کی اولاد سے ہے لوگون نے کہا کہ
جناب پیغمبر صلعم نے تجھ کو آزاد کیا اپنے ملک کو جا وہ لڑکی بولی حاتم کے خاندان سے بعید ہے
کہ آپ کو چھڑائے اور اپنی قوم کو ہلاکت مین ڈال جائے کس زندگی پر آخر مرنا ہے بہتر یہ ہے
جو اُن کا حال ہو وہی میرا حال ہو لوگون نے عرض کی حضرت نے وہ اپنی قوم سے
جدا نہین ہوتی سرور کونین نے فرمایا کہ حاتم مرد سخی تھا اُس کی خاطر سے سب کو آزاد کیا جب
اس لڑکی نے اپنی قوم سمیت رہائی پائی حاتم کی وصیت یاد آئی کہنے لگی کہ مجھ کو حضور عالی مین لے
چلو جب سب کے ساتھ وہان پہونچی آداب بجالائی پھر حاتم کا سلام عرض کیا اور مسلمان ہوئی بلکہ
ساری قوم اس لڑکی کے ساتھ ایمان لائی غرض حاتم کی دعا قبول ہونا اُس پریزاد کے حق
مین اسی سبب سے تھا کہ سردار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس کے حق مین رعایت کرینگے
اور توجہ فرمائینگے آخر الامر سب پریزاد دن کے پر نکل آئے وہ بھی اپنی اصلی صورت پر
قائم رہا پھر اُس نے حاتم سے پوچھا کہ صاحب آپ یہان کس واسطے آئے ہیں اور کہان
جائینگے حاتم نے کہا اب تومین شاہ آباد سے آیا ہون برزخ کے جزیرے کو جاؤنگا یہ کہکر
وہ چاندی کا موتی جو بطور نمونہ لایا تھا دکھادیا یہ سنکر شمس شاہ نے کہا

سچ کہتے ہو اس جوڑی کا موتی جو اصلی ہے اس جزیرے کے بادشاہ کے پاس ہے لیکن اُس نے
شرط کی ہے کہ جو کوئی پیدائش کا حال کہے اپنی بیٹی موتی سمیت اُس کے حوالے کردوں مگر تو کیونکر وہاں
پہونچ سکیگا رستے میں بہت سی آفتیں ہیں انسان کی اتنی طاقت نہیں جو جھیلے یہ سنکر حاتم نے
کہا جو ہونی ہو سو ہو میں بے جائے نہ رہونگا خدا میرا نگہبان ہے بادشاہ نے فرمایا خاطر
جمع رکھو میں ابھی بہت سے پریزاد تیرے ساتھ کیے دیتا ہوں وہ تیرے مددگار رہیں گے یہ کہکر
پریزادوں کو ارشاد کیا کہ اے عزیزو اس کے طفیل سے تم نے ایک بلائے عظیم سے نجات پائی ہے
تم اس مہم میں اسکا ساتھ دو انھوں نے عرض کی ہم جان و دل سے حاضر ہیں جو حضور سے حکم
ہوگا بجا لائینگے بادشاہ نے کہا کہ تم اس کو برزخ کے جزیرے میں پہونچا دو اس سخن کے سنتے ہی
وہ سب کے سب اپنا اپنا سر جھکا کر دم بخود رہ گئے پھر ایک دم کے بعد سر اٹھا کر عرض کرنے لگے
کہ جہان پناہ اس جزیرے میں پہونچنا بہت مشکل ہے کیونکہ ایسے ایسے دیو رستے میں ہیں جو ہمیں جیتا نہ
چھوڑینگے اگر جہان پناہ آپ اُدھر کا قصد کریں تو بھی لڑائی ہوگی ہم رکاب سعادت میں حاضر
ہیں لیکن اتنے لوگوں سے اسکا انجام نہ ہوگا بادشاہ نے فرمایا اے جوانمرد لازم ہے کہ اس
جوان کا احسان برباد نہ کرو کسی صورت سے اُس کو وہاں پہونچا دو اس بات کو سنکر سات پریزاد
ہمت باندھ کر بولے کہ اس جوان کو آپ کے ہم وہاں پہونچا دینگے لیکن جو راہ میں خلل واقع
ہو تو جہان پناہ مدد کریں بادشاہ نے اس بات کو قبول کیا تب وہ ایک اڑن کھٹولا لائے
حاتم کو اس پر بٹھایا چار شخصوں نے تو پائے پکڑے تین ساتھ ہو لیے غرض اسی صورت سے
آسمان کی طرف ہوا ہوئے تین دن چلے گئے چوتھے دن جس جگہ کہ دیو رہتے تھے پریزادوں نے
بھوک سے وہاں ایک درخت کے نیچے کھٹولا اتارا اور آپس میں کہا کہ تین دن سے کچھ کھانا
پینا نہیں ہوا بہتر ہے یہاں گھڑی دو گھڑی آرام کریں کچھ کھاویں پیئیں اس بات کو سنکر حاتم
نے بھی کہا اختیار ہو جو مناسب جانو سو کرو پریزاد متفرق ادھر ادھر چلے گئے ایک حاتم کے پاس
کھڑا رہا اتنے میں کئی ہزار دیو شکار کھیلتے ہوئے اُدھر آنکلے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کھٹولے
پر بیٹھا ہے اور اس کے پاس ایک پریزاد کھڑا ہے دو چار ہزار کھٹولے کے گرد ہو گئے
چھ سات ہزار غل مچانے لگے کہ یہ آدمی زاد کہاں سے آیا وہ پریزاد ان کو دیکھ کر ڈرا چاہتا تھا کہ
حاتم کو چھوڑ کر بھاگ جائے کہ چار دیو اس سے لڑنے لگے دو تین کو مارا آخر پکڑا گیا پھر
وہ دیو اس پریزاد کو حاتم سمیت اپنے گھر لے آئے اور پوچھا کہ اس آدمی کو کہاں سے لایا ہے

اور کہان لیے جاتا ہے اس نے کہا یہ جوان یمنی شمس شاہ کا بڑا دوست ہے اسکو دستاویز نہین تو خراب
ہو گئے انھون نے کہا کہ بادشاہ تو ایک مدت سے غائب ہے اسکا احوال معلوم نہین اب کہان سے
پیدا ہو پریزاد نے تمام ماجرا بیان کیا دیوؤن کے سردار نے سر نیچا کر کے کہا کہ اس آدمی کو پریزاد سمیت
فلانے کنوئین مین قید کرو رات کے وقت کھانے کے بعد کھا لونگا انھون نے وہی کیا وہ
چھوٹون پریزاد جوان کو چھوڑ کر قوت کی فکر مین گئے تھے اس درخت کے نیچے آئے تو کیا دیکھتے ہین
کہ دو لاشین دیوؤن کی پڑی ہین نہ خاتم ہے نہ پریزاد نہایت حیران و پریشان ہو کر آپس مین کہنے لگے
کہ یہ دیو کس پر دست کے ہین اور انھین کس نے مارا اور اس آدمی و پریزاد کو کون لے گیا چاہیئے
کہ ان کشتون کے اٹھانے کو کوئی نہ کوئی دیو آئے اتنے مین جو غور سے دیکھا تو ایک دیو کو سسکتا
پایا اس کے منھ مین تھوڑا سا پانی چوایا اس نے آنکھین کھولین تب انھون نے پوچھا کہ تو کون ہے
اور تیرا ٹھکانا کہان ہے اس نے کہا کہ مین مقرنس کے دیوؤن مین سے ہون ایک پریزاد کے ہاتھ
سے میرا یہ حال ہوا ہے پر اسکو بھی ایک آدمی سمیت دیو پکڑ کر مقرنس کے پاس لے گئے ہین
پریزاد اس بات کے سنتے ہی اس دیو کو پکڑ کر اپنے ملک مین لے آئے اور بادشاہ کی بارگاہ مین
آکر دادخواہ ہوئے بادشاہ نے ان کی فریاد سن کر فرمایا کہ دیکھو تو کس نے ان پر ظلم کیا ہے
اور جوان یمنی کہ جس کے ساتھ یہ گئے تھے وہ کہان ہے انھون نے آداب بجا لا کر عرض
کی جہان پناہ ہم دو تین رات جو ہم چلے گئے نہایت بھوک اور پیاس اور ماندگی نے
غلبہ کیا اس سبب سے اس آدمی زاد کو ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور ایک پریزاد اس
کے پاس چھوڑ کر قوت کی تلاش مین گئے ایک دن کے بعد آکر جو دیکھا ان کو نہ پایا مگر کئی دیو کشتہ
دیکھے حیران ہوئے کہ انکا احوال کس سے پوچھین اتنے مین اس دیو کو جو تامل سے دیکھا
تو دم پایا اس کے منھ مین تھوڑا پانی ٹپکایا بارے وہ ہوشیار ہو کر اٹھ بیٹھا اس کے کہنے سے
ان کو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے ہین ہم بھی اس کو باندھ کر حضور مین لے آئے آگے
جو ارشاد ہو بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو ہمارے روبرو لاؤ وہ لے آئے ارشاد کیا مقرنس
اتنے دن تک چھپا ہے وہ ہمین بھول گیا اس نے عرض کی کہ جہان پناہ تو ایک مدت سے غائب
تھے آج ان پریزادون سے آپ کے ظاہر ہونے کا حال معلوم ہوا لیکن مجھے اعتبار نہ تھا اب جانا
سچ ہے بادشاہ نہایت غضب ہوا اور فرمایا کہ جلد لشکر تیار ہو جھٹ پٹ بیس ہزار پریزاد سے
اس کے ملک پر چڑھ دوڑا تین دن کے بعد شہر کے قریب جا پہنچا وہین ڈیرہ کیا کئی جاسوسون کو کہا کہ

مقرنس کی خبر لاؤ کہان ہے وہ سنتے ہی اُڑے ایک دم کے بعد آکر عرض کی کہ فلانے جنگل مین شکار کھیلتا ہے بادشاہ سنتے ہی تین ہزار پریزاد سے اُسپر جا پڑا اُس کے لوگ سنبھل نہ سکے بہت سے زخمی ہوئے کتنے مارے گئے آخر مقرنس کئی مصاحبوں سمیت گرفتار ہوکر حضور مین آیا بادشاہ نے فرمایا کہ اے کافر تو ہم کو بھول گیا اتنا نہ جانا کہ شمس بادشاہ ابتک جیتا ہے مین اس کے علاقہ مندون کو پکڑ کر جو قید کرونگا تو بادشاہ مجھ کو اس حرکت سے کب جیتا چھوڑیگا خیر اب اسی مین ہے کہ اُس آدمی کو پریزاد سمیت لاکر جلد حاضر کرو وہ بولا مین اُسکو اسی وقت کھا گیا آدمی کو دیو کب جیتا چھوڑتا ہے بادشاہ نے نہایت طیش کھاکر کہا اے روسیاہ حضرت سلیمان نے تم کو آدمیون کے ستانے سے نہین منع کیا تھا اور تم نے یہ قول کیا نہین دیا تھا کہ ہم ان کو ایذا نہ دین گے اور نہ کھائین گے دیو نے کہا کہ وہ بات حضرت سلیمان ہی کے ساتھ گئی تب تو بادشاہ مارے غضب کے کانپنے لگا اور کہا کہ جلد تیار کرو دین کا انبار لگا کر اس کافر کو اس کے ہمراہیون سمیت جلادو مقرنس نے دیکھا کہ اب کچھ بس نہین چلتا اور یہ بے جلائے نہین رہتا کسی طرح بالفعل اس کے ہاتھ سے چھوٹیے پھر سمجھ لین گے یہ اسی سوچ میں تھا کہ بادشاہ نے بسہولت کہا کہ اے ظالم اس آدمی کے ساتھ مجھے نہایت الفت ہے جو اُس کو صحیح و سلامت میرے حوالے کردے تو میرے تیرے کچھ کدورت نہین کسی طرح کا تو اپنے جی مین اندیشہ نہ رکھ ورنہ جان سے مار ڈالونگا مقرنس نے کہا کہ اگر تم حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھاکر کہو کہ مین آدمی کو لیکر تجھے چھوڑ دونگا اور کچھ نہ کہونگا تو مین ابھی اُس آدمی کو مع پریزاد سمیت حضور مین حاضر کرتا ہون شمس بادشاہ نے کہا کہ ہمارے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام ہین ہم کبھی تجھ سے دغا نہ کرینگے اُس نے نوکرون سے کہا کہ فلانے کنوین مین ایک آدمی پریزاد سمیت قید ہے جلد لے آؤ وہ دوڑے حاتم کو مع پریزاد لے آئے بادشاہ نے حاتم کو تخت پر بٹھایا اور کہا کیون مین نہ کہتا تھا کہ دیو راہ مین بہت سے مردم آزار ہین آپ کو جیتا نہ چھوڑینگے حاتم بولا کہ جو کچھ تقدیر مین ہے وہی ہوتا ہے ہر حالت مین خدا کا شکر کیا چاہیئے پھر بادشاہ نے حکم کیا کہ اس ملعون مقرنس کو چھوڑنا صلاح نہین جلدی اس انبار مین رکھکر جلادو کہ فساد و فتنہ عالم سے اُٹھ جاوے یہ سنتے ہی مقرنس کو اُس کے دیوؤن سمیت پریزادون نے انبار مین ڈالدیا اور آگ لگادی تب وہ پکارا کیون صاحب تم نے حضرت سلیمان کو درمیان دیکر یہی قول کیا تھا بادشاہ نے فرمایا اے دغا باز ہر گاہ کہ تو پیغمبر کے حضور قول دیکر پھر گیا خدا سے نہ ڈرا تو اگر مین نے تجھ سے عہدی کی تو کیا عجب

ہے اس کے لیے کہ تو فتنہ انگیز ہے تیرا جلانا بہتر ہے حاصل یہ ہے کہ اسکو دیوؤں سمیت جلوا دیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو وہاں متعین کر کے فرمایا کہ تم اس ملک سے خبردار رہو پھر حاتم سے پوچھا کہ اب آپ کا ارادہ کیا ہے اس نے کہا وہی جو مین نے پہلے عرض کیا بار بار کہنے سے کیا فائدہ جس طرح سے ہو مجھکو اس جزیرے مین جانا اور اس موتی کو لانا ہے تب بادشاہ نے اپنے لوگوں کو فرمایا کہ اے عزیزو تم مین جو کوئی دیرینہ سال بوڑھا بڑا کار آزمودہ ہو اس کے ساتھ جائے اور وہاں پہونچا آئے یہ سن کر کئی پریزاد اسی عمر اور وضع کے اٹھ کھڑے ہوئے کہ خدمت ہمارے ذمہ ہے ہم بجا لاوین اس بات کو سنکر بادشاہ نے نہایت مہربانی فرمائی اور حاتم کو ان کے ساتھ رخصت کیا وہ اسی طرح سے اسکو اڑن کھٹولے پر بٹھا کر لے اڑے رات دن چلے جاتے تھے جب بہت بھوکے پیاسے ہوتے تو محفوظ جگہ کہین دیکھ کر اتر پڑتے کچھ کھا پی لیتے اسی صورت سے پندرہ روز تک پر مارے چلے گئے سولھوین دن اس پہاڑ پر جا اترے جس کو شہزادہ طوماں ایک پریزاد خوشرو نے برزخ کی بیٹی پر عاشق ہو کر اپنا مسکن کیا تھا اور اسکے فراق مین ڈاڑھین مار مار کر رو رہا تھا حاتم اس کے رونے کی آواز سنتے ہی بے اختیار ہو کر کہنے لگا کہ اے عزیزو اس درد سے کون روتا ہے تحقیق کیا چاہیے یہ اٹھ کھڑا ہوا اور آپ ہی ادھر چلا ایک دم مین جا پہونچا تو ایک جوان پریزاد خوبصورت کو سر بزانو روتے دیکھا پوچھا اے بندۂ خدا تو کون ہے اور اس طرح کس واسطے روتا ہے اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ ایک آدمی حسین کھڑا ہے وہ بولا اے شخص تو یہان کہاں سے آیا یارے بتا کیونکر آیا کیا کام ہے حاتم نے کہا کہ مین مرغابی کے انڈے برابر موتی ڈھونڈھتا ہوا آیا ہوں کیونکہ ویسا موتی جزیرۂ برزخ کے بادشاہ پاس ہے اس بات کو سنکر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا اے آدمزاد اس موتی کا تیرے ہاتھ لگنا محال ہے اسواسطے کہ وہاں کا بادشاہ کچھ سوال رکھتا ہے ہر ایک سے پوچھتا ہے کوئی اسکا جواب نہین دیسکتا بلکہ ہم پریزاد ہو کر تو عہدہ برآ نہین ہو سکتے پھر تو آدمی ہو کر کیونکر برآئے گا اور اس موتی کی پیدائش کا احوال کسطرح بتائیگا حاتم نے کہا خدا قادر ہے تو اپنی حقیقت کہہ اس حال سے کیوں پڑا ہے پریزاد نے ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ اس جزیرے کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہوں میرا نام شہزادہ مہر آور ہے میرا باپ جزیرۂ طوماں کا بادشاہ مہرور نام ہے ایک دن مین مجلس مین بیٹھا تھا کسی شخص نے اسکے حسن کا بیان اور تعریف کی سنتے ہی مین آپ سے جاتا رہا اس جزیرے مین گیا اور اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجا اس نے سن کر مجھے اپنی بارگاہ مین بلایا بعزت تمام بٹھایا پھر اس موتی کو منگوا کر میرے سامنے رکھدیا ا

پوچھا کہ یہ موتی کس دریا کا ہے اور اسکی پیدائش کیونکر ہے کہاں سے ہاتھ لگا مین نہ جانتا تھا بلکہ میرے
بزرگ بھی اسکی حقیقت سے واقف نہ تھے کچھ جواب نہ دے سکا اپنا منھ لیکر رہ گیا اُس نے اپنی مجلس سے
باہر نکلوا دیا اتفاقاً اسوقت وہ آفت جان اور غارت گر ایمان کوٹھے پر جلوہ گر تھی میری نگاہ اسپر
جا پڑی نیم بسمل تو آگے ہی سے ہو رہا تھا مر ہی گیا جب مین نے دیکھا کہ کچھ تدبیر نہین بنتی لاعلاج
اس پہاڑ پر آکر گر پڑا غیرت کے مارے اپنے ملک مین نہ گیا اب دن گریہ وزاری اور رات بیتابی
اور بیقراری مین کٹتی ہے نہ جان جاتی ہے نہ جانجاں سے ملاقات ہوتی ہے حاتم نے سن کر کہا
کہ تو خاطر جمع رکھ اگر وہ موتی لونگا موتی والی تجھے دونگا اے پریزادو اس موتی کی پیدائش
سے آگاہ ہو تو دیکھے گا کہ تیرے سامنے کس طرح اس کا احوال بیان کرتا ہون پریزاد نے کہا
کہ مجھے یاد نہین آتا تو بیان کر حاتم بولا کہ وہ گوہر صدف نہین ہے اور وہ جزیرہ بھی آگے
آدمیون سے آباد اور تصرف مین نہ تھا ہم تیرے ساتھ چل پریزاد نے یہ بات سن کر
حاتم کو کچھ سچا جانا اُٹھ کر ساتھ ہوا تب حاتم نے ان چار پریزادوں سے پوچھا تم مین اتنا
زور ہے کہ ہم دونون کو اس کھٹولے پر بٹھا کے لے چلو وہ بولے اگر تم سے چار ہون تو بھی بخوبی
لیجائین مطلق نہ گھبرائین یہ سن کر وہ دونون کھٹولے پر جا بیٹھے وہ پریزادے اُڑے راہ مین
مہاکال دیو کا باغ تھا جو ان کا گزر ادھر سے ہوا وہ بیٹھا سیر کر رہا تھا اُسکی نگاہ اسپر جا پڑی کئی دیوؤں
کو حکم کیا دوڑو اور کھٹولے سمیت اُن پریزادوں کو میرے پاس لے آؤ دو دیو دوڑے اور ان کو کھٹولے
سمیت اُس کے پاس لے آئے مہاکال نے کہا سچ کہو اس آدمی کو کہاں لیے جاتے ہو انھون نے کہا
شمس شاہ بادشاہ کے ملک سے آتے ہین وہ بولا کہ وہ ایک مدت سے غائب ہے اور اُسکا ملک اب
سانپون سے آباد ہے پریزادون نے کہا تم سچ کہتے ہو یون ہی تھا لیکن اس آدمی کی دعا سے
وہ اصلی صورت پر آیا ہم سب بھی اپنے بال و پر سے درست ہو گئے دیو نے کہا پھر کہاں جاتے ہو
وہ بولے برزخ کے جزیرے کو پھر اُس نے پوچھا کہ یہ پریزاد کون ہے مہر آور آپ ہی بول اُٹھا اے دیو
تو مجھے بھول گیا مین مہر آور شہزادہ مہر در بادشاہ کا بیٹا ہون اُس نے کہا اے شہزادے بھلا آدمی
سے کیا کام ہے اپنی راہ لے مین تجھے کچھ نہین کہہ سکتا ہون کیونکہ حضرت سلیمان پریزادگی اولاد سے
ہے یہ کہکر حاتم کو کھٹولے سے کھینچ لیا مہر آور بولا اے دیو حضرت سلیمان سے جو قول کیا تھا
اسے بھول گیا دیکھ مردم آزاری نہ کر اُس نے جواب دیا کہ وہ اب کہاں ہین جو ہم اُس قول پر رہین
مین آدمی کو نہ چھوڑونگا مدت کے بعد ہاتھ لگا ہے ذرا اُٹھو سلونا کرونگا مہر آور نے دیکھا کہ دیو

آدمی کو دیکھ کر باؤلا ہو گیا ہے اسکو فریب دیا چاہیے بولا کہ اے جہاکال ایک آدمی کے کھانے سے کیا فائدہ مین دس آدمی تجھکو لا دونگا جو میرے قول پر تو رہے گا اور اس آدمی کو میرے حوالے کریگا کیونکہ میرا کام اس سے سربراہ ہوتا ہے دیو نے کہا اے شاہزادے مین تیرے خاندان سے توسل رکھتا ہون اسکو میرے پاس چھوڑ جا اور جو کہتا ہے اُسے کر دکھا تو مین اسکو تیرے حوالے کرون شہزادے نے دیکھا کہ کچھ علاج نہین ہو سکتا ناچار ہو کر کہا کہ یہ آدمی میرا آشنا ہے چاہیے کہ تو اسے کسی جگہ بخوبی رکھ اگر کچھ بھی اُسے ایذا پہونچے گی تو تجھ سے سمجھ لونگا اُس نے کہا کہ جو مکان آپ کو پسند ہو وہین چھوڑ جائیے غرض ایک باغ کو پسند کر کے اسمین چھوڑا اور اس سے کہا کہ تو اپنے دیوؤن سے کہدے کہ اسکی نگہبانی بخوبی کرین مین دو تین دن مین دس آدمی تیرے واسطے لیے آتا ہون وہ بولا بہت بہتر آخر شہزادہ ان چارون پریزادون سمیت کسی جنگل مین آیا اور ایک کونے مین بیٹھ کر مشورت کرنے لگا کہ اگر اپنے ملک مین جا کر فوجین لاؤن تو دیر لگے گی وعدہ ٹل جائیگا وہ ملعون اُسے مقرر اذیت پہونچائے گا صلاح یہ ہے کہ گھات مین لگے رہین جب دیوؤن کو غافل پائین اس آدمی کو لیکر ہوا ہو جائین اغلب ہے کہ صبح ہوتے ہوتے ساٹھ ستر کوس نکل جائینگے پھر ہمین کون پاتا ہے ان پریزادون نے اس مصلحت کو بہت پسند کیا اور گھات سے ایک طرف لگ رہے چوکی کے دیوؤن نے جی مین کہا کہ پریزاد آدمی کو چھوڑ کر تھوڑی دور لے جائینگے اور وہ پر نہین رکھتا جو آپ سے اڑ جائیگا اس گمان پر کئی اپنین سے شکار کے واسطے گئے چنانچہ کتنے چرندے درندے مار کے لے آئے آخر ان کو بھون کر سبھون نے زہر مار کیا اور شراب غفلت سے مست ہو کر آدھی رات گئے باغ کے دروازون مین قفل دے کر پاؤن پھیلا پھیلا کر سو رہے پر یہ کوئی نہ سمجھا کہ یہ آدم چار فرشتے لیے جان نکالنے کی گھات مین لگ رہا ہے۔ القصہ مہر آور دیوؤن کو غافل پاکر حاتم کو کھٹولے پر بٹھا کر آسمان کی طرف ہوا ہوا سورج نکلتے نکلتے باغ سے سو کوس پر جنگل میں جب دن چڑھا ایک محفوظ جگہ دیکھ کر اتر پڑے کچھ ناشتہ کر کے سو رہے دیوؤن کو اس بات سے خبر نہ تھی کہ قیدی کو کوئی لے گیا ہے خاطر جمع سے باہر بیٹھے جنگی دبا گئے اور وہ رات دن چلے گئے جہان خوب جگہ نظر پڑتی وہان اترتے دم لیتے سویرے ہو کر چل نکلتے جب وعدہ گذر گیا جہاکال نے کہا کہ وہ پریزادہ جس آدمی کو چھوڑ گئے ہین آج سے روز اُدھر وہین کئی دیو اس باغ مین آئے اور اُس کو نہ پایا جہاکال سے جاکر عرض کی کہ

وہ آدمی وہان نہین ہے وہ غصہ ہوکر آپ ہی اس باغ مین جو آیا تو دیکھا کہ واقعی وہ نہین ہے
پھر تو دیوؤن پر نہایت جھنجھلاکر کہا کہ اے نمکحرامو متمردو یقین تمھین نے اس کو کھایا ہے دیکھو تو کیسا
مزہ چکھاتا ہون یہ کہکر گئی اور دیوؤن سے کہا کہ ان کو قید کرکے خوب سا مارو وہ انھون نے حضرت
سلیمان علیہ السلام کی قسم کھاکر عرض کی کہ ہم نے تو اسکو ہاتھ بھی نہین لگایا کھانا تو ایک طرف اس نے
فرمایا تم جھوٹے ہو مجھے ہرگز باور نہین آتا یہان کا تو ذکر یہ ہے اور وہ پریزاد حاتم سمیت جب دریاے
قہرمان پر پہنچے اتفاقاً مہاکال کا ایک دیو بھی اس جزیرے مین گیا تھا ان کو پہچان کر اتر پڑا چاہتا تھا
کہ حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اڑا لیجائے کہ وہین شہزادہ مہرآور نے ایک ایسی تلوار ماری کہ اسکا ہاتھ
شانے سے جدا ہو کر گر پڑا وہ یہ کہتا ہوا بھاگا بھلا کیا اے پریزاد تم نے آدمی کی خاطر میرے
ہاتھ مین تلوار ماری ابھی اس پردے کے دیوؤن کو خبر کرتا ہون کہ کئی پریزاد آدمی کو لیے جاتے ہین
دیکھو تو کیسا تم سے بدلہ لیتا ہون مہرآور نے یہ سن کر کہا تو کس پردے کا رہنے والا ہے وہ
بولا کہ مین مہاکال کے دیوؤن مین سے ہون شہزادے نے فرمایا جا اپنے مہاکال سے کہہ
کہ مین اس آدمی کو لیے جاتا ہون خبردار رہ اگر ادھر سے پھر دنگا تو تیرے شہر کو برباد و تاراج
کرکے خاک سیاہ کردونگا یہ سن کر وہ دیو ہوا ہو گیا پھر ان کو بھی پریزاد بدستور لے اڑے اتنے
مین ایک جنگل کے قریب جا پہونچے وہان حاتم سے کہنے لگے کہ یہان ہماری حد تمام ہوئی آگے
نہین جا سکتے ہم کو رخصت کرو مہرآور بولا اے جوان مین تیرا ساتھ دونگا ہر حال مین تیرا شریک
رہونگا۔ یکایک حاتم کھٹولے پر سے اتر پڑا چارون کو رخصت کیا پھر مہرآور سے کہا کہ مجھکو یہ منظور
نہین جو میرے باعث سے تجھ کو کچھ ایذا پہونچے مگر اتنا دریافت کیا چاہتا ہون کہ اس جنگل سے
گذر کیونکر ہو اس نے کہا آگے تو پریزاد بھی اس طرف نہ جا سکتے تھے کیونکہ دیو ان کو ستاتے تھے بلکہ
جان کے خواہان ہوتے تھے چنانچہ ایک دن پریزاد بہت سے جمع ہوکر دیوؤن سے لڑے
طرفین کے ہزارون مارے گئے یہ بڑے مردم آزار اور ایذا دہندہ ہین حاتم نے کہا کہ اگر مین دیو
بنکر اس جنگل مین چلون تو کیونکر راہ طے کرے مہرآور بولا یہین تمام دن ہوا مین اڑونگا رات کو جہان
تو اتریگا اتر پڑونگا تب حاتم نے جانور کا لال پر نکال کر جلایا اور پانی مین اس کی راکھ گھول کر
اپنے بدن پر ملی وہین دیو کی صورت ہو گیا جنگل کے چرندے درندے بھاگنے لگے غرض تمام
دن چلتا تھا شام کو جہان رہ جاتا وہین مہرآور بھی آملتا ایک دن مہرآور نے پوچھا اے حاتم یہ
پر کس جانور کے ہین اس نے کہا جس سے اس موتی کے پیدا ہونے کی حقیقت اور جس صورت

سے ایک موتی ماہ یار کے ہاتھ لگا تھا اس کی کیفیت سنی گئی تھی اسہا کے ہین اور کہا اسے
مہر آور مین شاہ آباد سے نکلا نہایت متفکر ہوا کہ ایسا موتی کس دریا مین ہوتا ہے اور مین کیونکر
پاؤں گا ایک درخت کے نیچے ٹھہر کر سر بزانو بیٹھ گیا کہ ایک جوڑا خوش رنگ جانور دونوں
کا بھی اس درخت پر آبیٹھا مادہ نے پہلے تو اس جنگل کی آب و ہوا کو اپنے نر کے سامنے
بڑا کہا اور پھر دریائے قہران کا ماجرا بیان کر کے میرا احوال پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس
صورت سے غمگین بیٹھا ہے اس نے میری سرگزشت اور ان موتیوں کی پیدائش کی صورت اور
ان کے ناپید ہونے کی حقیقت جن کے یہ انڈے ہین بیان کی اور مجھے اپنے پر دیے
اور مفصل احوال ماہ یار سلیمانی کے روبرو کہو نگا تو سن لیجیو حاصل یہ ہے کہ حاتم نے سارا
ماجرا اس سے اسواسطے نہ کہا کہ مبادا آگے چلا جائے اور اپنا کام کر لے تو مین محروم رہ
جاؤں گا غرض مہر آور کی اتنے ہی احوال سے خاطر جمع ہوگئی کہ میرا کام بھی اسی کی بدولت
ہو گا یہ آپس مین باتین کر کے مہر آور تو آسمان کی طرف ہوا ہوا حاتم آگے چلا غرض رات کو
ایک جا رہتے تھے صبح کو اپنے اپنے طور پر راہی ہوتے تھے ایک رات کا ذکر ہے کہ
سہانی سی جگہ مین دونوں سو گئے تھے کہ ملوک ساز کے دیوؤں مین سے ایک ان کے سرہانے
آ پہونچا اس نے دیکھا کہ ایک دیو اور ایک پریزاد پاس پاس سوتے ہین اس نے جا کر اور دیوؤں سے
خبر کی جب وہ آئے تو دیکھ کر کہنے لگے کہ اسکو اپنے بادشاہ کے پاس لے چلا چاہیئے انھین مین
سے ایک نے کہا اے یارو! اِن بیچاروں کو اپنا نہ پہونچاؤ کیونکہ کچھ یہ ہمارے قوم سے
نہین اور نہ کچھ انھوں نے تقصیر کی ہے شاید اور کسی پردے کے ہین کچھ کام کو جاتے ہین رات
کا وقت دیکھ کر سو رہے ہین لیکن پریزاد تو بحقیقت جاگتا تھا اس نے ان کی باتین سب سنین پھر
دیوؤں نے کہا کہ ان کو جگا کر پوچھا چاہیئے شاید برزخ کے پردے سے ہوں وہین
انھین مین سے ایک دیو نے کہا بالفرض وہین کے ہوں تو تمھین کیا دوسرا بولا ایک دن
بادشاہ ملوک کہتا تھا کہ بہت دنوں سے پردۂ برزخ کی کچھ خبر نہیں معلوم ہوئی مگر مجھے
اس کا ڈر نہین جو ایسی بات کہتا ہے اگر یہ بات جا کر کوئی بادشاہ سے کہدے کہ ایک
دیو اور پریزاد کسی پردے کے یہاں سوتے تھے فلانے فلانے نے دیکھ کر حضور مین
خبر نہ پہونچائی تو اسوقت کیا جواب دوگے اور ہمارا کیا احوال ہوگا آخر دونوں کو
جگا دیا حاتم نے دیوؤں کو دیکھ کر انھین کی بولی مین کہا تم نے ہمین کیوں جگایا۔

کیا کام ہے اُنھون نے کہا کہ تم کس پردے کے ہو سچ کہو حاتم بولا تم نے نہین سنا کہ ایک آدمی برزخ
کے جزیرے کو جاتا ہے اُسکی خاطر سے شمس بادشاہ نے مقرنس کو جلادیا اور اس کا ملک
چھین لیا لازم ہے کہ تم اُس کو تلاش کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لیجاؤ دیوؤن نے پھر پوچھا یہ
پریزاد کس پردے کا ہے حاتم نے کہا پردہ طومان کا ہے یہی خبر لیے جاتا ہے کہ شمس بادشاہ پیدا
ہوا اور مقرنس کو مار کر اُس نے اُسکا ملک لے لیا ہے یہ سن کر وہ بولے تم آرام کرو ہم اُسے
ڈھونڈھنے جاتے ہین غرض انکو رستہ بتا کر آپ راہ لی تین روز کے بعد ایک دریا پر جا پہونچے
مہر آور نے کہا کہ دریائے قہرمان یہی ہے حاتم نے دیکھا کہ اسکا ادھر کا کنارہ نظر نہین آتا موجین
آسمان کو پہونچتی ہین مگر آبی جانور یعنی ہاتھی اونٹ گھوڑے بیل گھڑیال ادھر کے کنارے پر
اکثر لوٹ رہے ہین بطین قازین بلکہ ہر قسم کے جانور ہاتھی سے بڑے بڑے پیر رہے ہین
اور پرندے خوش رنگ پہاڑون ٹاپوؤن پر کہیان کلیلین کر رہے ہین یہ دیکھ کر مین قدرت الٰہی
کا اور بھی قائل ہوا کہ سچ ہے تیری صنعت کو عقل کی کیا تاب جو پا سکے اور خیال کی کیا مجال
جو اسکی کنہ کو پہونچ سکے پھر گھبرا کر مہر آور سے کہنے لگا بھائی ایسے دریا کے پار کس طرح جا سکین گے
اور اس کی لہرون کے صدمے ہم سے ناتوان کیونکر اٹھا سکین گے مہر آور بولا سچ ہے
تیز پرندے کی بھی مجال نہین کہ سات دن کے عرصہ مین اُس کے اُس کنارے پر پہونچے
چنانچہ مین پریزاد ہو کر یہ جرأت نہین کر سکتا تیرا کہنا تو حق بجانب ہے یہ سن کر حاتم نے کہا
مجھ کو تو برزخ کے جزیرے مین ضرور جانا ہے تب وہ بولا اگر چند روز یہان ٹھہرو
تو مین اس دریا سے اترنے کی تدبیر کرون اُس نے کہا بہت اچھا مہر آور بولا یہان سے کئی کوس
پر پردہ بدران ہے وہان کی بادشاہت قہرمان پریزاد کرتا ہے اُس کے پاس بہت اچھے
دریائی گھوڑے پیراک اور اڑنے والے ہین چاہتا ہون کہ اُس کے پاس جا کر دو گھوڑے
لے آؤن حاتم نے کہا مبارک ہو وہ دو مین اڑ گیا رات بسے وہان پہونچا اس بادشاہ سے ملا
اس نے پوچھا کہ آپ کے آنے کا کیا سبب ہے فرمائیے مہر آور نے کہا مجھ کو دو گھوڑون کی
ضرورت ہے اگر مرحمت کرو تو عین توجہ ہے وہ پھر پوچھنے لگا کہ تم کہان سے آتے ہو کہا
پردہ طومان سے بادشاہ بولا مین پہچانتا ہون غلب ہے کہ تو مہر آور طومان کا شہزادہ ہے
اکیلے آنے کا کیا سبب ہے اُس نے کہا سچ کہتے ہو لیکن مین ایک بلا مین گرفتار ہون اسلئے
جریدہ ونا چار ہون التجا ہے کرو کہ دو گھوڑے دو تمھارا احسان تمام عمر مجھ پر رہے گا شمشان

اٹھ کر بغلگیر ہوا اور اپنے طویلے مین لے آیا کہ سب کے سب گھوڑے حاضر ہین القصہ دو گھوڑے
چالاک اڑنے والے چکر مہر آور کے حوالے کیے شہزادہ دونون گھوڑون سمیت طرفۃ العین
مین آپہونچا اور کہا اٹھو جلد سوار ہو حاتم دوہین ایک گھوڑے پر چڑھ کر بیٹھا دوسرے پر
مہر آور سوار ہو کر کہنے لگا خبردار اسکی باگ نہ چھوڑ دیجیو اٹھائے رہیو تب تک وہ ان دونون
کو اڑا کر ہوا ہو گئے کئی دن کے بعد بھوک پیاس کی شدت ہوئی پریزاد نے کہا میرے
پاس تھوڑا میوہ اور پانی کی ایک صراحی موجود ہے چاہو کھاؤ تو حاتم نے لے کر دو چار
دانے میوے کے کھائے دو تین گھونٹ پانی کے پیئے قدرے توانائی آئی پھر سنبھل بیٹھا
چند روز کے بعد کنارہ نظر آیا پریزاد نے کہا بھائی اب باگ ڈالدو گھوڑے سے زمین
پر اتر پڑو حاتم نے کہا کہ اے مہر آور ہم نے سنا ہے کہ جزیرہ برزخ دریا کے درمیان
مین ہے وہ بولا ابتدا اس جزیرے کی یہین سے ہے جہان ہم تم بیٹھے ہین یہ گمان نہ کرو
کہ دریائے قہرمان سے پار ہو گئے ہین یہ اسکا دوسرا سرا نہین ہے ایک یہ بھی ٹاپو ہے
کئی جزیرے اس مین اور بھی بستے ہین حاتم نے کہا وہ شہر یہان سے کتنی دور ہوگا۔ بولا دس
روز کی راہ پھر اس نے کہا پھر کیون بیٹھے ہو چلے چلو مہر آور نے التماس کیا کہ ایک بات کہون گا
اگر تم مانو حاتم بولا بسر و چشم فرمائیے تب مہر آور نے کہا میرا ملک یہان سے نزدیک ہے
چاہتا ہون کہ جا کر لشکر لے آؤن تاکہ ہم تم کروفر سے شہر مین داخل ہون حاتم نے کہا
اے عزیز ہم کچھ ماہ یار سلیمانی سے لڑنے نہین آئے ہین جو لاؤ ولشکر چاہیئے یہ سن کر وہ بولا
میری یہ غرض نہین بلکہ اسواسطے کہتا ہون کہ حالت غربت مین پہنچین گے تو کسے پروا ہے
جو ہماری خبر کرے گا جو اس ٹھاٹھ سے جائین گے تو ہمارے پہونچنے سے پہلے ہی اسکو حال
معلوم ہوگا تم گھبرانا نہین مین ایک ہفتہ مین آپہونچا ہون اس نے کہا مین تن تنہا رہون وہ بولا
کیا مضائقہ ہے کیونکہ یہان کوئی مفسد ایذا دہندہ نام کو نہین حاتم نے کہا خدا حافظ سدھاریے
مہر آور روانہ ہوا ہو گیا جب حاتم کی نظرون سے غائب ہو گیا حاتم نے سفید پر نکال کر جلائے
اسکی راکھ پانی مین گھول کر اپنے بدن پر ملی جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا پھر تیر و کمان لے کر ایک
ایک بارہ سنگھا شکار کر لایا ہے۔ صاف کر کے گوشت کے پارچے نمک مرچ لگا کر سیخون پر چڑھا
دیے پھر چقماق سے آگ جھاڑ کر لکڑیان جلا کر ان کو بھون کر کھانے لگا فراغت کے بعد
پانی پیا اور خدا کا شکر کر کے سو رہا اسی صورت سے کئی دن کاٹے ایک دن

جنگل مین سیر کرتا پھرتا تھا کہ سامنے سے ایک باغ کا دروازہ کھلا ہوا دکھائی دیا اُس مین چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ درخت میوہ دار ہر قسم کے میوؤں سے لد رہے اور پھولوں سے پھول رہے ہیں یہ دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا بلکہ وہین رہنا اختیار کیا گھوڑا ایسا وفادار تھا کہ دن بھر چرا گاہ مین دریا کے کنارے چرتا پھرتا رات کے وقت اسی باغ مین آرہتا غرض اسی طرح سے ایک اٹھوارہ آخر ہوا اور شہزادہ مہر آور جو مدت سے جزیرہ مین پہونچا پریزاد پہچان کر پاؤن پر گر پڑے شاد ہوئے بعضوں کو تسلی دیکر کتنوں کو گلے لگایا ماں باپ کے پاس گیا آداب بجا لاکر قدمبوس ہوا اُنھوں نے چھاتی سے لگایا احوال پوچھا کہ تو تو لشکر و حشمت سے جزیرۂ برزخ کو گیا تھا پھر اب لشکر سے جدا ہو کر کس گوشہ مین چھپا تھا کہ فوج تجھے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تتر بتر ہو گئی ایک عمر ڈھونڈھائی آخر ناچار ہو کر پھر آئی بارے کہہ تیری مراد ملی ماہ یار سلیمانی کی بیٹی پائی شہزادے نے سر جھکا کر عرض کی جو آپکا کہنا نہ مانا ایک مدت پریشانی کھینچی برسوں اوقات آہ وزاری مین کاٹی سچ تو یہ ہے کہ اپنے تن کی بھی خبر نہ تھی خدا کسی کافر کو بھی یہ حالت نہ پہونچائے بلکہ کسی بندے کو یہ دکھ نہ دکھائے لیکن طالع مبارک تھے کہ ایک آدمی یمنی حاتم نام شاہ آباد سے اُس موتی کی تلاش مین جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے آنکلا تھا غرض اُنے جنگل مین مجھ سے ملا جب مین نے اپنا حال اُس سے بیان کیا اُس نے مجھے قول دیا کہ جس وقت وہ موتی میرے ہاتھ لگے گا

تصویر شہزادہ مہر آور کا اپنے ماں باپ سے ملنا اور کیفیت حاتم اور امید ہر آمد مطلب کی بیان کرنا



ماہ یار سلیمانی کی بیٹی تیرے حوالے کردیں گا اس بات کو سن کر اس کی ماں ہنس پڑی اور کہنے لگی اے
کہ اب تک تیری نادانی اور حماقت لڑکوں کی طرح سے نہیں گئی پریزاد اس کے بھید
کو بیان نہیں کرسکتے آدمی بیچارے کو کیا علم ہے جو اس کا احوال ظاہر کرے گا اور
ماہ یار سلیمانی سے عہدہ برآ ہوگا شہزادے نے پھر عرض کی کہ وہ ایسا ویسا نہیں
یمن کا بادشاہ زادہ ہے عقل و ہنر میں جن و پری سے بھی زیادہ ہے اور ایک پرندے
کے جوڑے نے اس موتی کی کیفیت اس سے بیان کر کے بشارت دی ہے چنانچہ جو کچھ
ماہ یار سلیمانی کی زبانی میں نے سنا ہے اس نے میرے سامنے مفصل ظاہر کیا ہے مجھ کو
یقین ہوا ہے کہ اس موتی کا وہ احوال ٹھیک جانتا ہے بالفعل میں اسے جزیرہ
برزخ کے قریب چھوڑ آیا ہوں عجب آدمی ہے کہ زبان دیو پری کی بھی جانتا ہے انھوں نے
پوچھا پھر تیرے آنے کا موجب کیا ہے اس نے التماس کیا غلام کا ارادہ ہے کہ لاؤ لشکر ساتھ
لیکر بادشاہوں کی طرح شہر میں داخل ہوں گا بادشاہ نے سنتے ہی کئی ہزار پریزاد سواری
کے اسباب سمیت ساتھ کردیے اسی گھڑی شہزادہ روانہ ہوا اور وعدے کے دن
جا پہونچا لشکر کو دریا کے کنارے چھوڑا حاتم کے مکان پر آیا جو اس کو نہ پایا حیران ہوا کہ
اس نے کیا وعدہ خلافی کی جو پہلے چلا گیا اتنے میں حاتم کے گھوڑے کو چرتے دیکھکر
پہچانا کہ وہی گھوڑا ہے پھر پریزادوں سے کہا کہ اس باغ میں جاکر اسکو ڈھونڈو ہیں
وہ سب باغ میں آکر تلاش کرنے لگے اتنے میں کسی پریزاد کی نظر جا پڑی کہ ایک جوان
خوشرو ایک درخت کے نیچے بیٹھا تماشا دیکھتا ہے وہ الٹے پاؤں پھرا اور یہ احوال
شہزادے سے عرض کیا کہ میں ایک آدمی کو بیٹھے دیکھ آیا ہوں خدا جانے وہی ہے یا
کوئی اور وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا پاؤں اٹھائے وہاں چلا گیا دیکھتا ہے کہ حاتم سر جھکائے
متفکر بیٹھا ہے پکارا اے بھائی سر اٹھا کس سوچ میں ہے حاتم نے جو آنکھ اٹھا کر
دیکھا تو مہر آور ہے اٹھ کر گلے سے لپٹ گیا پھر وہ دونوں باغ سے باہر آئے حاتم نے
دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان اترا ہے اور ایک بارگاہ شاہانہ کھڑی ہے پوچھا کہ یہ
بارگاہ اور لشکر کن کا ہے مہر آور نے کہا کہ یہ آپ ہی کا ہے پھر اس کا ہاتھ
پکڑ کر سراپچے کے اندر لے گیا اور تخت مرصع پر بٹھایا خاصہ یاد نہ رہا یا حاتم نے ایک
مدت کے بعد جو انواع و اقسام کے کھانے دیکھے بہ رغبت تمام نوش جان کیے پھر طائفوں

کو یاد کیا ناچ ہونے لگا غرض تمام رات عیش و عشرت سے کاٹی صبح ہوتے ہی کوچ کا نقارہ کیا سوار ہوئے یہ خبر جزیرۂ برزخ کے بادشاہ کو پہونچی کہ پریزادوں کا لشکر بیشمار قریب آپہونچا ہے پر اُن کے آنے کا مطلب معلوم نہین اُس نے غضبناک ہوکر لشکر سردار کے ساتھ کر کے فرمایا کہ جلد جاکر ان کی راہ بند کرو آگے نہ آنے پائین وہ لشکر سمیت بر سر راہ اُتر پڑا مہر آور کئی دن کے بعد جو وہان جا پہونچا تو دیکھا کہ لشکر عظیم راہ روکے ہوئے پڑا ہے رک رہا اتنے مین خبر پہونچی کہ ماہ یار سلیمانی نے تم سے لڑنے کو فوج بھیجی ہے شہزادے نے ایک مرد معقول کو اُس سردار کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادے پر نہین آئے ہین بلکہ ہمین بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہونے کی آرزو ہے یہ سن کر اُس نے شہزادے مہر آور کو کہلا بھیجا کہ آپ فراغت سے یہان ڈیرا کرین بادشاہ سے بخوبی ملاقات ہو جائے گی اور اپنے بادشاہ کو اس مضمون کی عرضی بھیجی حکم آیا کہ یہ جوان اگر وہ ہے تو اپنے ساتھ بعزت تمام لے آؤ ایک مکان پر تکلف مین اترواؤ غرض حاتم اور مہر آور چند مصاحب اور تھوڑے لوگون سے شہر مین داخل ہوئے لشکر کو شہر کے قریب کسی باغ مین اترنے کا حکم کیا پھر ماہ یار سلیمانی نے ایک امیر کو مہر آور کے پاس بھیجا کہ آپ کیون تشریف لائے ہین اُس نے کہا کہ شہزادۂ یمن کو آپ کے قدم دیکھنے کی نہایت آرزو ہے چنانچہ مین اس کو لے آیا ہون وہ بہت خوشگوار و خوش رو ہے آپ دیکھ کر کمال مسرور ہونگے یہ سن کر بادشاہ نے پہلے تو ضیافت بھیجی دوسرے روز حاتم کو بلا کر ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھایا مہربانی سے پوچھا کہ اس ملک مین تم کس ارادے سے آئے ہو اور کیون کر یہان تک پہونچے ہو حاتم نے کہا خدا کریم ہے ہر طرح سے اُس نے پہونچایا پھر چاندی کا انڈا جو حسن بانو نے مرے سے موتی کا نمونہ دیا تھا اس کے آگے رکھدیا اور کہا یہ مطلب ہے اگر اُسکی جوڑی کا موتی حضور سے عنایت ہو تو عین الطاف ہے ماہ یار نے کہا کہ اس کا دوسرا کہان سے ملے گا حاتم بولا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ کی سرکار مین ہے مرحمت کرین تو مین اپنی مراد کو پہونچون بادشاہ نے فرمایا کہ تو میری ایک شرط بجا لائے تو موتی کے ساتھ اپنی بیٹی بھی دون حاتم نے سر نیچا کیا ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر التماس کیا کہ مجھ کو موتی ہی درکار ہے صاحبزادی کے آپ مختار ہین جسے چاہین اُسے دین بادشاہ نے فرمایا جس وقت تو اُسکی پیدائش کا احوال بیان کریگا موتی اور لڑکی تیرے حوالے کرونگا پھر تجھے اختیار ہے جسے چاہیئے اُسے دیجیو حاتم نے یہ سن کر عرض کی کہ مہر آور

شاہزادے کو بلوا بھیجے اسنے وہین بلوالیا گلے لگا کر ایک کرسی پر اسکو بھی بٹھایا تب حاتم نے تخت پر کرکے اس موتی کی پیدائش کا احوال کہنا شروع کیا ماہ یار سلیمانی سر نیچا کیے سننے لگا غرض جو کچھ اس پرندے سے سنا تھا تمام وکمال کہکر سنادیا بادشاہ تحسین وآفرین کر کے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل مین جاکر موتی لے آیا پھر ارشاد کیا کہ باشاہزادی کو دلھن بنائین بیاہ کی تیاری کرین حاتم موتی کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اسکے بعد بہت سے ہاتھی گھوڑے جڑاؤ ساز وبراق سے سجوا منگوائے اور شاہزادی کو بنا سنوار کے گنتی کی سہیلیان خوش پوشاک اور بہت سے غلام چست وچالاک سمیت مجلس مین بلوایا حاتم کی نگاہ جو ہین اسپر پڑی بول اٹھا کہ میری بہن ہے اسکو مین نے شاہزادہ مہر آور کو دیا یہ اسکے لائق ہے چاہیے کہ تم بھی اپنی رسم کے موافق ان دونوں کی شادی کردو اور موتی مجھے بخشو کہ مین حسن بانو کو دون ماہ یار سلیمانی نے مجلس نشاط کا حکم کیا اور لڑکی کو اپنے دستور اور قاعدے کے موافق مہر آور کے ساتھ بیاہ دیا الحمد للہ کہ عاشق اور معشوق اپنی اپنی مراد کو پہونچے ایک مہینے کے بعد دونوں شہزادے شہزادی سمیت بادشاہ سے رخصت ہوکر چند روز مین اسی دریا کے کنارے پھر آئے حاتم نے کہا بھائی یہان سے تم اپنے ملک کو سدھارو مین اپنے شہر کو جاتا ہون مہر آور بولا بھائی جان یہ بات مروت سے بہت دور ہے جو ایسے مقام خوفناک مین تجھے اسوقت تنہا چھوڑون اور آپ اسجاہ وحشم سے گھر کی راہ لون میرا ارادہ یہ ہے کہ اسی تجمل سے تجھکو شمس بادشاہ تک پہونچاؤن آپ بھی اس سے ملاقات کرون پھر اپنے لشکر کو فرمایا جلد سرانجام تیار کرین اور زنانی سواریون سمیت پار اترین یہ کہکر حاتم اور آپ بدستور گھوڑون پر سوار ہوکر رستہ پکڑا چند روز مین دریائے قہران کے پار ہوئے اور ایک جنگل مین اترے دیوؤن کو خبر پہونچی کہ پریزادون کا لشکر آپہونچا ہے وہ بھی جمع ہوکر سرراہ آپڑے مہر آور نے ایک پریزاد کو بھیجا کہ عرض کرے ہم دونون حضرت سلیمان کے خانہ زاد ہین ہمارا قصد تم سے بگاڑ کا نہیں ہے تم ہمارے مقابل کیون ہوسے ہو ہم شمس بادشاہ کی مبارکباد کے واسطے جاتے ہین کہ اسنے مدت کے بعد غضب خدا سے نجات پائی ہے انھون نے بھی کہلا بھیجا کہ ہم کو بھی تم سے لڑنے کا ارادہ نہین فقط ملاقات کو آئے ہین غرض ان کے سردار دیو کو بلاکر ملاقات کی حاتم کو ایک کونے مین چھپا رکھا پھر ان کو انواع واقسام کے کھانے کھلاکر طرح بطرح کی شراب ین پلاکر رخصت

کیا اور آپ بھی روانہ ہوا چند روز مین دیوؤں کی سرحد سے نکلا شمس بادشاہ کو خبر پہونچی کہ حاتم اور مہر آور آپ کی ملاقات کو آتے ہین یہ سن کر وہ بھی اپنے لشکر سمیت ان کے استقبال کے لیے چلا اثنائے راہ مین باہم ملاقات ہوئی خوش ہو ہو کے بغلگیر ہوئے تمام ماجرا حاتم نے اپنا اور مہر آور کا بیان کیا شمس بادشاہ نے سن کر مہر آور سے بہت سی معذرت کی اور کہا کہ یہ احسان تمھارا مجھ پر ہے جو ان کو صحیح وسلامت مجھ تک پہونچایا مین رات دن اسد کے لیے غمگین رہتا تھا بلکہ زندگانی مجھ پر تلخ تھی الحمد للہ جیتا جاگتا خدا اسکے فضل سے اور تمھاری بدولت آ ملا پھر مہر آور شاہ کو لشکر سمیت ایک باغ مین اتارا چالیس روز تک مجلس عیش ونشاط گرم رکھی غرض جہانداری کے جتنے حقوق تھے سب بجالایا اکتالیسویں دن شہزادہ مہر آور نے حاتم اور شمس بادشاہ سے رخصت چاہی اپنے ملک کی راہ لی اس کے بعد بادشاہ نے حاتم سے کہا اے یمن کے شہزادے تو نے نہایت راہ کی خستگی کی مصیبت اٹھائی ہے ابھی تیرا ملک دور ہے لیکن خاطر جمع رکھ کہ ایک دم مین تجھے تیرے شہر مین پہونچائے دیتا ہوں یہ کہکر کئی پریزادوں سے فرمایا کہ ابھی شہزادہ حاتم کو اڑن کھٹولے پر بٹھا کر یمن مین پہونچا دو حاتم نے کہا مجھ کو یمن سے کچھ کام نہین بلکہ شاہ آباد کو جانا منظور ہے یہ فرمایئے کہ وہین پہونچا دین پریزادوں نے اسی دم کھٹولے پر بٹھا کر شاہ آباد کا رستہ لیا رات دن چلے گئے جب ماندے ہوتے کسی دلچسپ جگہ اتر پڑتے قدرے دم لے کر پھر اڑتے اس طرح سے ایک مہینے کے بعد نواح شہر مین جا پہونچے حاتم نے اپنی رسید لکھ کر پریزادوں کو دی اور رخصت کیا آپ شہر مین داخل ہوا لوگوں نے حسن بانو کو خبر پہونچائی کہ وہ جوان پھر صحیح وسلامت آن پہونچا اس نے بدستور پردہ کرا کے اندر بلا لیا اور ایک طلائی کرسی پر بٹھایا حاتم نے کچھ بات نہ کی بیٹھتے ہی اس موتی کو بٹوے سے نکال کر سب لوگوں کو دکھایا پھر اسی مین رکھ لیا اور ساری سرگزشت بیان کی پھر نکال کر حسن بانو کو دیا وہ نہایت شاد ہوئی اور ہمت پر آفرین اور تحسین کرنے لگی اتنے مین حاتم اٹھ کھڑا ہوا اس سے رخصت ہوا مہمان سرا مین آیا اور منیر شامی سے ملا اپنا تمام ماجرا کہہ سنایا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے کر کہنے لگا کہ لے اب خوش ہو خاطر جمع رکھ وصال یار نزدیک ہے ایک سوال رہ گیا ہے انشاء اللہ تعالے اس کو بھی پورا کرتا ہوں منیر شامی یہ سن کر بے اختیار حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اس نے اٹھا کر گلے سے لگایا

غرض دونوں سات روز تک باہم رہے جب حاتم نے دیکھا کہ بدن کی ماندگی بالکل رفع ہوئی آٹھوین دن پوشاک بدل کر حسن بانو کے دروازے پر آیا چوبدارون نے خبر کی اسنے بدستور اندر بلاکر کرسی مرصع پر بٹھایا حاتم نے کہا اب ساتوان سوال بیان کیجیے حسن بانو بولی حمام بادگرد کی خبر لاؤ کیونکہ اس حمام کو گردش سے کام ہے مین نے سنا ہے کہ وہ چکی کی طرح پھرتا ہے پھر اس مین لوگ کیونکر نہاتے ہین لازم ہے کہ اس کا اور اس کی بنیاد کا احوال تحقیق کر کے آؤ حاتم نے کہا اتنا جانتی ہو وہ کدھر ہے حسن بانو بولی دکھن اور پچھم کے کونے مین سنا ہے مگر اس کی پیدائش کا حال نہین معلوم اور یہ بھی نہین جانتی کہ کس پردے مین ہے۔ یہ بات سن کر حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور جہانسرا مین آیا منیر شامی کی بہت سی تسلی اور دلداری کی اور کہا انشاء اللہ تعالیٰ اب سفر کر آؤن تو تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں، اپنے قول سے سچا ہوں یہ کہکر منیر شامی سے رخصت ہوا

ساتواں سوال حمام بادگرد کی خبر لانے کا اور ذکر منیر شامی سے حسن بانو کے بیاہے جانے اور حاتم کے اپنے گھر آنے کا

جب حاتم شہر سے نکلا جنگل کی راہ لی چند روز کے بعد ایک شہر کے قریب جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنوین کے گرد بہت سے زن و مرد جمع ہین اس نے پوچھا کہ ایسا ہجوم اور ایسی دھوم کیون کر رکھی ہے کسی نے کہا اے عزیز یہان کے حاکم کا بیٹا اس کنوین پر دیوانہ ہوکر بیٹھ رہا تھا آج تیسرا دن ہے کہ اس نے آپ کو اس مین گرا دیا ہر چند ہم اس مین کانٹے اور رسیان ڈال ڈال کر ڈھونڈھتے ہین پر اس کی لاش نہین ملتی معلوم نہین کہ اس مین کیا بلا تھی جو اسے تحت الثریٰ مین لے گئی یا پانی ہی مین پڑا ہو پر کوئی اپنی جان کے خطرہ سے اترتا بھی نہین کہ مبادا اس مین اژدہا ہو اور نگل جائے یہی باتین ہو رہی تھین کہ اسکے ماں باپ گریبان پھاڑے سر پر خاک ڈالے وہان آ پہونچے اور کنوین پر بیٹھ کر ایسے زار زار روئے کہ پرندے ہوا کے بھی فریاد کرنے لگے بلکہ پتھرون کے جگر بھی پانی پانی ہوکر رہ گئے یہ حالت دیکھکر حاتم کا بھی دل بھر آیا آبدیدہ ہوکر دلاسا دینے لگا کہ خواہش الٰہی سے چارہ نہین صابر و شاکر رہا چاہیئے وہ بولے کہ اے جوان تو سچ کہتا ہے لیکن جو

اس کی لاش بھی ہاتھ آئے تو دفن کرکے اسکی قبر ہی سے اپنے دل بیتاب کو تھوڑی بہت تسلی دین اور صبر کرین کیونکہ موئے ہوئے کی اتنی ہی نشانی بہت ہے چنانچہ ہر ایک کی منت کرتے ہین بلکہ ہزارون روپے دینے کو موجود ہین لیکن کوئی ہمارے حال تباہ پر رحم نہین کرتا آخر ناچار آج یہ ارادہ ہے کہ آپ کو اس کنوین مین ڈالین اور اس کی لاش تلاش کرکے نکالین دوسرے کو کیا پروا ہے جو پرائے واسطے اپنی جان کھوئے یہ سن کر حاتم بولا خاطر جمع رکھو مین اپنے سر کو خدا کی راہ مین ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہون یہی آرزو ہے کہ میری جان کسی کے کام آئے عند اللہ اس کنوین مین جاکر تمھارے بیٹے کی لاش ڈھونڈھے لاتا ہون تم میرے آنے تک یہین منتظر رہنا انھون نے کہا اے جوان جانے کا تو کیا ذکر ہے ہم اپنی بود و باش بھی یہین کرینگے حاتم بولا ایک مہینے تک میری راہ دیکھنا اگر آیا تو بہتر نہین تو اپنے کاروبار مین مشغول ہو جانا اتنی بات کہکر وہ کنوین مین کود پڑا کئی غوطے کھائے یکایک پانون تہ کو جا لگے آنکھین کھول دین نہ کنوان ہی نظر آیا نہ پانی مگر ایک میدان وسیع روشن دکھائی دیا آگے چلا پھر ایک باغ پاکیزہ پر فضا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا بے تامل اس کے اندر چلا گیا ہر قسم کے پھول پھلے ہوئے اور درخت خوبصورت میوون سے لدے ہوئے دیکھے اور وہ باغ خوشبو سے ایسا مہک رہا تھا کہ اس کا بھی دماغ معطر ہو گیا اس کے جی مین آیا کہ دیکھون ایسی خوشبو کن پھولون کی ہے اس امتحان کے لیے ہر ایک تختے کی طرف آتا جاتا تھا کہ ایک جماعت پریزادون کی کسی جگہ بیٹھی ہوئی دکھائی دی اور ایک تخت مرصع پر ایک جوان خوشرو بھی بیٹھا نظر آیا تب حاتم تھوڑی دور بڑھ کر گنجان درختون مین چھپ رہا اور تماشا دیکھنے لگا اتنے مین پریون کی نظر اس پر جا پڑی یکایک چیخین مارنے لگین کہ ہے ہے یہ آدمزاد نامحرم کہان سے آیا پھر جاکر اپنے سردار سے عرض کی کہ ایک شخص آدم کی قوم سے فلانے درختون مین چھپا کھڑا ہے یہ سنتے ہی پریزاد نے اس جوان سے کہا کہ تمھارا بھائی بند ایک اور بھی یہان آپہونچا اگر کہو تو تمھارے پاس لے آئین مہمانداری کی شرط بجا لائین وہ بولا بہت اچھا مجھے بھی اپنے ہمجنس کا کمال اشتیاق تھا الحمد للہ خدا نے بھیجدیا اس پری نے اپنی ایک مصاحبون مین سے کہا کہ جاکر تم اس کو بآئین شائستہ لے آؤ وہ جاکر اسی طرح سے لے آئین جب تخت کے قریب پہونچا پریزاد اور وہ جوان اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پاس بٹھا لیا مہمانداری

کی رسمین بجالائے احوال پوچھنے لگے کہ تم کون ہو کیا نام ہے کہان سے آتے ہو حاتم بولا مین یمن کا
رہنے والا ہون شاہ آباد سے آتا ہون حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہون میرا نام حاتم ہے اتفاقاً
اس کنوین پر آ نکلا تھا بہت سے لوگون کو روتے ہوئے دیکھا خصوصاً اے جوان تیرے
ماں باپ کی حالت دیکھ کر میری حالت تغیر ہو گئی بے اختیار ان کے پاس جاکر پوچھا کہ تم
اس طرح کیون بلبلا رہے ہو کہ سننے والون کی چھاتیان پھٹی جاتی ہین وہ آہ بھر کر بولے کہ
اس کنوین مین ہمارا یوسف ثانی گم ہو گیا ہے اس سے ہمارے جی ڈوبے جاتے ہین
کوئی ایسا نہین جو خدا کے واسطے اس مین جاکر اس کی لاش نکال لائے جب مین نے یہ
کلمہ سنا بے اختیار آپ کو اس کنوین مین گرا دیا اور یہان تک آ پہونچا اب مین نہین جانتا کہ
ان کا بیٹا تو ہی ہے یا کوئی اور پھر ایک آدمی کو دیکھتا ہون یہ سن کر اس جوان نے کہا کہ
اے بھائی وہ شخص جو یعقوب صفت اپنی بی بی سمیت وہان تھا اسی کا بیٹا ہون ایک دن کا
ذکر ہے کہ مین اس کنوین پر آ نکلا کہ یہ رشک زلیخا مجھے نظر آ گئی فوراً اس کے ایک جلوے
پر بے دامون بک گیا اور اس کی چاہ سے باؤلا بنگیا وہان بیٹھ رہا برق وش بھی ہر روز
اپنی جھلک دکھا کر چلی جاتی تھی لیکن مجھے اس دیکھا بھالی سے تسلی نہ ہوتی تھی آخر اسکے
سلسلۂ محبت کی کشش نے کھینچکر مجھ کو اس چاہ عمیق مین گرا دیا پھر باد صبا کی
طرح اس گل خوبی کی جستجو مین گرتا پڑتا اس باغ مین آ پہونچا بارے اس نے میری خستہ حالی
کر نہایت مہربانی فرمائی اور مجھ تشنۂ آب وصال کو اپنے جام وصل سے سیراب
کیا اب آرام گزرتی ہے ہر ایک رات عیش و آرام مین کٹتی ہے حاتم نے کہا حیف ہے
تو یہان رنگ رلیان منا رہا ہے اور وہان تیرے ماں باپ کا احوال تباہ ہو رہا ہے
یہ کیا انصاف ہے وہ بولا اب مجھ گرفتار کا اختیار اسکے ہاتھ ہے، اگر وہ رخصت دے تو
جاؤن ان کی تسلی کر آؤن حاتم نے کہا اندک صبر کر مین تیرا احوال ابھی عرض کرتا ہون یہ کہکر
پری کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے سراپا ناز قدردان اہل نیاز دردمندون کی غمساز
احسان و مہربانی سے دور ہے کہ اس کے ماں باپ آتش ہجر سے جلین اور سوز مفارقت
سے سراپا شمع کی صورت گھلین بہتر یہ ہے کہ اس جوان کو دو تین دن کی رخصت دے جو
جاکر ان کی چھاتی سے لگے اور دل ٹھنڈا کرے وہ مسکرا کر بولی کہ یہان کس نے اسے
منع کیا ہے ابھی چلا جائے یہ آپ ہی مبتلا ہو کر یہان آیا ہے مین نے اسے تھوڑے

بلایا ہے یہ اختیار رکھتا ہے جہاں چاہے وہاں جائے یہ سن کر حاتم نے کہا اٹھ کھڑا ہو پری نے پروانگی دی وہ بولا یہ اجازت نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے رضامندی یہ ہے کہ مجھ سے اس طرح قول کرے کہ تو خاطر جمع سے اپنے گھر جائیں ہر ایک ہفتے میں دو تین بار رات کے وقت تیرے پاس آجاؤں گی اور تجھے اپنی خاطر عاطر سے نہ بھلاؤں گی یہ بات سن کر حاتم نے سر نیچا کر لیا ایک دم کے بعد پریزاد سے پھر کہا خدا کے واسطے تو اس پر مہربان ہو اور جو یہ کہتا ہے مان لے پری نے تیوری چڑھا کر کہا ہماری قوم کی یہ چال نہیں جو میں کروں یہ پھیکے چوچلے مجھے نہیں بھاتے اتنی گرمی نہ چاہیے زیادہ اختلاط میری چڑھ ہے حاتم نے کہا اگر معشوق اس گرفتار کے حال پر ذرا رحم کھائے تو میں کچھ عرض کروں کیونکہ میں نے فلانے فلانے پردے کی پریوں سے سنا ہے اور ملاقات کی ہے وہ ان کے لطف و احسان عاشقوں کے حال پر بہت زیادہ دیکھے ہیں تم کہتی ہو کہ ہماری قوم میں اس طرح کے سلوک کوئی نہیں کرتا میں کیونکر مانوں بلکہ آدمزاد بیوفا اور جفاکار ہیں پریزاد عالم دوستی میں وفادار اور فرمانبردار ہیں یہ سن کر اس نے منہ پھیر لیا اور کہا یہ چھوٹا لیا ٹیلہ ہے مجھے دل سے نہیں چاہتا یہ تیری بناوٹ ہے جوان بولا جو کچھ تم فرماتی ہو سچ ہے اس فہمیدگی کے صدقے جائیے میں نے تمہارے واسطے گھر بار چھوڑا جان سے ہاتھ دھو کر آپ کو اس کنوئیں میں گرا یا کیا کیا صدمے اٹھا کر یہاں تک پہونچا اس پر بھی میں چاہنے والا نہ ٹھہرا

بیت

ہوئے تم نہ واقف مرے حال سے
میں صدقے رہا جان اور مال سے

یہ سن کر پری بولی ایسی باتیں بہت سنی ہیں کیونکہ واہی تباہی بک رہا ہے میں جب جانوں کہ تو مجھے چاہتا ہے جو کچھ کہوں وہی بجا لائے وہ بیچارہ فی الفور اٹھ کھڑا ہوا کہ دیر کیوں کرتی ہو جو منظور ہے جلد فرماؤ اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ایک کڑھاؤ میں گھی بھر کر چولھے پر چڑھاؤ جب گھی اس میں کڑکڑائے مجھے خبر کرو انھوں نے وہی کیا جس وقت گھی کھولنے لگا اس وقت جوان کا ہاتھ پکڑ کے کہا کیوں جی تم ہمیں چاہتے ہو تو اس میں کود پڑو جوان بے تامل خوشی بخوشی اس کڑھاؤ کی طرف چلا چاہتا تھا کہ آپ کو اس میں گرا دے پری دیوانوں کی طرح دوڑی بیتابانہ اس کے گلے سے لپٹ گئی کہ تو عاشق صادق ہے مجھ کو یقین ہوا اب جو کہے سو کروں مجھے سب قبول ہے پھر حکم کیا کہ مجلس طرب

آراستہ کرو اور ساقیان گل اندام جڑاؤ سنہری گلابیوں میں شراب لالہ فام بھر کر لے آئیں دور جام
شروع کریں اُس کے فرمانے ہی کی دیر تھی سب مہیا ہو گیا غرض اُسی طرح عیش و عشرت اور
مہمانداری میں ایک مہینہ گزر گیا اور وہاں کنوئیں پر جو لوگ بیٹھے ہوئے وعدہ شماری کر رہے
تھے کہنے لگے کہ اگر آج بھی وہ جوان نہ نکلا تو اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے الغرض اکتیسوین
دن حاتم نے اُٹھ کر اس جوان سے کہا مجھے کام ضرور ہے اب نہیں رہ سکتا جو تم نے وعدہ
کیا ہے اُس کو وفا کرو پری بول اُٹھی بہت بہتر حاتم نے کہا بشرطیکہ تم وعدہ مضبوط کر دو اور
حضرت سلیمانؑ کو درمیان دو تب مجھے باور ہو پری نے قسم کھا کر کہا میں اس قول سے ہرگز نہ
پھرونگی تم حاتم خاطر جمع رکھو پھر اپنی پریوں سے کہا ان دونوں جوانوں کو کنوئیں پر پہونچا
آؤ انھوں نے ایک ہی جست میں دونوں کو کنوئیں پر بٹھا دیا سب لوگ دیکھ کر حیرت میں
آگئے اور اس کے ماں باپ دوڑ کر حاتم کے قدموں پر گر پڑے خوشی بخوشی اپنے شہر میں
داخل ہوئے نہایت تکلف سے حاتم کی ضیافت کی ناچ راگ رنگ شروع ہو گیا
گھر گھر شادیانے بجنے لگے چودہ دن تک حاتم کو مہمان رکھا اور پری بھی اپنے وعدہ پر
آنے جانے لگی بلکہ یہی معمول رکھا حاتم نے اُس کی راستی اور درستی دیکھ کر اپنے جی میں کہا
سبحان اللہ اس قول پر کہ صورت بھی اچھی ہے اور سیرت بھی اچھی ہے وہ حسن بھی بے لطف
ہے اگر وفا نہ ہو اور وہ آنکھ بے کیفیت ہے جس میں حیا نہ ہو القصہ پندرھویں دن حاتم وہاں
سے رخصت ہوا جنگل کا رستہ لیا جوان بھی شہر کے باہر پہونچا گیا ایک مدت کے بعد ایک
بستی نظر آئی اُس کی شہر پناہ کے باہر ایک پیر مرد کھڑا تھا حاتم پر جو اُس کی نظر پڑی
اُس نے کہا السلام علیکم اے جوان مرحبا اُس نے کہا وعلیکم السلام اے پیر مرد باصفا
اُس کے بعد اس نے کہا اے مسافر آج کی رات میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیے اور آب
و نمک کے شریک ہو جیے تو مین مہربانی ہے حاتم بولا نیکی کا کیا پوچھنا اُسی دم وہ
پیر مرد اُس کو اپنے گھر لے آیا اور مین شایستہ ضیافت کی کھانے کے بعد پیر مرد نے پوچھا
اے جوان تیرا کیا نام ہے اور کہاں جائیگا اُس نے کہا کہ حاتم نام ہے یمن کا رہنے
والا ہوں حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں یہ سنتے ہی اُس نے سر نیچا کر لیا ایک ساعت کے
بعد سر اُٹھا کر کہا کہ اے عزیز وہ کون ہے جس نے تجھے ایسی جگہ بھیجا اول
تو یہ ہے کہ اُس کا نشان معلوم نہیں دوسرے جو کوئی وہاں گیا سو گیا پھر نہ پھرا

جو کوئی وہاں جانے کا قصد کرے اپنی جان سے ہاتھ دھوئے غسل میت جیتے جی بجا لائے کیونکہ اس کا راستہ اول منزل سے کم نہین اور رستہ مین حارس شہر قطان کے بادشاہ نے اس کی سرحد مین چوکی ٹھہائی ہے کہ جو کوئی اس حمام کی خواہش کر کے آئے پہلے اُسے میرے پاس لے آؤ تو معلوم نہین اُس کی اپنے روبرو بلانے کی وجہ کیا ہے مار ڈالتا ہے یا اُس کو چھوڑ دیتا ہے یہ سن کر حاتم نے کہا کہ حسن بانو سوداگر بچی پر منیر شامی شہزادہ عاشق ہوا ہے اپنا خانمان برباد کر کے اُس کے شہر کی کاروانسرا مین بیٹھ رہا ہے اُس کے واسطے یہ رنج اپنے اوپر گوارا کر کے کئی برس سے اُس کے کام مین عند اللہ پھرتا ہوں اور اُس سوداگر بچی کے چھ سوال خدا کے فضل و کرم سے پورے کر چکا ہوں اب ساتوان سوال حمام باد گرد کی خبر ہے سو لینے جاتا ہون دیکھون قسمت کیا دکھائے پیر مرد بولا آفرین تجھ پر اور رحمت تیرے ماں باپ پر جو بیگانے کے واسطے عیش و عشرت چھوڑ کر یہ محنت اختیار کی مصیبت سہی لیکن صلاح یہ ہے کہ اب اس خیال محال کو دل سے دور کر یہین سے پھر جا اس سے کہہ کہ وہ طلسمات ہے اُسے کوئی نہین جانتا اور اُس کا پتا نہین ملتا یہ بات سن کر حاتم بولا کہ استغفر اللہ جھوٹ کس طرح اس سے بولون بات کیونکر بناؤن یہ انصاف نہین کہ وہ عاشق بیچارہ مدت مدید سے درد انتظار کے سبب سے جان بلب ہے فقط امید وصال پر اُس کا دم بھر رہا ہے قریب ہے کہ شربت وصال اپنی معشوقہ کے ہاتھ سے پیے اور اپنی حیات کو تازہ کرے حیف ہے کہ اسوقت مین حیلہ ڈھونڈھون اور اس کے کام سے پہلوتہی کرون پس خدا کو کیا جواب دونگا کیونکہ جو کوئی عند اللہ کمر باندھتا ہے جھوٹ نہین بولتا اور جنھون نے خدا کی راہ مین اپنا گھر چھوڑا ہے وہ بے حصول مطلب نہین پھرے اُس جہاندیدہ نے کہا اے جوان اپنی جوانی پر رحم کر ہرگز اُس طرف نہ جا کیونکہ وہان کا جانا جہان سے جانا ہے اگر میرا کہنا نہ مانے گا تو پشیمان ہوگا جیسے مینڈک نے اپنی قوم کا کہنا نہ مانا پشیمانی کھینچی حاتم نے پوچھا کہ اس کی حقیقت کیونکر ہے پیر مرد کہنے لگا کہ اطراف شام مین ایک دریا تھا اس مین بہت سے مینڈک رہتے تھے ایک دن اُن مین سے کسی غوک نے اپنی قوم سے کہا جی یون چاہتا ہے کہ یہان سے سفر کرین کسی اور دریا مین جا کر رہین کیونکہ مسافرت مین فائدے بہت ہین فقیر غنی ہو جاتے ہین اور مفلس مالدار ہرگز وطن مین

کسی کو دولت حاصل نہیں ہوتی بے ہاتھ پانوٗن ہلائے نعمت ہاتھ نہیں آتی یہ
سن کر اس کی قوم نے کہا کہ اے نادان یہ خیال باطل تیرے دل میں آیا ہے اسے دور کر ہرگز
راحت نہ پائے گا مفت میں رنج اٹھائے گا آخر اپنے کیے پر پچھتائے گا اس نے
نہ مانا اپنے بھائی بندوں اور فرزندوں سمیت وہاں سے نکل کر ایک اور دریا کی طرف چلا ہر
چند کہ آبی جانوروں کو خشکی میں چلنا بہت دشوار ہے اس پر بھی وہ اچھلتا کودتا خوشی
بخوشی چلا جاتا تھا قضائے کار راہ میں ایک چشمہ مل گیا اس میں ایک سانپ تھا کہ اس نے
وہاں کے سب مینڈک کھا لیے تھے چند روز سے جو غذا نہ پائی تھی بھوک سے جھلا رہا
تھا دیکھتے ہی بے اختیار ان پر لپکا ایک ایک کو چن چن کر کھایا کسی طرح سے
وہ مینڈک آپ بھاگ کر دریائے قدیم میں آ پڑا لیکن جورو لڑکے برباد گئے اس
کی قوم یہ حالت دیکھ کر یوں طعنہ دینے لگی اے نادان یہ کیا کیا
تو نے مفت میں اپنا بسا گھر اجڑوا دیا بارے
اپنا احوال کہہ کر کہ پھر کیا گزری وہ بیچارہ بال بچوں کے غم کا مارا سر جھکائے اور اپنے
کیے پر ندامت کھینچے چپکا بیٹھا سب کی سنتا تھا ہر چند کہ وہ لعنت ملامت کہتے تھے
جواب دینا تو درکنار یہ دم نہ مارتا تھا غرض جو کوئی بزرگوں کا کہنا نہیں کرتا اس کا یہی حال
ہوتا ہے پس اے جوان میرا کہنا مان یہیں سے پھر جا گرمی نکر کیونکہ حمام بادگرد میں کوئی
نہیں پہونچا تیرا سر کیوں پھرا ہے اپنا علاج کر ان باتوں کو سن کر حاتم نے جواب دیا اے
جوان بزرگ جو کہتا ہے میری ہی بہتری کے واسطے کہتا ہے لیکن جو بات خدا
کے واسطے ہو اس سے منہ پھیرنا خوب نہیں کیونکہ دیانت اور تقوے سے
نہایت دور ہے کرم الٰہی سے امیدوار ہوں کہ اس جوان کی مراد میرے ہاتھ سے
بر آئے خدا کے واسطے اگر تو جانتا ہے تو شہر قطان کی راہ مجھے دکھا دے جو اپنی راہ
لگوں اس مرد دینہ نے جو دیکھا کہ اس کا ارادہ کامل ہے ساتھ ہو لیا اور شہر کے باہر
جا کر کہا اے مسافر داہنی طرف کا راستہ یہاں سے اختیار کر آگے بہت سے شہر
قصبے ملیں گے ان کے بعد ایک پہاڑ نظر آئے گا اس کے نیچے ہزاروں افعی و بلائیں
ہیں اگر ان سے بچ نکلے گا تو ایک صحرائے عظیم ملے گا وہاں خدا کی قدرت نظر آئے گی
تھوڑی دور جا کر دوراہہ ملے گا بائیں طرف نہ جائیو کہ وہ راستہ بہت سرسبز و پر فضا
ہے بخوبی شہر قطان میں پہونچے گا اگر داہنی طرف جاوے گا نزدیک ہے کہ اس میں

ہزار ہا خطرے بہت سی آفتین ہین حاتم بولا بے زندگی کوئی جی نہین سکتا اور بے اجل کوئی
مر نہین سکتا پھر قریب کا رستہ چھوڑ کر راہ بعید کیون اختیار کرون پیر مرد نے کہا
نہین سنا ہے تو نے کہ بزرگون نے کہا ہے **بیت**

چل راہ راست سوچ نہ ہر چند دور ہے
جو رو نہ کر تو بیوہ اگرچہ وہ حور ہے
شعر گو کو مرتا نہین کوئی بے موت
لیک تو منھ مین اژدہے کے نہ جا

دیکھو اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا خراب ہوگا غرض حاتم اس کو رخصت کر کے آپ
آگے روانہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر نظر آیا اور نقارون کی آواز بکثرت سنی
جی مین کہنے لگا آج اس شہر مین کیا کسی کے گھر مین شادی ہے بہت لوگ اس شہر کے
جمع ہین بادشاہی سراپچے کھڑے ہین اور تمبو ڈیرے استادہ ہین فرش ستھرا پاکیزہ صاف
ہر ایک طرف بچھا ہے جا بجا لوگ بیٹھے ہین ہر مجمع کے قریب نقارے بج رہے ہین
مجلس مین راگ ناچ ہو رہا ہے چولھون پر دیگین کھڑک رہی ہین کھانے پک رہے ہین حاتم
یہ کیفیت دیکھ کر پوچھنے لگا اے یارو سچ کہو آج اس شہر مین کیا شادی ہے وہ بولے
رسم اس شہر کی ہے کہ برس مین دن ہر ایک امیر و غریب بلکہ بادشاہ و وزیر بھی اپنی اپنی لڑکیون
کو جو بالغ ہین دلھن بنا کر عطر اور ارگجے مین بسا کر خیمے مین بٹھا دیتے ہین پھر ایک بڑا
سانپ جنگل کی طرف سے آتا ہے اور ایک جوان کی شکل بن کر ہر ایک خیمے کے
اندر جا کر ان سبھون کو دیکھتا پھرتا ہے جو پسند آتی ہے اس کو لے جاتا ہے ہم
نے دہشت سے بیحیائی کی نقاب منھ پر ڈال کر مجبور اً یہ شادی مچائی ہے دیکھیے کس کی
لڑکی پسند کرے اور لیجائے ہر ایک کو یہی دھڑکا ہے آج تو نقارے بجتے دیکھتا ہے
کل چھاتی پیٹتے دیکھیو ایک دن کی شادی اور ساٹھ دن کا غم ہم کو ہر سال ہے بے بس ہین
کیا کرین شام کے وقت وہ مقرر آئے گا کسی نہ کسی کے سر پر آفت لائے گا یہ ماجرا سن
کر حاتم نے اپنے جی مین کہا کہ یہ کام جن کا ہے فی الحقیقت وہ سانپ نہین پھر ان سے
مخاطب ہو کر کہا اے عزیزو یہ بڑی بلا تم پر آتی ہے انھون نے کہا پھر کیا کرین
اس مین کچھ اپنا چارہ نہین جو خدا چاہے سو کرے مثل مشہور ہے سنگ آمد و سخت آمد
ایسا ہم کسی کو نہین دیکھتے جو خدا کے واسطے اس آفت کو ہمارے سر سے
ٹالے حاتم نے کہا انشاء اللہ تعالےٰ اس آفت کو مین اسی رات کو تمہارے سر سے

رفع کرتا ہون تم مردانہ وار رہو اپنے جی مین کچھ اندیشہ نہ کرو انھون نے جاکر اپنے سردارون
سے ذکر کیا وہ سنتے ہی ہاتھون ہاتھ اُس کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا
تب بادشاہ نے احوال پرسی کی اور ایک کرسی پر بٹھاکر کہا اے جوان تجھے کچھ معلوم ہے کہ یہ
کیا آفت اور کیا اسرار ہے حاتم نے کہا مین خوب جانتا ہون وہ جن ہے جب اُن کی قوم
فساد کیا چاہتی ہے تو راہ راست کو چھوڑ کر کجی اور مردم آزاری اختیار کرتی ہے بادشاہ
بولا اے جوانمرد اگر یہ جن تیرے ہاتھ سے مارا جائے یا میرے شہر سے دور ہو تو
تو مین سپاہ اور رعیت سمیت تیری اطاعت کرون بلکہ جب تک جیون ممنون احسان رہون
حاتم نے کہا مین جو کام کرتا ہون خدا کے واسطے کرتا ہون جو قدم آگے بڑھاتا ہون
اپنے مولا کی راہ مین دھرتا ہون اگر یہ بھی کام کرون گا تو کسی پر احسان نہین پر جو کچھ
تم سے کہون سو قبول کرو بادشاہ نے فرمایا بسر وچشم پھر حاتم نے کہا جس وقت وہ آئے
اور جس کی لڑکی کو پسند کر کے لے چلے اسوقت وہ اس سے کہے کہ صاحب تم لے جانے مین
مختار ہو مگر اتنی بات ہماری بھی سنو کہ ہمارا ایک بڑا اسر شاہزادہ مدت کے بعد آج آیا ہے
ہم سب کے سب اُس کے تابع ہین اُس کے بے کہے اس لڑکی کو تمھارے ساتھ نہین کر سکتے
اگر تمھارے حوالے کرین تو عین خطا ہے کیونکہ اگر تم غصے ہو گے تو ایک برس مین ہمارے
ملک کو خراب کرو گے اور وہ جو غضبناک ہوگا تو ایک پل مین خاک سیاہ کر دے گا القصہ
بادشاہ نے تمام دن حاتم کو اپنی بارگاہ مین بٹھا رکھا جب شام ہوئی اُس سانپ کی آمد آمد کا غل
ہوا لوگون نے حاتم سے کہا اے جوان وہ موذی آپہونچا اُس نے سنتے ہی شاہ سے عرض
کی کہ ذرا مین بھی اُس کو دیکھون پھر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے کے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک
اژدہا آسمان سے سر لگائے ہوئے چلا آتا ہے اُس کی درازی کا ٹھکانا نہیں دیو بھی
اس کا سامنا نہین کر سکتا آدمی کا تو کیا مقدور جب آنکھ اٹھا کر دیکھے جو پتھر اور درخت
اس کی چھاتی کے نیچے آتا ہے وہ پس کر سرمہ ہوتا ہے حاتم نے اس کو جو اس ہیئت
سے آتے دیکھا کہا الٰہی تیری پناہ تو ہی اس سے نجات دے گا یکایک وہ سانپ
نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی سخت کر کے ہلائی کہ آدمی سب کے سب سر جھکا کے
زمین پر گر پڑے پھر وہ چارون طرف نگاہ کر کے زمین پر لوٹ کر ایک خوبصورت
آدمی بن گیا تب انھون نے اُٹھ کے اُٹھ کے ادب سے سلام کیا اور

بادشاہ اس کے آگے جاکر اپنے خیمے مین لے آیا ایک تخت جواہر نگار پہ بیٹھایا اور آپ بھی
بیٹھ کر اٹھا اور کہنے لگا کہ اپنی اپنی لڑکیان مجھے دکھاؤ بادشاہ نے کہا بہت بہتر دیکھیے تب
اُس نے بارگاہ سے نکل کر سب سرداروں اور سوداگروں اور غریبوں کی لڑکیاں دیکھیں
پر کسی کو پسند نہ کیا الٹا پھرا پھر بادشاہ کے خیمے مین آیا جہان شہزادی بیٹھی تھی وہان گیا اور اُسی
کو منظور نظر کر کے ایک دم کے بعد بادشاہ سے سوال کیا کہ مجھے اسی کی خواہش ہے میرے
حوالے کرو اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا ہمارا ایک بڑا بزرگ زادہ کتنے دنون
سے نکل گیا تھا بالفعل آیا ہے ہم اس کے بے حکم کچھ کام نہین کر سکتے وہ آلا ایک آن مین
ستیاناس کرے گا صلاح یہ ہے کہ آپ اس کو بلوائین وہ جو کچھ کہے گا سو ہم کرین گے
اس نے کہا کہ اب تک وہ کہاں تھا آج کیونکر آیا اچھا بلواؤ یہ تو وہین قنات کے
نیچے ہی لگ رہا تھا بلاتے ہی اس کے روبرو آکھڑا ہوا دیو نے پوچھا کہ اے جوان
مین ایک مدت سے اس شہر مین آتا جاتا ہون پر تو کبھی مجھ کو نظر نہین آیا اب کہاں سے
آگیا سچ بتا تو کون ہے اور کس واسطے ہمارے فرمانبرداروں کو گمراہ کر کے اس ملک کو
خراب کر دیا چاہتا ہے حاتم نے کہا جب تک مین اس شہر میں نہ تھا تب تک انھون
نے تیرا کہا کیا اب اس ملک کا مالک مین آیا ہون اور کاروبار یہان کا مجھ سے متعلق
رکھتا ہے جو کوئی ہمارے باپ دادا کی رسمین بجا لاتا ہے بیٹی اس کو دیتے ہین جن نے
پوچھا وہ کیا ہے بیان کر حاتم نے کہا کہ میرے پاس مہرہ ہے پہلے تو اس کو گھس کر پلاتا
ہون وہ بولا جو یہ رسم ہے تو لے آمین پیون گا حاتم نے وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے
دیا تھا اپنی جیب سے نکال کر تھوڑے سے پانی میں رگڑ کر اس کے حوالے کیا جن نہ
جانتا تھا کہ اس کے حق مین اس کا پینا ستم ہے مارے غرور کے بے تامل پی گیا اس نے
یک قلم حلم حسنی فراموش کیا اس پر بھی ڈھٹائی سے کہنے لگا اب کوئی اور رسم باقی ہو تو اس
کے بھی بجا لانے کو حاضر ہون حاتم بولا دوسری یہ رسم ہے کہ ایک گولی مین تم اترو اور ہم
اس کا منھ باندھ دین پھر اس کے باہر نکل آؤ تب ہم بخوشی اس لڑکی کو تمھارے حوالے
کرین اور جو اس مین سے نہ نکلو تو ہزار لعل اور دو ہزار الماس اور ایک موتی مرغابی
کے انڈے برابر جو پریون کے ملک مین ہے گنہگاری کین وہ نادان اپنے زور کے
بھروسے پر بھولا ہوا تھا بے اختیار کہہ بیٹھا جلد لاؤ وہ گولی کہاں ہے حاتم

حاتم نے اُسکے منھ پر اتر پڑا بسم اللہ وہ فوراً اتر پڑا حاتم نے اُسکے
نے ایک بڑی سی گولی منگا کر اس کے آگے رکھی اور کہا بسم اللہ وہ فوراً اتر پڑا حاتم نے اُسکے
منھ پر ڈھکنا ڈھانک کر مضبوط باندھ کر اسم اعظم پڑھنا شروع کیا اور اس سے کہا
اب باہر نکل اس اسم اعظم کی برکت سے اُس کا ڈھکنا پہاڑ سے سوا بھاری ہوگیا کتنا ہی اُس
نے زور کیا پر نکل نہ سکا تب حاتم نے لوگون سے کہا کہ اب اس کے اس پاس نیچے اوپر
لکڑیان رکھکر آگ بھڑکا دو انھون نے وہین اس کے کہنے پر عمل کیا جس مین جلا پکارنے لگا
پر کسی نے اس کی فریاد نہ سنی آخر جل کر خاک سیاہ ہوگیا پھر حاتم نے اُن سب لوگون سے
کہا اب تھوڑی سی زمین کھدوا کر اُس کو گڑوا کر اپنے گھرون مین جا کر چین کرو خدا نے اس
بلا کو تمھارے سر سے دور کیا نہین تو خدا جانے تمھارا کیا حال ہوتا اور وہ موذی کیا
سلوک کرتا بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر حاتم کی تعریف بہت سی کی شہر کے باشندے
سب کے سب پائون پر گر پڑے پھر بادشاہ نے بہت سی اشرفیان اور روپئے کی کشتیان
ملبوس وجواہر کی منگوا کر اس کے سامنے رکھین اُس نے کہا مجھے درکار نہین خدا نے
سب کچھ دیا ہے اگر منظور ہے تو فقیرون کے حوالے کرو جو خدا کی خوشی ہوا اور تمھین
اجر دے کیونکہ جو شخص خدا کی راہ مین سر دیتا ہے وہ مزدوری نہین لیتا شہریارنے
اُسی گھڑی فقیرون غریبون محتاجون کو بلوا کر اُس مال کو تقسیم کر دیا حاتم کو تین روز تک
مہمان رکھا چوتھے روز وہ رخصت ہو کر آگے بڑھا کتنے دنون کے بعد اس پہاڑ
کے نیچے جا پہونچا جس کا ذکر اس پیر مرد نے کیا تھا ذرا ستا کر اس پر چڑھا جب
اس سے گزر گیا تب ایک بڑا جنگل دکھائی دیا اس مین عجائبات دیکھے قسم قسم کے
میوے کھاتا ہوا کئی روز تک چلا گیا جب اس سے نکلا ایک دوراہہ نظر آیا وہان
کھڑے ہو کر اپنے جی مین سوچنے لگا کہ اس پیر مرد نے کہا تھا کہ داہنی طرف کی راہ مین
بہت سی آفتین ہین تو ادھر سے نہ جانا اس وقت اس کے کہنے پر عمل کیا چاہیئے اور
بائین طرف کا رستہ لیجئے اس خیال پر بائین طرف روانہ ہوا تھوڑی دور جا کر
اُس نے یون سمجھا کہ اس راہ سے جانا کچھ حاصل نہین بہتر یہ ہے کہ داہنی طرف
چلون جو خدا مدد کرے گا تو کوئی بلا میرے پاس نہ آسکے گی اور اگر
آجائے گی تو اس کی مدد سے دفع کرونگا مسافرون کا رستہ پاک ہو جائیگا اور
جو لڑا اور جاؤنگا تو بھی داخل ثواب ہون گا یہ بات ٹھہرا کر اُس رستے سے پھرا اور

داہنی طرف چلا کہ ببول کا ایک جنگل کانٹوں سے بھرا دکھائی دیا توکل بخدا یہ اس مین پہونچا اور قدم اٹھائے بہزار خرابی تھوڑی سی راہ طے کی آخر درختوں کے کانٹوں سے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن لہولہان ہوا اور زمین کے کانٹوں سے تلوے چھد گئے پانؤں سوج گئے تب بیدم ہوکر کہنے لگا وہ بزرگ سچ کہتا تھا مجھ کمبخت نے اس کا کہنا نہ مانا آپ کو مصیبت مین ڈالا اندیشہ یہ ہے کہ اس کے آگے مبادا اور کوئی جنگل پرخطر ہو تو وہان پناہ کی صورت کیونکر ہوگی غرض بہزار خرابی وہ کتنے دنون مین اس جنگل سے نکلا اور آگے بڑھا کہ چھپکلیون کے جنگل مین پہونچا وہ سب کی سب آدمی کی بو پاتے ہی اس کے کھانے کو دوڑین حاتم نے دیکھا کہ ہزارون چھپکلیان چیتے اور کتے کے برابر بلکہ ون لومڑی اور گیدڑ کے مانند دوڑی آتی ہین ڈرا اور کانپنے لگا کہ اس بلا کا آنا بے سبب نہین اغلب ہے کہ میرے ہی کھانے کو آتی ہین لیکن مجبور ہون کچھ تدبیر نہین کرسکتا اتنے مین قریب آ پہونچین ایک بڈھا نورانی صورت داہنے ہاتھ کیطرف نمودار ہوا اور کہنے لگا اے جوان تو نے بزرگون کا کہنا نہ مانا آخر پشیمان ہوا حاتم بولا مین نے برا کیا اپنی تقصیر پر نادم ہون تب اس بزرگ نے فرمایا کہ خرس کی بیٹی کا مہرہ نکال کر زمین پر ڈال وہ سب آپ ہی غائب ہو جائنگی اس نے فی الفور مہرے کو کیسے سے نکالکر زمین پر پھینک دیا پہلے زمین زرد ہوگئی پھر سیاہ آخر سبز ہوکر سرخ ہوگئی چھپکلیان جو دوڑی آتی تھین دیوانیان ہوکر آپس مین لڑکر مرگئین اور تین گھڑی کے عرصہ مین تمام ہوگئین حاتم نے یہ احوال دیکھ کر متعجب ہوکر کہا کہ الٰہی ان مین ایسی کیا دشمنی ہوگئی جو ایک ایک کو مار کر مرمٹی یقین ہے کہ اس مہرے کا یہ اثر ہے خدا کا شکر کیا چاہیئے جس نے اس وقت مین ایسے ولی کو بھیجا کہ اس نے مجھ کو یہ بھید بتایا اور بلیات سے بچایا وگرنہ مجھ کو یہ نکا بوٹی کرڈالتین پھر غور کر کے جو دیکھا تو ایک کو ان مین جیتا نہ پایا ارادہ کیا مہرے کو اٹھا لیجئے وہین دھیان آیا شاید اس کے اٹھانے سے وہ جی اٹھین اور مجھے کھا جائین تو جان کی جان جائے اور محنت برباد ہو جلدی نہ کیا چاہیئے یہان تک صبر کیا کہ ان کا گوشت پوست گھل گیا ہڈی پسلی نکل آئی تب حاتم اپنا مہرہ اٹھا کر آگے چلا تھوڑے دنون کے بعد ایک جنگل اتر دھات کا ملا وہان کا ہر ایک ریزہ اس کے پانؤن کو چھید کر پشت پا سے گزر جاتا تھا زخم پڑ جاتے تھے یہ اپنے کپڑون سے چیتھڑے

پھاڑ پھاڑ کر جوتیون کے اندر رکھ لیتا تھا آخر اس کے پاؤن چھلنی ہو گئے تب اپنے دل مین کہنے لگا کہ اے حاتم تیرے برابر جہان مین کوئی بیوقوف نہ ہو گا کیونکہ اس بزرگ نے تجھے مکرر منع کیا تھا کہ بائین ہاتھ کا راستہ بہت برا ہے اودھر سے نہ جانا اور خدا نے بھی ہوش گوش آدمی کو اسی واسطے دیے ہین کہ بھلے برے کو پہچانے سنبھل کر چلے سو چکر قدم دھرے تو بھلا چنگا اس کو چھوڑ کر بائین طرف گیا تھا پھر یہ کیا کمبختی تھی جو اس کو چھوڑ کر دائین طرف آگیا تھا خیر اب پچھتانے سے کچھ فائدہ نہین جو کچھ پر پڑے اسے گوارا کر جس طرح سے چلا جا کے چل خدا نباہنے والا ہے آخر کار ہزار محبت اور مشقت سے اس جنگل کو طے کیا اور الحمد للہ کہہ کر ایک جگہ بیٹھ گیا وہان جوتیان اتار کر جو دیکھین تو تمام پاؤن چھلنی ہو گئے ہین اژدہات کے ریزے ہر ایک سوراخ مین نظر آتے ہین نکالنے لگا جب نکال چکا پاؤن پر کپڑا لپیٹ کر جوتیان پہنکر لنگڑاتا ہوا چل نکلا اور اپنے جی مین خوش تھا کہ مین نے سب بلاؤن سے نجات پائی مگر یہ نہ جانتا تھا کہ اور آفت عظیم درپیش ہے چند قدم اس جنگل مین چلا تھا کہ وہان کے بچھو آدمی کی بو پاکر دوڑے کتنے ان مین سے بلی کے برابر تھے اور کتنے لومڑی کے برابر تھے دُمین ان کی گیڈرکی سی پاؤن مرغ کے سے گردنین ٹخنے کی صورت حاتم کی نگاہ جو ان پر پڑی سہم کر کانپنے لگا اور ایسا گھبرایا کہ حسرت جاتی رہی ہاتھ پاؤن پھول گئے ادھر اُدھر تکنے لگا کہ وہی پیر مددگار آپہونچا ہاتھ پکڑ کے کہنے لگا خاطر جمع رکھ ہراسان نہ ہو استقلال کو ہاتھ سے نہ دے حاتم بولا اے مرد خدا کیا کرون مجھ کو طاقت نہین ان بچھوؤن سے جن کے ڈنک ایسے ہین کہ اگر پتھر پر مارین تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے کیونکر مقابلہ کر سکون گا اس بزرگ نے فرمایا اندیشہ نہ کر وہی مہرہ پھر زمین یران کے روبرو ڈال دے قدرت خدا کا تماشا دیکھ لے حاتم نے ہر چند مہرے کے نکالنے کا قصد کیا پر ہاتھ ایسے کانپنے لگے کہ نکال نہ سکا آخر اسی پیر مرد نے نکال کر اس کے ہاتھ مین دیا کہ بسم اللہ کہہ کر زمین پر ڈالدے حاتم نے جو اس مہرے کو پھینکا وہین زمین چھپکلیون کے جنگل کی طرح رنگ بدلنے لگی جب لال ہوئی بچھو بھی آپس مین لڑنے لگے ایک کے ڈنک سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا حاتم کھڑا دیکھتا رہا کہ آپس مین لڑ کر تین روز کے عرصے مین وہ بھی تمام ہو گئے یہ بھی تین دن وہان رہا چوتھے روز اس مہرے کو اٹھا کر شکر کا دوگانہ ادا کر کے

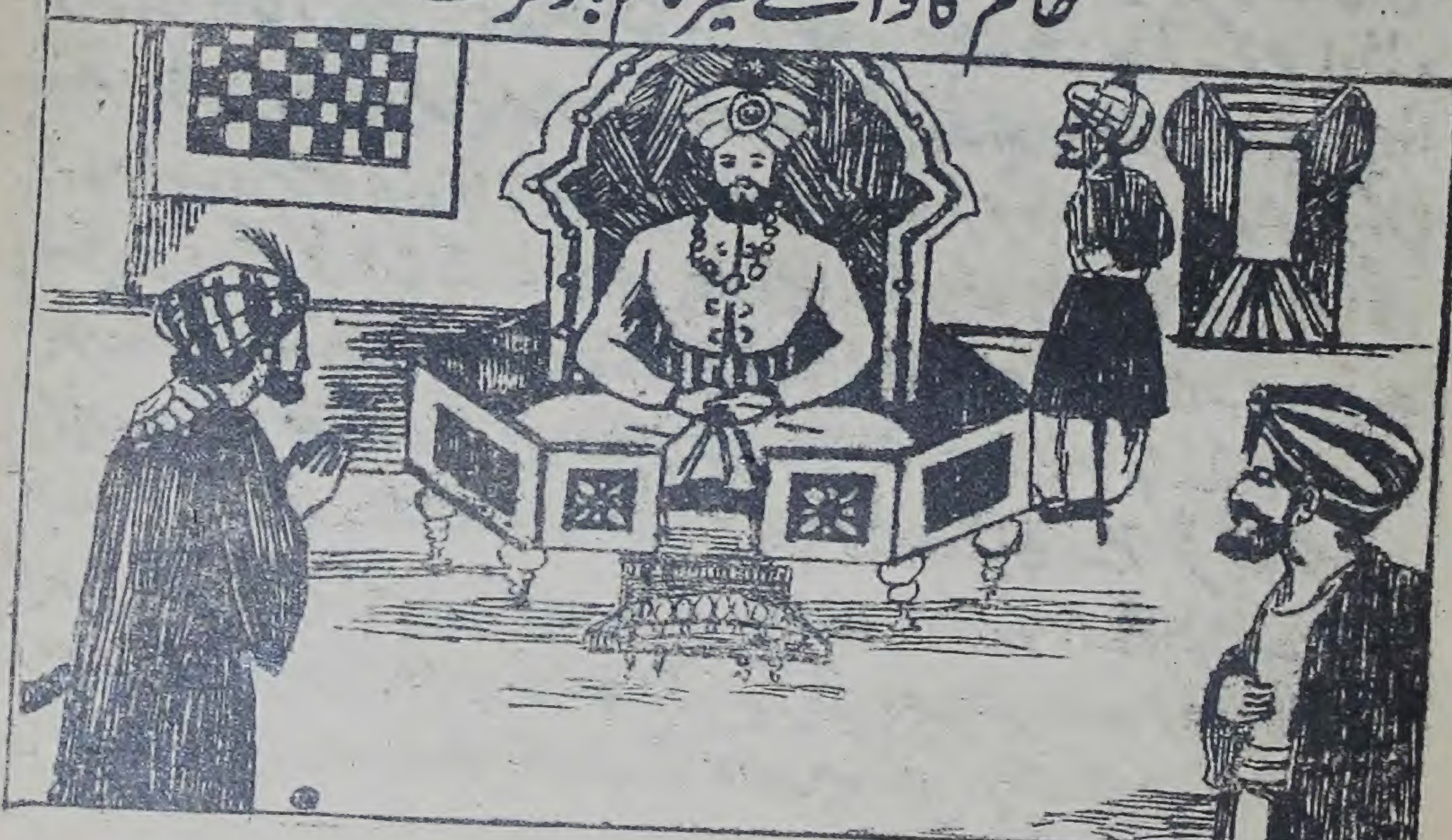
روانہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر عظیم دکھائی دیا یہ اس مین داخل ہوا لوگون نے جو اسے اجنبی دیکھا پاس آکر پوچھنے لگے اے جوان تو کس راہ سے آیا حاتم نے کہا داہنی طرف کی راہ سے وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ جیتا کیونکر بچا کیا چھپکلیون اور ببول کے کانٹون کی مصیبت اژدہات کے جنگل اور بچھوؤن کی آفت تجھ پہ نہ پڑی حاتم بولا عزیزو مین البتہ ان بلاؤن مین مبتلا ہوا تھا لیکن مدد الٰہی سے چھپکلیون اور بچھوؤن کو ٹھکانے لگایا اب اس راہ مین اژدہات کے ریزون اور ببول کے کانٹون کے سوا کوئی گزند باقی نہین سوداگر جو وہان اترے ہوئے تھے اس بات کو حاتم کی زبانی سن کر مستعد ہوئے کہ اب اسی راہ سے چلیے دور کی راہ کس لئے اختیار کیجیے کیونکہ یہ رستہ صاف ہو چکا ہے کچھ حادثہ نہین اگر سوداگر آیا جایا کرین گے شہر بھی آباد ہو جائے گا آخر لادو پھاند کر چلے گئے یہ خبر بادشاہ کو پہونچی کہ کاروان ایک مسافر کے کہنے پر جس راہ مین اژدہات اور ببول کا جنگل ملتا تھا اسی رستے گئے حکم کیا بہت سے ہرکارے اُن کے پیچھے پیچھے چلے جائین راہ کا احوال قرار واقعی تحقیق کر کے پھر آئین اور حاتم کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور کہا اے مسافر راہ کے حادثے مسافری کے صدمے بہت سے تو نے اٹھائے ہین چند روز یہان دم لے قدرے آرام کر ہمارا ہم صحبت ہو پھر جہان چاہیو وہان جائیو پر مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر سچا ہے تو بہتا نہین تو سولی دون گا اس ارادے پر چند روز اس کو رکھا کتنے نگہبان کیے کہ کہیں آئے جائے نہین اور وہ لوگ جو راہ کی خبر لینے گئے تھے۔ اس قافلے کے پیچھے لگ گئے جا بجا اُس کے اُترنے کی نشانی پائی آفت کہیں نہ دیکھی جب سوداگر چھپکلیوں کے جنگل سے صحیح وسلامت گذر گئے وہ پھر کر چند روز کے بعد اپنے شہر میں آ پہونچے۔ بادشاہ سے عرض کی کہ جو کچھ اس مسافر نے کہا تھا سچ ہے واقعی کوئی آفت اس راہ میں نہیں رہی تب شہریار نے ہر ایک طرف اشتہار بھجوایا کہ خلانی راہ آفتوں سے پاک ہو گئی ہے جس کا جی چاہے بے دغدغے آئے جائے اور حاتم سے بہت سی معذرت اور منت کی اور کہا اے جوان مجھ سے خطا ہوئی ہے تو معاف کر پھر بہت سا زر و جواہر اُس کے آگے رکھا حاتم بولا کچھ آپ کا قصور بظاہر مجھے معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جس روز سے تمہارے شہر میں آیا ہوں با آرام تمام رہا ہوں یہ کیا سبب ہے جو تم معذرت کرتے ہو

بادشاہ نے فرمایا تم نہین جانتے کہ مین بظاہر سلوک کرتا تھا کہ مہمانون کی طرح رکھتا تھا
فی الحقیقت کتنے لوگ تمھارے لئے متعین کئے تھے کہ جب تک اس جنگل کی خبر نہ
آئے تم کہین جانے نہ پاؤ اگر وہ جھوٹ ہوتا تو شہر کے باہر تمھین سولی دیجاتی کہ
پھر کوئی ایسی خبر نہ اڑاتے اس بات کو سن کر حاتم نے عرض کی یہ تو عین انصاف ہے
بادشاہون کا کہ سچے کو سرفراز کرین جھوٹے کی گردن مارین تم عبث عذر کرتے ہو مین
نے بھی جھوٹ نہ کہا تھا کہ بھلے آدمیون کا شیوہ نہین ہے مین تمھاری اس بات
سے آزردہ نہین ہوتا کیونکہ بادشاہون کو یون ہی چاہیئے خدا تم کو اپنی پناہ مین رکھے
تمھارا ملک ہمیشہ تمھارے قبضہ مین رہے اور جو کچھ مجھے عنایت ہوا ہے میرے
کس کام کا ہے کیونکہ باربرداری نہین رکھتا مین تن تنہا اسے کس طرح لیجاؤن بادشاہ
نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو مین باربرداری اور گھوڑے بہت لوگ نگہبانی کے
واسطے ساتھ کردونگا تمھارے وطن تک تمکو پہونچا دینگے حاتم نے عرض کی مجھے ایک
کام ضروری درپیش ہے جب تک اسے نہین کرچکون گا وطن کیطرف تو منھ بھی نکرونگا
جانا ایک طرف شہریار نے پوچھا کہ وہ کون سا کام ہے اگر ہم کو معلوم ہو تو ہم بھی اُس
مین شریک ہون کوتاہی نہ کرین حاتم بولا یہ حضرت کا الطاف ہے لیکن مین خالق کے
سوا کسی مخلوق سے مدد نہین چاہتا پر ایک رہبر ساتھ کر دیجئے کہ شہر قطان کا راستہ
بتادیوے یہ بھی احسان سے خالی نہین بادشاہ نے فرمایا تم کو اس شہر مین کیا کام ہے
اُس نے کہا مین نے سنا ہے کہ حمام بادگرد اسی سرزمین مین ہے اُس کے دیکھنے کا نہایت
مشتاق ہون شاہ نے ارشاد کیا اے جوان اس خیال کو اپنے دل سے اٹھا کیونکہ جو کوئی
اُس کی طرف گیا جیتا نہین پھرا آپ کو کیون ہلاکت مین ڈالتا ہے وہ بولا جو ہونی ہو سو ہو
مجھے جانا اور وہان کی خبر لانا ضرور ہے غرض ہرچند بادشاہ نے منع کیا اور نصیحتین کین
مگر اُس نے نہ مانا تب ناچار ہو کر دو آدمی ساتھ کر دیے کہ شہر قطان کی راہ پر اس
کو پہونچا دو حاتم رخصت ہوا شہر سے باہر نکل کر رستہ پکڑا چند روز کے بعد ایک
مقام پر پہونچ کر رہبرون نے عرض کی کہ ہماری سرحد تمام ہو چکی یہ سرحد شہر قطان
کی ہے ہمین رخصت کرو حاتم اُن کو وداع کر کے آگے بڑھا جب قریب پہونچا
تو اُس نواح کے لوگ اس کو دیکھ کر کہنے لگے اے جوان کس راہ سے آیا ہے

اُس نے کہا فلانی طرف سے اگرچہ اُس مین بہت سی آفتین تھین لیکن خداے کریم نے اس راہ کو اپنے کرم سے پاک کیا آفتین دور کین مجھے صحیح و سلامت یہان تک پہونچایا۔ یہ بات سن کر سب کے سب خوش ہوئے حاتم شہر قطان مین داخل ہوا اور کاروانسرا مین اُترا ایک دن وہ موتی بیش قیمت اور دو لعل گرانبہا کہ ان کا ثانی سرکار عالی مین نہ تھا ایک ڈبیا مین رکھ کر بادشاہ کے در دولت پر گیا چوبدارون نے اپنے داروغہ سے کہا کہ ایک مسافر کسی شہر سے آیا ہے اُس نے حضور مین جا کر عرض کی ارشاد ہوا کہ اس کا احوال تحقیق کر کے آؤ چوبدارون نے جا کر حاتم سے پوچھا تم کہان سے آئے ہو تمھارا کیا نام ہے اس نے کہا مین سوداگر ہون شاہ آباد سے آنا ہوا ہے ملازمت کا امیدوار ہون انھون نے اپنے داروغہ کی وساطت سے حضور پر نور مین عرض کی کہ ایک جوان طرحدار خوش گفتار سوداگر پیشہ شاہ آباد سے آیا ہے قدمبوسی کی آرزو رکھتا ہے بادشاہ نے حکم کیا کہ بلاؤ وہ جا کر حاتم کو حضور عالی مین لے آئے وہ مجراگاہ مین کھڑا ہو کر آداب شاہانہ بجالایا اور تعریف کر کے آگے بڑھا وہ جواہر نذر گزرانا اس جواہر کو دیکھ کر بادشاہ کا رنگ مارے خوشی کے دمکنے لگا اُسے کرسی پر بٹھایا احوال پوچھا اس نے عرض کی کہ مین ایک مدت سے سوداگری کرتا تھا اب اس دنیا کو ہیچ سمجھ کر تجارت چھوڑ دی سلاطینون کی ملاقات ترک کر دی سیاحی اختیار کی اس شہر مین آ کر حضرت کے اوصاف حمیدہ یہان تک سنے کہ بے اختیار دوڑا آیا کیونکہ ایسے بادشاہ عادل کا دیکھنا سعادت ابدی اور دولت سرمدی ہے بادشاہ نے اس کی گفتگو سن کر نوازش سے فرمایا اے جوان چند روز اس ملک مین رہو اور ہم کو اپنی صحبت سے مسرور کرو یہی ہماری نذر ہے حاتم نے یہ سن کر التماس کیا اگرچہ ہم لوگون کو دو چار روز بھی ایک جگہ رہنا دشوار ہے پر تجھ سے بادشاہ صاحب انصاف دوست پرور کی خدمت مین حاضر رہنا سب طرح سے بہتر ہے مین نے دل و جان سے قبول کیا پھر بادشاہ نے پوچھا تم کہان اترے ہو اس نے عرض کی کاروانسرا مین یہ سن کر دیوان خاص کے داروغہ کو حکم کیا کہ ایک مکان مختصر پاکیزہ آراستہ کر کے ان کو وہان اتروا دو اور بکاول سے کہہ دو کہ دونون وقت سات سات خوان خاصے کے بے تکلف پہونچایا کرے اور کتنے خدمتگار بھی کاروبار کے لیے معین کر دو یہ کہہ کر حاتم

کی طرف متوجہ ہوا کہ اے جوان ہماری خوشی اس مین ہے کہ تو وہان سے اُٹھ آ اور یہین رہنا
اختیار کر ہر روز ہماری مجلس کی رونق بڑھا اور اپنا کلام شیرین اکثر اوقات سنا
القصہ حاتم وہین رہا بادشاہ سے صحبت گرم کی چنانچہ چھ مہینے اسی طرح گزر گئے آخر
حارث شاہ ایسا اس پر مبتلا ہوا جو ایک دن نہ دیکھتا چین نہ پڑتا ناچار بلوا ہی لیتا غرض
جان و مال سے بھی دوست زیادہ رکھتا تھا اور اکثر اپنے ندیمون سے اس کی تعریف کر کے کہتا
کہ یہ میرے شہر مین اپنی بود و باش ہمیشہ اختیار کرے تو اوقات بخوبی کٹے وہ بھی یہ سن کر
کہتے حضرت بجا فرماتے ہین یہ مرد ایسا ہی خوش خلق و شیرین کلام ہے اس کا رہنا بادشاہون
کی صحبت مین بہت مناسب ہے ایک دن کا ذکر ہے حاتم نے جو حارث شاہ کو خوش
و خرم دیکھا کئی لعل و زمرد و الماس بیش قیمت بھر نذر گزرانے بادشاہ نے فرمایا
اے جوان مین تیرا دل سے ممنون ہون بار بار کیون شرمندہ کرتا ہے مین تجھ سے
محجوب ہوتا ہون کیونکہ ایک مدت سے تو میری خدمت مین حاضر ہے مگر کچھ فرمائش نہین
کرتا اب میرا جی یون چاہتا جو تجھے درکار ہو بے تکلف مانگ مین عذر نہ کرون گا
بلا توقف تجھے دون گا حاتم بولا آپ کی بدولت سب کچھ موجود ہے کسی بات کی

تصویر حارث بادشاہ شہر قطان کی اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنا حاتم کا واسطے سیر حمام بادگرد کے



کمی نہین بیاحون کو زیادہ تکلفات دیتا گیا در کار ہین بادشاہ نے کہا یہ کون بات ہے میرا ملک تیرا ہے جو کچھ تو چاہے بے پوچھے اپنے تصرف مین لا یا کسی کو دے ڈال مختار ہے جو کام چاہے جس اہلکار سے لے تیرے سب فرمانبردار ہین کیا مجال جو عذر کرین حاتم نے کہا شاہ کی عمر بڑھے سلطنت مدام قائم رہے میرے دل کی آرزوئین سب نکل چکی ہین مگر ایک باقی ہے سو تا دم مرگ دل سے نہ جائیگی بادشاہ نے پوچھا وہ ایسی کیا ہے کیونکہ اگر تو رغبت کرے تو اپنی بیٹی بھی تیرے حوالے کرون مال تو کیا چیز ہے حاتم نے سر جھکا کر عرض کی کہ حضور کی بیٹی کو مین اپنی بہن جانتا ہون یہ دھیان میرے جی مین نہین لیکن اور تمنا ہے پر اس سوچ مین التماس نہین کرتا ہون کہ مبادا قبول نہ ہو اور مین کہہ کر لوگون مین شرمندہ ہون بادشاہ نے پھر مہربانی سے ارشاد کیا اے عزیز مین تیرے لطف کا ممنون احسان ہون اگر تخت خلافت بھی چاہے تو ابھی بخشدون بیگم کے سوا جو چاہے سو تیرا ہی ہے حاتم نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی یہ آپ کیا فرماتے ہین وہ میری بجائے والدہ کے ہین اور تخت خلافت آپ کو مبارک رہے میری غرض اور ہے تب حارث شاہ نے کہا بھائی خدا کے واسطے جلد کہہ میرا جی اکتا گیا وہ کیا ہے اسنے کہا بشرطیکہ آپ قول دین تو عرض کرون بادشاہ نے وہین عہد کیا اور قسم کھائی تب حاتم نے التماس کیا حمام بادگرد کے دیکھنے کی آرزو ہے جو ارشاد ہو تو اسکی سیر کرون جی کی کلفت دھوؤن بادشاہ نے جو یہ بات سنی متفکر ہو کر سر جھکا لیا چپکا رہ گیا حاتم نے جو بادشاہ کو اس حالت مین متفکر دیکھا پوچھا حضرت اس قدر متفکر کیون ہین ہر طرح سے آپکا فرمانبردار ہون جو آپ کی مرضی ہو گی بجالاؤن گا شہریار نے سر اٹھا کر فرمایا اے عزیز کیونکر ایسا متفکر نہ ہون مجھے کئی طرح کے اندیشے ہین پہلے تو مین نے قسم کھائی ہے کہ کسی کو حمام بادگرد کیطرف نہ جانے دونگا تجھ کو وہان جانے کی پروانگی دون تو عہد شکنی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ تجھ سا جوان خوبصورت نیک سیرت اپنی جان سے ہاتھ دھوئے یہ جائے حیف ہے تیسرے یہ کہ جیسا تو ہے کوئی ایسا آج تک میرے پاس نہین آیا چوتھے اگر تجھکو رخصت کرون تو درد جدائی کیونکر سہون پانچوین یہ کہ اگر اجازت نہ دون تو اپنے قول سے جھوٹا ہوتا ہون تو بادشاہون کے حق مین مناسب نہین کیونکہ اگر بد عہد مشہور ہون تو پھر کوئی میرے قول و قسم کا اعتبار نہ کرے گا سلطنت کے کامون مین خلل پڑے گا حاتم نے

عرض کی مین خدا سے امیدوار ہون انشاء اللہ تعالیٰ جلد خیر و عافیت سے آپ کی خدمت مین پھر حاضر ہوتا ہون کسی طرح کا اندیشہ خاطر مبارک مین نہ لایئے بے وسواس مجھے اجازت دیجئے کیونکہ مین اس امر سے تا مقدور دست بردار نہین ہو سکتا اسواسطے کہ منیر شامی شہزادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے۔ وہ سات سوال رکھتی تھی اور شہزادہ عہدہ برآنہ ہوسکا مین نے اس پر رحم کھاکر اپنے ذمے لیے بلکہ عہد کیا کہ مین ان کو بے پورا کیئے نہ رہون گا چنانچہ چھ سوالون کے جواب دے چکا ہون اب یہی ایک ساتوان سوال باقی رہ گیا ہے جناب عالی سے توقع رکھتا ہون کہ وہان بھی جا پہونچون اور حمام بادگرد کی تمام کیفیت دریافت کرون اور حسن بانو سے جاکر کہون اور اس کا بیاہ اسی شہزادہ سے کرادون کہ مدت کے بعد وہ عاشق زار اپنی مراد کو پہونچے اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا اے جوان آفرین تیری ہمت پر اور رحمت تیرے ماں باپ پر کہ تو نے غیرون کے واسطے آپ کو رنج و مصیبت مین ڈالا یہان تک کہ اپنا مرنا گوارا کیا اس لیے کہ ادھر کا گیا ہوا پھر ادھر نہین آیا بہت سے شہزادے سوداگر بچے وہین جاکر مرے کبھی کوئی سلامت نہ پھرا اغلب ہے اُن کو بھی اُسی نے بھیجا ہو بارے یہ تو بھہ کہ تو کس شہر کا رہنے والا ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا وطن یمن ہے نام حاتم بن طے ہے یہ سنتے ہی حارث شاہ اٹھا اور بغلگیر ہوا اور اپنے برابر اسکو بٹھا کر کہنے لگا کہ نشان بادشاہت تیری پیشانی سے ظاہر ہے اور نیکنامی مشہور ہے بلکہ اور زیادہ ہوگی یہان تک کہ تیرا نام ضرب المثل ہو جائے گا اور جو کوئی ایسا پیدا ہو گا تو تیرا ثانی کہلائے گا یہ کہہ کر اپنے وزیر سے فرمایا کہ سامان ارک حمام بادگرد کے دربان کو رقعہ لکھ کر حوالے کر دو اور اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا حاتم کو گلے لگاکر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور آبدیدہ ہوا کتنے لوگ ساتھ کرکے رخصت کیا جبتک حاتم نظر آیا یہ ٹکٹکی باندھے رہا جس وقت آنکھون سے اوجھل ہوگیا بادشاہ تخت سے اٹھ کر غمزدون کی طرح محل مین چلا گیا اور حاتم نے شہر سے نکل کر جنگل کی راہ لی غرض ہمراہیون سے قیل و قال کرتا ہوا چلا جاتا تھا پندرہ روز کے بعد حمام نظر آنے لگا حاتم نے اُن سے پوچھا یہ قلعہ ہے یا پہاڑ کیا دکھائی دیتا ہے انھون نے عرض کی یہی حمام بادگرد کا دروازہ ہے دیکھنے مین نزدیک ہے مگر سات روز مین پہونچئے گا یہ کہکر آگے بڑھا ساتوین دن دروازے کے متصل

جا پہونچے حاتم کیا دیکھتا ہے کہ وہان ایک پہاڑ کے دامن مین لشکر عظیم پڑا ہے اُس نے پوچھا
یہ فوج کس کی ہے ہمراہیون نے التماس کیا حمام بادگرد کے دربان کی آخر حاتم اُس مین داخل
ہوا اُس کے ہمراہیون کے اکثر وہان خویش واقربا تھے باہم ملے اور پوچھنے لگے کہ تمھارا
آنا کیونکر ہوا انھون نے کہا اسی جوان یمنی کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا ہے اور ایک نامہ
بھی دربانون کو اُس کے واسطے لکھا ہے القصہ حاتم سامان ارک کے خیمے مین آیا صاحب
سلامت کر کے شقے کو حوالے کیا وہ اٹھ کر بغلگیر ہوا اور نامہ سر پر رکھ لیا بادشاہ
کی مہر دیکھ کر بوسہ دیا اس کے بعد کھول کر پڑھا تو اس مین لکھا تھا کہ اس جوان یمنی سے
ساتھ ہمنے عہد کیا تھا اس لئے بھیجا ہے اگر تو اس کو سمجھا کر کسی صورت سے الٹا پھیر دیگا
تو ہم خوش ہونگے اور تو سرفراز ہوگا اور جو یہ کسی طرح سے نہ مانے تو حمام مین بخوبی بھجوا دینا
پر تا مقدور اس کے پھیرنے کی سعی کرنا وہ اس کو پڑھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور حاتم کو بعظیم
اہتمام کرسی پر بٹھایا مہمانداری کی شرطین بخوبی بجا لایا قصہ کوتاہ چند روز بادشاہ کے حسب الحکم
سمجھایا بجھایا کیا پر پتھر کو جونک نہ لگی چنانچہ اُس نے ان نصیحتون کے جواب مین یون کہا تم
اس خیال سے ہاتھ اٹھاؤ جبکہ مین نے بادشاہ کا کہنا اس امر مین نہ مانا تو تمھاری کب
سنتا ہون سبب مجھے تصدیع نہ دو بہتر ہے کہ جلد رخصت کرو سامان ارک نے جو دیکھا کہ
میری یہ نصیحت مطلق نہین سنتا بے جائے نہین رہنے کا ناچار بادشاہ کو عرضی لکھی کہ یہ
جوان اپنی ہمت نہین چھوڑتا اور نصیحت کسی کی نہین مانتا اب جو حکم ہو بجا لاؤن بادشاہ کو جب
یہ عرضی پہونچی اُس نے پڑھ کر سر دھنا اور آنکھون مین آنسو بھر لایا آخر مجبوری لکھ
کر بھیجا کہ اگر وہ راضی نہین ہوتا تو مزاحمت نہ کرو جانے دو شاید اس کی عمر تمام ہو چکی
حمام کا بہانہ ہے وہان تو سامان ارک جواب کا منتظر تھا اور حاتم کو اپنے چلنے کی پڑی
تھی غرض ادھر سے تقاضا تھا ادھر امروز فردا اسی حیص بیص مین فرمان شاہی آ پہونچا
کہ اس کو نہ روکو راہ دو اس پر بھی سامان ارک نے نصیحت کے طور پر کہا اے عزیز
اب بھی کچھ نہین گیا اگر زندگی عزیز ہے تو باز آ نہین تو پشیمانی کھینچے گا بلکہ جان سے
جائے گا حاتم نے کہا یہ مبالغہ عبث ہے خدا کے واسطے مجھے معذور رکھ نہین
جانے دے تب ناچار ہو کر سامان ارک اٹھ کھڑا ہوا حاتم کو حمام کے دروازے
پر لے گیا وہان بھی کھڑے ہو کر بہت سا سمجھایا پر کچھ کام نہ آیا حاتم نے الیا دروازہ اپنی تمام عمر

عمر مین نہ دیکھا تھا جو آنکھ اٹھا کر غور کی تو خط مہر بانی سے اس پر لکھا دیکھا کہ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کے وقت مین بنا ہے اس کا نشان مدتوں رہے گا اور جو کوئی اس طلسمات مین جائے گا جیتا نہ نکلے گا وہین بھوکا پیاسا سرگردان رہے گا اگر اس کی زندگی ہے تو ایک باغ مین وارد ہوگا وہان کے میوے کھائے گا اپنی حیات کے دن پورے کریگا اور ممکن نہین جو باہر نکل سکے جب اس نوشتہ کو حاتم نے دیکھا اور پڑھا تو دل مین خیال کیا کہ جو کچھ حقیقت تھی سو دروازے پر لکھی پائی اندر جانا کیا ضرور ہے چاہتا تھا کہ وہان سے پھرے وہین یہ خیال آیا کہ حسن بانو اس کے اندر کا احوال پوچھے تو کیا کہون مگر شرمندہ ہون اب جو ہونی ہو سو ہوا اندر چلا چاہیے پھر لوگون کو رخصت کیا آپ اندر گیا دس بارہ قدم چلکر جو پیچھے پھر کر دیکھا تو نہ لوگون ہی کو پایا نہ دروازہ ہی نظر آیا مگر ایک جنگل لق و دق موجود تھا اور کچھ دکھائی نہین دیا متفکر ہوا کہ ابھی دس بارہ قدم سے زیادہ چلنے کی نوبت نہین پہونچی دروازہ نظر سے غائب ہوا بلکہ اس کے آثار بھی دکھائی نہین دیتے کسی طرح اس کو ڈھونڈھیے پھر باہر نکلیے غرض تمام دن اسی تلاش مین پھرا پر دروازہ نہ ملا تب دل مین کہنے لگا حاتم کا بہانہ تھا کہ پاؤن رکھتے ہی اجل کے ہاتھ مین پڑ گیا اب بن جان دیے چھٹکارا نہین غرض داہنے بائیں دیکھ کر چل نکلا پر اضطراب سے ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا تھا چند روز کے بعد ایک سمت کا راستہ لیا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ ایک آدمی کی صورت نظر پڑی یہ خیال کیا اغلب ہے کہ آگے بستی ہوگی اس کی طرف گیا کیا دیکھتا ہے کہ وہ بھی ادھر ہی کو آتا ہے جب نزدیک پہونچا اس صورت طلسمی نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کے ہاتھ مین دیا حاتم نے اس کو لے کر اپنا منہ دیکھا اور اس سے پوچھا کہ حمام یہان سے نزدیک ہے اور تو کیا حجام ہے جو آرسی دیکھاتا ہے اس نے کہا البتہ پھر حاتم نے پوچھا کہ تو حمام کو چھوڑ کر کدھر جاتا تھا وہ بولا مین حمامی ہون جس شخص کو دیکھتا ہون لیجاکر حمام مین نہلاتا ہون پھر انعام کا امیدوار ہوتا ہون اگر آپ بھی مہربانی فرمائیے اور میرے ساتھ چلکر حمام کیجیے تو میرے دل کی کدورت جاتی رہے آپ کی بدولت کچھ نہ کچھ مل ہی رہے گا حاتم نے کہا بہتر ہے میرے بدن پر سفر کی گرد سے میل بھی بہت جم رہا ہے چاہتا ہون کہ اسے چھڑاؤن آج خوب طرح سے مل مل کر نہاؤن مگر تو اکیلا ہی ہے یا کوئی شریک بھی رکھتا ہے اس نے عرض کی مین تو بہتیرے ہین آج غلام ہی کی باری ہے القصہ حاتم آگے آگے

نائی کے پیچھے پیچھے خوشی خوشی چلے جاتے تھے وہ تین کوس گئے ہونگے کہ ایک گنبد آسمان سے ملا ہوا
نظر آیا حاتم نزدیک پہونچا تب حجام حمام کے اندر گیا اور اُس کو بلایا وہ جو ہین داخل ہوا
دروازہ بند ہوگیا اس نے گھبرا کر جو پیچھے دیکھا تو واقعی بند ہوگیا ہے پر نظر آتا ہے اس
امید پر آگے بڑھا کہ جب چاہونگا نکل جاؤنگا آخر حمامی اُسے حوض پر لے گیا
اور کہنے لگا کہ آپ اس مین اتریں تو بدن پر پانی ڈال دون میں چھڑ اوں حاتم نے کہا کہ
میں کپڑے اُتار لوں تو اس مین اتروں مگر بے لنگی یہ بھی نہیں ہو سکتا تب حمامی نے ایک
لنگی پاکیزہ بہت تحفہ حوالے کی حاتم نے اس کو باندھ کر کپڑے رکھ دیئے اور آپ حوض مین
اتر پڑا پھر حمامی نے ایک جڑاؤ طاس گرم پانی سے بھر کر اس کے ہاتھ مین دیا اُس نے سر پر
ڈال لیا اُس نے پھر بھر کر دیا اس نے اُسے بھی اوپر ڈال لیا تیسری مرتبہ جو ہین سر پر
ڈالا وہین ایک تڑاقہ ہوا حمام مین اندھیرا ہوگیا ایک ساعت کے بعد تاریکی جاتی رہی تو کیا
دیکھتا ہے کہ نہ حجام ہے نہ حمام نہ حوض مگر ایک پتھر کا تراشا گنبد ہے اس کا تمام صحن پانی سے
بھرا نظر آتا ہے ایک دم نگزرا تھا کہ پانی پنڈلیوں تک آگیا حاتم عاجز آکر ادھر ادھر دیکھنے
لگا اور وہ بڑھ کر گھٹنوں سے بھی اوپر پہونچا تب تو یہ گھبرایا کہ یا الٰہی پانی ہر دم بڑھتا جاتا
ہے نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی بس معلوم ہوتا ہے کہ اسی مین ڈوب کر مرونگا یکایک
مضطرب ہو کر دروازے کی طرف گیا چاروں طرف سر ٹکرایا پر اُسے نہ پایا اتنے مین پانی
ڈوباؤ ہوگیا یہ پیراک تھا پیرنے لگا اور اپنے جی مین کہنے لگا کہ اس حمام سے جو لوگ نہیں نکل سکتے
یہی سبب ہے کہ پیرتے پیرتے تھکے اور ڈوب گئے مین بھی ہاتھ پاؤں مارتے مارتے ڈوب
جاؤنگا کیونکہ کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی باہر ہوتا تو معلوم حارث شاہ اسی دن کے
لیے مجھے منع کرتا تھا اس کا کہنا نہ مانا حیف ہے حرام موت موا پھر کہ جی کو ڈھارس بندھانے
لگا کہ خدا کریم و کارساز ہے اتنا نہ گھبرا وہ داتا کی ناؤ پہاڑ پر چڑھتی ہے اور جو یوں ہیں آئی
ہے تو بہتر ہے کیونکہ تو نے کچھ اپنے مرنے کے واسطے مصیبت نہیں اختیار کی بلکہ مرتے ہوئے
جلانے کو اپنی جان پر جبر کھول اُٹھائی ہے چاہیے کہ شاد رہ اگر ہزار جانیں اللہ کی راہ میں جائیں
تو جائیں کچھ غم نہیں غرض اسی طرح کی گفتگو سے دل کو تسلی دیتا تھا اتنے میں پانی اتنا بلند
ہوا کہ اس کا سر گنبد سے جا لگا اور یہ نہایت ماندہ ہوا تھا ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے
قریب تھا کہ بیٹھ جاوے وہیں ایک زنجیر لٹکی دکھائی دی حاتم نے بے اختیار دونوں

ہاتھوں سے پکڑ لی کہ بھلا ایک ساعت تو دم لوں کہ پھر ویسی ہی آواز آئی وہ گنبد کے باہر ہو گیا آپ
کو ایک جنگل میں کھڑے پایا ہر طرف دیکھنے لگا میدان کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا جی میں خوش ہوا
کہ بارے اس طوفان سے میں نے نجات پائی اور طلسمات سے رہائی ہوئی آگے بڑھا غرض
تین دن تک بھٹکتا پھرا ایک عمارت عالیشان چمکتی نظر آئی آبادی کی امید پر اسی طرف چلا
نزدیک پہونچا ایک باغ خوش قطع پر فضا دیکھا دل میں سوچنے لگا کہ اس بہار کا باغ کس
نے بنایا ہے البتہ اس کے قریب کوئی بستی ہوگی جب متصل پہونچا دروازہ کھلا پایا چلا گیا
کئی قدم بڑھ کے جو پھر کے دیکھا دروازے کا نشان بھی نہ پایا تب تو فکرمند ہوا کہ
یہ کیا بلا ہے اتنے صدمے اٹھائے ہنوز اس طلسم سے باہر نہ نکلا آخر ناچار ہو کر ایک
مکان کی طرف روانہ ہوا وہاں طرح بطرح کے میوے کے درخت لدے ہوئے
دیکھے بھوکا تو تھا ہی میوے توڑ توڑ کر کھانے لگا جتنا کھاتا پیٹ نہ بھرتا تھا غرض سو من کے
قریب کھایا پر سیر نہ ہوا لیکن کچھ کھاتا اور سیر کرتا تماشا دیکھتا ایک بارہ دری کے قریب جا پہونچا
اس کے متصل بہت سے آدمی پتھر کے ننگے کھڑے تھے مگر ایک لنگ باندھے تھے سو بھی پتھر
کی حیرت میں ہوا کہ یہ کیا بھید ہے اس کا عقدہ کیونکر کھولوں اس فکر میں تھا کہ ایک طوطی نے
بانگ دی کہ اے جوان کیوں کھڑا ہے یہاں جو آتا ہے مگر جان سے ہاتھ دھوئے ہے
حاتم نے جو سر اٹھایا ایک طوطی پنجرے میں دیکھی اور یہ عبارت ایوان پر لکھی دیکھی اے بندۂ خدا
اس حمام بادگرد سے جان سلامت نہ لیجائے گا کہ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کا ہے ایک روز
کیومرث بادشاہ شکار کھیلتا ہوا اس جگہ آنکلا تھا اتفاقا اس نے ایک الماس پڑا دیکھا اٹھا لیا پھر
جو اسکو تلوایا تو تین سو مثقال کے برابر وزن پایا حیران ہو کر حکیموں سے پوچھا اس کا ثانی [illegible]
یا نہیں انھوں نے عرض کی کہ آدم کے وقت سے لے کر اب تک نہ ایسا دیکھا ہے نہ
سنا تب اس نے کہا لازم ہے کہ اسکو ایسی جگہ رکھوں تا کسی کے ہاتھ نہ لگے یہ بات ٹھہرا کر
یہ حمام بادگرد کا طلسمات بنایا اس طوطی کو وہ ہیرا نگلا کر پنجرے میں رکھ کر یہاں لٹکا دیا اور
کرسی جواہر نگار پر تیر و کمان اس واسطے رکھ دیا ہے کہ جو کوئی اس طلسم میں وارد ہو اور پھر
باہر نکلنے کا قصد کرے تو تیر و کمان اٹھا لے اس طوطی کے سر میں ایک تیر مارے اگر لگا تو وہ
اسی دم اس طلسم سے باہر ہوا اور پھر ابھی اس نے پایا نہیں تو پتھر کا ہو جائے گا حاتم
نے اسکو پڑھ کر بتوں کی طرف دیکھا کہ جوانوں کے تن کھڑے ہیں ہلنا بھی نہیں سکتے اندیشہ کیا

کہ اے حاتم اگر تو اس طلسم سے باہر نہ نکلے تو اپنی جان سرگردانی مین کھو دے گا بہتر یہ ہے کہ جلد انھین مین مل جا چپکا ہو رہ جو آپ کو بچا لے گا جب تک جیتا ہے رنج ہی مین رہے گا کسی تدبیر سے باہر نہ ہو سکے گا منتظر غمی جدا تیرے انتظار مین تباہ ہوگا یہ سب جھگڑے بکھیڑے زندگی کے ہین بہتر یہ ہے کہ جینے سے ہاتھ اٹھا بیٹھ رہو جا سب فکرون سے چھوٹ جائے گا خدا کارساز ہے اپنے کام آپ کرلے گا یہ باتین جی مین ٹھہرا کر کرسی کے پاس گیا بسم اللہ کر کے تیر و کمان اٹھا کر ایک تیر اسکے لگا ہی بیٹھا طوطی پھڑک گئی تیر نے خطا کی پنجرے کی چھت مین لگا حاتم گھٹنون تک پتھر کا ہوگیا وہ جہان بیٹھی تھی وہین آ بیٹھی اور کہنے لگی اے جوان جا یہان سے یہ مکان تیرے قابل نہین ہے حاتم اس جگہ سے اچھل کر تیر و کمان سمیت سو قدم پیچھے جا پڑا اور اس کے پاؤن ایسے بوجھل ہوگئے تھے جو اٹھا نہ سکتا تھا اپنی اس حالت پر آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ یہ کیا حرکت ہے کس خرابی اور خستگی سے ایک مدت ابھی تو یہان تک آ پہونچا اب ایڑیان رگڑ رگڑ کر مرنا کیا لطف ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک تیر اور لگا انھین بتون مین شامل ہو جا یہ سوچکر دوسرا تیر پھر مارا اس نے بھی خطا کی کہ یہ ناف تک پتھر کا ہوگیا طوطی نے پھر یہی بات کہی اے جوان پرے سرک یہ جگہ تیرے لائق نہین حاتم آپ سے آپ وہان سے دو سو قدم پر اچھل کر بتون کے قریب پہونچا زار زار رونے لگا اور کہنے لگا کہ مجھ سا نامراد کوئی نہین جو میرا تیر الٹا کام کرتا ہے پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور کہا کہ اے حاتم اپنی مرگ آنکھون سے نہ دیکھا چاہیے بہتر ہے کہ آنکھون پر پٹی باندھ اور یہ ایک تیر جو بساط مین رہ گیا ہے توکل بخدا اسکو بھی لگا جلد کیونکہ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے دفعتاً طوطی کو تاک کر آنکھون پر پٹی باندھ کر اللہ اکبر کہہ کے وہ تیر بھی مارا وہین طوطی کی روح پرواز کر گئی پنجرے کے باہر نکل پڑی اتنے مین ایک آندھی آئی گھٹا اٹھی بجلی کڑکنے لگی اندھیرا ہوگیا سوجھنے سے رہ گیا شور و غوغا ایسا بلند ہوا کہ حاتم بیہوش ہوکر گر پڑا یہ وہم ہوا کہ مین بھی بت ہوگیا ایک ساعت کے بعد آندھی ہوا ہوگئی ابر جاتا رہا شور و غوغا موقوف ہوگیا سورج نکل آیا جونہین آنکھین کھولین آپ کو بتون کے برابر پڑے دیکھا جب خوب ہوش آیا اور جی ٹھہرا حواس بجا ہوئے تو کیا دیکھتا ہے نہ وہ حمام ہے نہ باغ نہ کرسی نہ پنجرا نہ طوطی مگر الماس زمین پر پڑا تارا سا چمک رہا ہے حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر اسے اٹھا لیا سجدہ شکر ادا کیا وہ بت سب کے سب آدمی ہوگئے حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے

اے جوان تو اس جگہ کیونکر سلامت رہا وہ باغ کدھر گیا حمام کیا ہوا تب اس نے تمام سرگذشت
کہی وہ دوڑ کر اس کے پاؤن پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آج سے تمہارے ہو چکے یہ طوق
بندگی جیتے جی ہماری گردن سے نہ نکلے گا اس بات کو سن کر حاتم نے ان کی بہت تسلی اور
خاطرداری کی اور اپنے ساتھ لے کر شہر قطان کا قصد کر کے روانہ ہوا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ مین
کس طرف جاتا ہون اور شہر قطان کدھر ہے۔ لیکن باری حقیقی اس کو راہ راست
پر لیے جاتا تھا تھوڑی دور چلا کہ وہی دروازہ نظر آیا جس راہ سے داخل ہوا تھا جو
اس سے باہر نکلا سامان ارک کا لشکر دکھائی دیا ادھر متوجہ ہوا اور اس سے جا ملا
وہ اس کو دیکھتے ہی اٹھا نہایت تپاک سے بغلگیر ہوا اور کرسی زرین پر بٹھایا بآئین شائستہ
ضیافت کی عطر و پان کی رسم کے بعد حاتم نے وہان کا تمام احوال بیان کیا دو چار روز رہا پھر
اس نے بہت سے لوگون کے ساتھ کر کے شہر قطان کی طرف روانہ کیا چند روز کے بعد شہر
قطان مین داخل ہوا حارث سے ملاقات کی بادشاہ نے نہایت الطاف و نوازش فرمائی اپنے
برابر تخت پر بٹھایا احوال پوچھا اس نے وہان کا ماجرا مفصل عرض کیا اور الماس بادشاہ کے روبرو
رکھ دیا کہ حضور کی نذر ہے لیکن اتنا چاہتا ہون کہ ایک بار حسن بانو کو دکھا لون تاکہ اس کو یقین
آجائے پھر خدمت شریف مین بھیج دون گا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور فرمایا بارک اللہ پھر
حاتم نے عرض کی کہ یہ بچارے جو میرے ساتھ آئے ہین پتھر کے ہو گئے تھے اکثر ان مین
عمدہ زادے اور سوداگر بچے ہین بالفعل اسباب و سواری کے محتاج ہین امیدوار ہون
کہ ایک ایک گھوڑا اور اسباب و خرچ راہ ہر ایک کو عنایت ہو جو اپنے وطن مین با آرام
پہونچین حضرت کو دعا دینگے حارث شاہ نے انکے کہنے کے موافق کیا پھر حاتم بھی اس
سے رخصت ہوا تب بادشاہ نے بہت سامان اور اسباب و سرانجام راہ اس کے
ساتھ کر کے نہایت عظم و شان سے روانہ کیا حاتم کئی مہینے کے عرصے مین بڑے ٹھاٹھ سے
شاہ آباد مین داخل ہوا لوگون نے اس کو پہچان کر حسن بانو کو اطلاع کی کہ وہ جوان جو حمام بادگرد
کی خبر کو گیا تھا نہایت شان و شوکت سے آیا ہے اس نے چوبدارون کے مجرے کو بھیجا
کہ میری طرف سے سلام کے بعد کہو اگر تکلیف نہ ہو تو اسی طرف چلے آئین وہ دوڑا گیا
اور پیغام و سلام حاتم کو پہونچایا وہ سن کر اس کے محل کی طرف متوجہ ہوا غرض حسن بانو نے
بدستور اندر بلا لیا اور جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر احوال پوچھا اس نے تمام کیفیت

گرمیوں سے بیان کی کہ وہ سنتے ہی ٹھنڈی ہوگئی پھر الماس بھی نکال کر دکھائی یا تو حسن بانو نے سر نیچا کر لیا مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہو کر چپ رہگئی حاتم نے کہا کہ میں اپنا وعدہ پورا کر چکا ہوں اب تو بھی وفا کر اُس نے آہستگی و نرمی سے التماس کیا کہ میں بھی تیری ہو چکی ہوں جو چاہے سو کر جس کو چاہے اُسے بخش اپنے پاس رکھا چاہتا ہے تو رکھ مختار ہے اس بات بات کو حاتم نے سن کر کہا جو کچھ تو نے کہا میں نے کیا جو میں کہوں سو تو کر سچ تو یہ ہے کہ میں نے یہ محنت و مشقت اپنے واسطے نہیں کھینچی بلکہ عند اللہ منیر شامی شہزادے کے لیے لازم ہے کہ تو اُسے قبول کر کیونکہ وہ مدت سے تیرے فراق میں رو رہا ہے اور تیری جدائی کے درد سے جان گھٹ رہا ہے اپنے بیمار عشق کو شربت وصال پلانا ہی بھلا ہے اس میں قصور کرنا عند اللہ اور عند الناس برا ہے حسن بانو بولی کہ اب تم میرے باپ کی جگہ ہو جو میرے حق میں مناسب جانو سو کرو اگر وہ میرے شوہر ہونے کے لائق ہو تو مجھے کچھ عذر نہیں یہ سنتے ہی حاتم نے منیر شامی شہزادے کو کہلا بھیجا کہ تم پوشاک بدل کر سج سجا کر نہایت زرق برق سے میرے پاس آؤ شہزادہ بڑے ٹھاٹھ سے شادان اور فرحان آیا حاتم نے اُسکو بھی ایک جڑاؤ کرسی پر اپنے پاس بٹھایا حسن بانو نے پردے میں سے جھانک کر جو دیکھا ہزار جان سے عاشق ہوئی اور نیچی نظر کئے شرم سے اٹھ کر دوسرے مکان میں چلی گئی حاتم بھی منیر شامی کو کاروانسرا میں لے آیا رات کی رات وہاں رہا صبح کو حسن بانو نے ایک مکان نہایت عالیشان خالی کروا دیا اُس میں منیر شامی سمیت داخل ہوا نوبت رکھوا دی بیاہ کی تیاری شروع ہوئی مجلس نشاط جمائی گئی دن کے بعد ساچق بادشاہوں کے طور پر بھجوا دی دوسرے دن اُدھر سے منہدی بھی اُسی ٹھاٹھ سے آئی صبح کو بیاہ کی تیاری ہونے لگی مکانوں کے فرش بدلے براتیوں نے کپڑے جھماتے پہنے اور بھی طائفہ بہت سے بلوائے دو رستہ روشنی کے ٹھاٹھ میناکاری کے ٹٹیوں سمیت دلہن کے محل تک بندھوائے آتشبازی کی چادریں بھی جابجا قرینے سے استادہ کردیں لاکھوں گنج ستاروں کے گڑوائے آدھی رات کے بعد نہایت تجمل سے منیر شامی بیاہنے کو چڑھا۔

ابیات

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار	وہ موتی کا سہرا جڑا ہر نگار
ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل	ہمائی وہ دونوں طرف مورچھل
وہ فانوسین آگے زرہ نگار	کہ ہو سبز مینا بھی جن پہ نثار
ہزاروں تمامی کے تخت رواں	وہ راہیں نشاط ان پہ جلوہ کناں

وہ شہنائیون کی سہانی دھنین ۔ جنھین گوش زہرہ مفصل سنین

پھلجھڑیون سے ہر کوچے مین جابجا پھولون کا انبار تھا اناروں کی کثرت سے بازار گلزار تھا ہتابیون کی روشنی سے چودھوین رات کی چاندنی مات تھی تارون کی چمک سے دن سے زیادہ روشن رات تھی غرض تمام آتشبازی کی کیفیت روشنی کی کثرت سے براتیون کی جمعیت سے نہ زبان کو یارا جو کہے نہ قلم کو طاقت جو لکھے **بیت**

جب آئی دلھن کے مکان پر برات ۔ کہوں وان کے عالم کی کیا تمسے بات

یہان مجلس نشاط وہان سے زیادہ تر آراستہ تھی ساز بج رہے تھے ناچ ہو رہا تھا کتنے اشخاص پیشوا گئے دولہا کو ہاتھون ہاتھ لے آئے مسند شاہانہ پر بٹھایا حاتم نوشہ کے پاس جا کر ایک مسند پر خوش و خرم بیٹھا اور براتی بھی اپنے اپنے قرینے سے شریک مجلس ہوئے **ابیات**

وہ دولہا کا مسند پر آبیٹھنا ۔ برابر رفیقون کے جا بیٹھنا
طوائف کا اٹھنا اک انداز سے ۔ دکھانا وہ آصورتین ناز سے

غرض ناچ کا سمان راگ کا بیان کچھ نہین کہا جاتا دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے اتنے مین قاضی آیا اسنے عقد پڑھا مبارک سلامت ہوئی شربت اور ہار پان بٹنے لگے دولہا کو محل کی ڈیوڑھی پر لے گئے وہان سے کئی بوڑھی بیگمین دلھن انا سمیت آئین نوشہ کو بسم اللہ کر کے اندر لے گئین دلھن کے پاس مسند پر بٹھا دیا وہ بھی لباس عروسی پہنے جواہر سے آراستہ عطر مین ڈوبی پھولون مین بسی نشہ حسن مین چور ہو رہی تھی شہزادہ گھونگھٹ مین اس کی جھلک دیکھ کر ذرا ٹھہر اٹھا پھر آرسی مصحف دیکھتے ہی غش کر گیا انا اسی دم گھبرا کر دوڑی گلاب پاش لا کر گلاب چھڑکنے لگی دیر کے بعد ہوش مین آیا شکر کا دوگانہ پڑھا حاتم کی ہمت پر آفرین و تحسین کی اسکے بعد جو رسمین باقی رہی تھین چونپ سے ہنسی خوشی بجا لا کر پھر دلھن کو گود مین لیکر چنڈول مین سوار کیا بڑی دھوم دھام سے شادیانہ بجواتا ہوا دولت خانہ مین داخل ہوا چار دن تک محل سے پانون باہر نہ رکھا پانچوین دن برآمد ہوا حاتم کے پانون پر گر پڑا حاتم نے اسے خوب سا بھینچ کر گلے لگایا اور وصل کی مبارکباد دی رخصت چاہی منیر شامی نے دو چار روز اور بھی اس کو بند رکھا صحبت نشاط و بادہ گرم کی آئین مہمانداری خاطر خواہ بجا لایا تب حاتم نے متبسم ہو کر کہا کہ بھائی اب مجھے رخصت کر یہ شرط انصاف نہین اپنی سی حالت مجھ منیر شامی نے مجبور ہو کر اسی وقت رخصت کیا وہ نہایت خوشی و خرمی سے یمن کی طرف روانہ ہوا تب تھوڑے دنون

شہر کے قریب جا پہونچا بادشاہ کو اسکے آنے کی خبر ہوئی وزیر کو پیشوائی کو بھیجا وہ اُس کو نہایت جاہ وجلال سے بادشاہ کے حضور مین لے گیا اُس نے دوڑ کر چھاتی سے لگا لیا یہ پاؤن پر گر پڑا بادشاہ نے سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا پیشانی چومی محل مین لے گیا اُس نے مودب ہو کر اپنی والدہ کو مجرا کیا اس نے بھی سر سے پاؤن تک بلائین لین یہ قدمبوس ہوا اس نے اٹھا کر چھاتی سے لگایا دل کو ٹھنڈا کیا محل مین مبارکباد کی دھوم مچی شہر مین آئین آئین ہوئی گھر گھر شادیانے بجے بادشاہ نے ہر ایک چھوٹے بڑے کو رتبے کے موافق خلعت دیا زر و جواہر بخشا محتاجون کو غنی کر دیا حاتم کا نئے سر سے ملکہ زرین پوش کے ساتھ بیاہ کیا پھر سب کے سب خدا کا شکر بجالائے عیش و عشرت مین مشغول ہوئے ملک آباد ہوا ہر ایک غنی و غریب کا دل شاد ہوا بادشاہ اپنے دیوان عام مین جا بیٹھا ندیمون سے کہنے لگا کہ خلق مین ایسے بھی لوگ ہین جو غیر کے واسطے اپنا سکھ چھوڑتے ہین اور ان کے کام مین دکھ سہتے ہین فی الحقیقت دونون جہان مین بھلے وہی ہین جینا مرنا بھی انھین کا اچھا ہے یہ چند کلمے ارشاد کر کے بادشاہ نے گوشہ پکڑا اور حاتم کو قائم مقام کیا غرض دس برس اور سات مہینے نو روز مین حاتم کی ہفت سیر تمام ہوئی منیر شامی اپنے مطلب کو پہونچا آخر یہ رہا نہ وہ رہا ایک کہانی کہنے سننے کو باقی رہ گئی شعر

سب ہے سطے کدھر جہاں میں حاتم کہاں رہا		افسانہ ان کا خلق کے بس درمیان رہا

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب از مصنف کتاب ہذا

اس قصہ پر لطف کے اتمام کی تاریخ کر و ورسر پاس کہا پیر خرد نے		مین دل مین سمجھتا تھا نہایت ہی ہے مشکل کیونکہ نہ کہین ہم اسے آرائش محفل ۱۳۲۲ھ

تمت

خاتمۃ المطبع للہ الحمد والمنۃ کہ فضل خدا سے یہ قصہ دلچسپ و طرب افزا سراپا سخاوت داستان اہل ہمت ناموران سلف کی نشانی یعنی حاتم طائی کی سچی کہانی مرغوب دل اسم بامسمیٰ آرائش محفل باتصویر مطبع منشی تیج کمار وارث نولکشور پریس واقع لکھنؤ مین بماہ مارچ ۱۹۵۳ء باہتمام پنالال بھارگو سپرنٹنڈنٹ مطبع طبع ہو کر نذر شائقین ہوا

نام کتاب	قیمت
طلسم ہفت پیکر۔ جلد دوم	ے/
" جلد سوم	للعہ/
فسانۂ عجائب جلی قلم با تصویر۔ عبارت رنگین و نمکین از مرزا رجب علی بیگ سرور کاغذ سفید گندہ	۱۲/
ایضاً۔ کاغذ حنائی گندہ۔	۱۰/
قصہ سند باد جہازی۔ ماخوذ از قصہ الف لیلہ	۲/
فسانۂ عجائب متوسط قلم۔ مصنفہ مرزا رجب علی بیگ سرور مرحوم	عہ/
ایضاً۔ بلا تصویر خفی قلم حسب مراتب بالا	۰۴/
جادۂ تسخیر۔ قصۂ دلچسپ از نواب محمد حیدر علیخاں صاحب	عہ/
طلسم حیرت۔ دلچسپ از منشی جعفر علی تخلص شیون	۶/
سروش سخن با تصویر۔ بجواب فسانۂ عجائب از سید فخر الدین حسین مودودی۔	۹/
لطائف الظرفا۔ مرتبۂ منشی دیبی پرشاد صاحب جسمیں ڈیڑھ سو سے زیادہ عمدہ عمدہ تڑاق پڑاق لطیفے ہیں۔	۲/
طلسم فصاحت۔ قصۂ عجیب و غریب از سید محمد حسین جاہ مرحوم۔	۱۲/
طلسم تاریخ۔	۱۲/
مقتول جفا۔ معروف بہ فسانۂ غم آمود از حافظ امیر الدین۔	۲/
نوطرز مرصع۔ از محمد عوض۔	۲/
بستان حکمت۔ اردو ترجمہ انوار سہیلی۔ مترجمۂ فقیر محمد خاں گویا۔	ع/

نام کتاب	قیمت
فسانۂ آزاد۔ جلد اول	مے/
" جلد دوم	للعہ/
" جلد سوم	صہ/
" جلد چہارم	صہ/
فسانۂ جمیل۔ مترجمۂ منشی حامد حسین	۵/
فسانۂ معقول۔ از سید غلام حیدر خان بہادر	للہ/
فسانۂ دلفریب۔ از منشی فدا علی عرف اچھے صاحب	۶/
قصۂ زاہد شمسی مصنفۂ شیخ برہان الدین احمد	۲/
سنگاسن بتیسی۔ قصۂ مشہور۔	۱۲/
سنگاسن بتیسی مترجمہ پروفیسر مجنوں گورکھپوری	۱۲/
ناٹک نل دمنتی۔ مؤلفۂ منشی بنایک پرشاد	۳/
قصۂ موتی و بنولہ۔ ذخیرۂ پند خردمندانہ	۱/
بیتال پچیسی با تصویر۔ قصۂ مشہور۔	۸/
گل بکاولی۔ از منشی نہال چند۔	۱۲/
طوطا کہانی با تصویر۔ از سید حیدر بخش متخلص بہ حیدر۔	۱۲/
قصۂ گل و صنوبر۔ از منشی ہیم چند۔	۶/
ایک روسی زمیندار کا قصہ۔ مترجمہ مسٹر ہنری فانتوم صاحب کاغذ سفید چکنا۔	۰۶/
مجموعۂ فسانۂ دلپذیر۔ مجموعہ بیس قصص۔	عہ/
نورتن۔ قصۂ مشہور از محمد بخش صاحب مہجور	۸/
قصۂ اگر گل۔ قصۂ مشہور۔	۰۶/

نام کتاب	قیمت
لطائف ہندی۔ چٹکلے اور لطیفے مصنفہ لالہ دیبی پرشاد۔	۲۰ر
کتب قصہ جات نظم اردو	
الف لیلہ منظوم۔ کی متفرق جلدیں حسب ذیل فروخت میں ہیں۔	
جلد اول از منشی طوطا رام شایاں۔	عہ ر
ایضاً۔ جلد سوم مترجمۂ منشی طوطا رام شایاں	۸ر
ایضاً۔ منظوم۔ جلد چہارم از منشی شادی لال کاغذ حنائی وسفید۔	عہ ر
چشمۂ شیریں۔ قصۂ شیریں وفرہاد۔	۱۰ر
گلزار ابراہیم۔ قصہ حضرت ابراہیم ادہم	۱۰ر
جوگن نامہ۔ از میاں باطن اکبرآبادی	۱ر
ایجاد رنگین۔ حکایات ونصائح از رنگین دہلوی۔	ـر
پرتاب۔ ناول۔	۱۲ر
بنگالی دلھن۔ ناول۔	۱۲ر
مار آستین۔	۹ر
سوانح عمری عمرو عیار	عہ ۱۰ر
اسرار ہند۔	۱۰ر
حرمان خانم۔	۴ر
جام زہر۔	۱۰ر
الف لیلہ دنیازاد بطرز ناول	٦ ۱۲ر

نام کتاب	قیمت
الف لیلہ نثر بطور ناول معروف بہ شبستان حیرت	ے
شام جوانی۔ ترجمہ ناول رینالڈ حصہ اول	٦ ۴ر
ایضاً " حصہ دوم	ا عہ ر
ترجمہ اردو ولکی کولنز کروسو۔ چھاپہ ٹیپ نہایت دلچسپ ناول قابل دید ہے۔ مطبوعہ عنیر۔	۱۱ر
ناول ماتا۔	عہ ر
اتو کی دم فاختہ۔ ناول	۸ر
ناول پھول وتی۔ غالباً اس سے بہتر دوسرا ناول آپ کی نظر سے نہ گزرا ہوگا حصہ اول	۹ر
دوم۔ سوم۔ چہارم۔ فی حصہ	۱۰ر
مینارۂ قیصری۔ ناول۔	۱۱ر
خدائی فوجدار۔ ناول۔	٦ر
معشوقہ فرنگ۔ ناول۔	۵ر
ناول سندر شانتا۔ چار حصہ۔ حصہ اول	۶ر
حصہ دوم سے حصہ چہارم تک فی حصہ	۵ر
مہاتما کبیر۔ مرتبہ منشی محمد حنیف بی۔ اے میر منشی سول سکریٹریٹ لکھنؤ۔ نہایت لاجواب کتاب ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ قیمت	۴ر
المشتہر منیجر تجلی بار پریس صیغۂ بکڈپو حضرت گنج، لکھنؤ	